الحق المبین

بجواب

اُمہات المؤمنین

حصہ اول

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب مصنف آب حیات نبی تو سیب

تحریر عیسایاں سکن پنڈوریاں پنوڑیاں مکاطیہ جلد نمبر ۱۱

حسب فرمایش

منشی کریم بخش منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ

سنہ ۱۳۱۷ھ

مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ

بار اول   تعداد ۱۵۰۰   قیمت ۸/

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

جیبی مترجم حمایل شریف بامحاورہ جس کی نظیر ہفت اقلیم میں نہیں جس میں ۱۴ خوبیاں مندرجہ ذیل پائی جاتی ہیں
(۱) تقطیع جیبی نہایت عمدہ اور موزوں ہے یعنی ۵ انچ لمبی ۳ انچ چوڑی جو جیب میں با آسانی آ سکتی ہے - اور شائق کلام مجید ہر وقت اپنے پاس رکھ سکتا ہے (۲) ترجمہ حمایل شریف بالمقابل صفحہ پر کیا گیا ہے ایک صفحہ پر اصلی متن اور دوسرے صفحہ پر اسکا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن گڈ مڈ نہ ہو جاوے - متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے (۳) صفحہ بصفحہ آیات کے نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحہ کے اخیر پر آیت اور اسکا ترجمہ ختم ہوتا ہے جس سے آیت کے لئے قرآن شریف کا ورق الٹنا نہیں پڑتا یہ خوبی آجتک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے بڑی ہی خوش رقم و خوش قلم حمایل شریف ہے (۶) ترجمہ جدید بامحاورہ زبان حال کے اردو کے موافق کر دیا گیا ہے - ترجمہ ایسا شائستہ اور لطیف ہے کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات و محذوفات ترجمہ کے اندر خطوط وحدانی میں لکھدیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے (۷) اس حمایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دیگئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورت نکال سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کے مضامین کی فہرست ہے جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں کے لئے نہایت کارآمد ہے - نماز زکوٰۃ صبر شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایک ہی جگہ حوالہ لکھدیئے گئے ہیں نماز کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ میں دیکھ لو (۹) سوائے اسکے تمام انبیا کا ذکر قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہے انکی نسبت بھی ایک جگہ سارے حوالے لکھدیئے گئے ہیں ابراہیم یا نوح وغیرہ کا لفظ نکالو اور جہاں جہاں قرآن شریف میں انکا قصہ آیا ہے وہ سب مقامات دم بھر میں دیکھ لو (۱۰) کاغذ سفید نفیس ولایتی لگایا گیا ہے جس سے حمایل شریف کا حجم بھی اندازہ سے نہیں بڑھا (۱۱) جلد خالص سنہری مرصع کار نہایت سبک اور موزوں کرائی گئی ہے اور اسکے اوپر قرآن شریف کا لفظ اور لا یمسہ الا المطہرون سنہری مزین ہے (۱۲) باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت نہایت ہی کم یعنی مفصلہ ذیل رکھی گئی ہے قیمت بیجلد ۱۲ قیمت مجلد سنہری ۲ علاوہ خرچ ڈاک بذمہ خریدار (۱۳) پہلی دفعہ یہ حمایل شریف دو تین ماہ میں بالکل فروخت ہو گئی تھی اب طبع دوم میں لطیف لباس پہنکر پیش کیگئی ہے - شائقین نہایت جلد طلب فرماویں اور موقعہ ہاتھ سے نہ گنواویں ورنہ تیسرے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑیگا -

کل درخواستیں بنام محمد ابراہیم و محمد سمعیل مالکان جنرل ایجنسی ملک کتب آنی جانی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتاب اُمّہات المومنین جو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب شایق عیسائی نے حال میں تالیف کی ہے۔ اس قدر دلفریق۔ ناشائستہ اور دلآزار کتاب ہے کہ محض اسکے خلاف تہذیب اور دلفریق ہونے کی وجہ سے اسلامی دُنیا میں ایک زلزلہ برپا ہوگیا ہے۔ عیسائیوں نے اسلام اور بانئے اسلام کی مخالفت میں کوڑیوں کتابیں بنائی ہیں لیکن ایسا غوغا کسی کتاب پر نہیں ہوا جس قدر اس ناپاک کتاب کی تصنیف پر ہوا ہے۔ مگر اُسکی وجہ یہہ نہیں کہ مصنّف اُمہات کی منطق ایسی زبردست یا کتاب ایسی لاجواب ہے کہ جس کا جواب کسی مسلمان سے ہو نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ اُسکی عبارت نہایت خلاف تہذیب۔ طرز نہایت گندی۔ پیرایہ کمال بھونڈا۔ اور الفاظ بے کر خت ہیں جس کے دیکھنے کو بھی کسی غیور طبع مسلمان کا جی نہیں چاہتا۔ مصنّف اُمّہات نے جابجا اُس سید المطہّرین و امام المعصومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس کے شان میں یزکّیہم و یعلّمہم الکتاب والحکمۃ (دنیا کو مقدس بناتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے) وارد ہے۔ صریح الفاظ میں گالیاں دی ہیں۔ اور سخت ناشائستہ

اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے کیلئے بھی کوئی اسی ظرف کا آدمی ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد شاہ شایق ہے۔ لیکن افسوس کہ بموجب ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ھی احسن کے اسلام میں کوئی شخص اسقدر گندہ دماغ اور بدتہذیب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف ہے۔ اگرچہ سنا گیا ہے کہ اس ناپاک کتاب کا جواب کئی اور صاحب بھی لکھ رہے ہیں لیکن مسلمانوں کا سخت جوش اور اضطراب دیکھکر خاکسار نے ارادہ کیا۔ کہ بطور عجالۃ الوقت کے کسی قدر خامہ فرسائی کروں۔ تاکہ ان کا جوش اور اشتعال دھیما ہو جائے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اسکا **جواب** خاکسار نے ختم کر دیا۔ اور پھر چھپنا شروع ہو گیا ✱

خاکسار کی مرضی تو پار سال ہی جواب لکھ دینے کی تھی۔ لیکن ایک تو میں اس انتظار میں رہا کہ شاید کوئی اور باحمیت مسلمان اسکا جواب لکھدے تو خاکسار سبکدوش ہو جائے۔ اور دوسرے یہہ کہ کوئی ایسا بندوبست ہو جائے کہ اسکا جواب چھپوا کر **مفت** شایع کیا جائے جس طرح پر کہ عیسائیوں نے مفت شایع کیا ہے۔ سو اگرچہ غریب مسلمانوں میں تو یہہ استطاعت کہاں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس قدر چندہ ہو گیا۔ کہ غربا اور واعظین کو یہہ کتاب مفت تقسیم کی جا سکتی ہے سو جو لوگ مفلس غربا ہیں اور واعظین سے ہوں۔ وہ ۱ ر کا ٹکٹ بھیجکر نیچے لکھے ہوئے پتہ پر خاکسار مصنف سے منگائیں۔ اور ذی استطاعت لوگ بقیمت ۸ ر میاں کریم بخش صاحب منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ سے طلب فرمائیں۔ فقط۔

خاکسار

غلام قادر از پنڈوریاں ضلع بار۔ چک نمبر ۱۲۲

سابق مدرس مشن سکول ظفروال مصنف کتاب آسمانی توپ آسمانی گرز وغیرہ

اس کتاب کے شروع میں تیمنًا و تبرکًا مولوی محمد فیروز الدین فیروز ڈسکوی کی مسدس متضمن بہ مدح قرآن شریف زیب اندراج کی جاتی ہے ✱

مسدس از فیروز ڈسکوی

در مدح قرآن شریف

کلام پاک خالق کی عجب عظمت عجب شاں ہے
کہ مثل مہر تاباں چرخ رفعت پر درخشاں ہے
نجوم آسماں کی طرح ہر اک نقطہ رخشاں ہے
مثال کہکشاں ہر ایک سطر اسکی نمایاں ہے
جمال و نور قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کلام پاک ربانی ہے جگ میں گوہر یکتا
چمک میں آفتاب آسماں ہرگز نہیں ویسا
زمین و آسماں میں جگمگاتا نور ہے اسکا
ہر اک اک نقطہ میں اسکے عیاں اللہ کا جلوہ
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

نہیں ایسا درخت پر ثمر اک باغ قدرت میں
جو خوشبو اس میں ہے ہرگز نہیں گلہای جنت میں
یہ ہر اک پھول ہے بڑھ گیا خوشبو و نکہت میں
معطر ہو گئے سارے دماغ اس سے ہی ساعت میں
بہار جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کہیں حق کے گلستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس باغ و بستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس نیر تاباں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس مہر رخشاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

زمیں پر کوئی ہو نور صداقت یا فلک پر ہو
نہ اس خورشید تاباں سی کبھی وہ نور باہر ہو
حکیمان جہاں کا قول کوئی کتنا بڑھ کر ہو
کلام پاک رحماں کے نہ پہر گز وہ ہمسر ہو

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

بشر کتنا لگائے زور اور کوشش کرے کتنی
نہ اس کے قول کو نسبت کلامِ حق سے ہو اتنی

مدد کو وہ بلائے ساتھ اپنے سب جہاں کو بھی
کہ نسبت آفتابِ چرخ کو ذرہ سے ہو جتنی

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اسکی ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

نظر آتا نہیں قرآن سا نورِ نظر ہرگز
نظیر اسکی نہ کوئی لا سکے جن و بشر ہرگز

نہ ایسا چشمِ دل کو ہے کوئی کحل البصر ہرگز
نہیں دنیا میں ایسا چاند کوئی جلوہ گر ہرگز

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑی کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اسپہ آساں ہے

کلامِ حق کو کہنا افترا اور حیل اور جھوٹا
یہ ایسا بول تمکو بولنا ہرگز نہیں زیبا

بلا شک ہے خدا کی عرش کو یہ قول لرزاتا
کلامِ پاک کی تکذیب یوں کرنا نہیں اچھا

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

مقابل میں کلام اللہ کے کیا توریت کی شاں ہے
جو بیدِ بے ثمر ہے۔ اُسمیں کیا طاقت تحیا جاں ہے

یہ انجیلِ محرّف کب کلامِ حق کو شایاں ہے
تصرف ہے بشر کا اُنمیں اور یہ قولِ انساں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

معارف اور حقایق میں فقط قرآں ہے یکتا
خدا کی ذاتِ واحد کا نہیں جس طرح پر ہمتا

نظیر اسکی نہیں ممکن تصوّر میں کبھی اصلا
کلامِ پاک کا بھی کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

خدا کے پاک قرآں سے جو منہ پھیرا ہے تم سب نے
جو اس انجیلِ محرّف کو کلامِ حق ہو تم سمجھے

جو وید و ژند کو مانو کلام حق جہالت سے — مخالف ہو گئے تم جو کلام پاک سبحاں کے

یہہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

محبت میں ہوا قرآن کے **فیروز** دیوانہ — یہی کہتا ہے ہر اک کو کہ ہو سچا یہہ پروانہ
ہر اک کو چاہیئے اس شمع کا ہو جائے پروانہ — نہ پرواہ کی خلق کو جسکو ہو کچھ اس کی پروانہ

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہی غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہوے ہو دل و جاں اُسپہ قرباں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ و نصلی

مسلمانوں کا مسیح اور عیسائیوں کا مسیح

اس سے پیشتر کہ ہم مشہور دلآزار کتاب **اُمّہات المومنین** نامی کا جواب تحریر کریں اپنے برادران اہل اسلام وغیرہ کی خدمت میں یہہ عرض کئے دیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا اصلی منشا تو بالکل **تحقیقی جوابات** دینے کا تھا۔ لیکن چونکہ جواب کی تکمیل **الزامی** اور **تحقیقی** دونو قسم کے جوابوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض طبایع کے لئے **الزامی جواب** ہی تشفی ہو جاتے ہیں اور ہے بھی یونہی کیونکہ جب ایک امر ایک فرقہ میں موجود ہونے کے باوجود عیب اور قبیح نہیں خیال کیا جاتا۔ تو دوسرے فرقہ میں وہی امر کیوں عیب اور قبیح خیال کئے جانے لگا اور محل طعن ہونے لگا اسی لئے ہمنے اس کتاب میں باوجود لزوم پہنچے **تحقیقی جوابات** کے جابجا الزامی جوابات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج طبیعتوں کو معلوم ہو جائے کہ جب وہی الٹا قسم کی باتیں خود فرقہ مسیحیہ

موجود ہیں تو دوسروں کے لئے وہ کس طرح محل طعن و عیب ہو سکتی ہیں اور اپنا شہتیر ہوتے ہوئے دوسرے کا تنکا کیوں دیکھا جاتا ہے ؟

مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں عیسائیوں کے مسیح کی نسبت ہوگا وہ سب بطور الزام کے اور اُس مسیح کی نسبت ہوگا جسکو یہ محرف اور مبدل اناجیل پیش کرتی ہیں۔ گویا الزامی جوابات میں یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کا مسیح نہ ہوگا بلکہ عیسائیوں کا مفروضہ مسیح ہوگا۔

اس بات کے اشتہار و اظہار کی یہ ضرورت پیش آئی کہ جب انجیلی یسوع کی نسبت بطور الزام کچھ کہا جاتا ہے اور جیسا یسوع مسیح اناجیل مروجہ پیش کرتی ہیں جب اسکی نسبت کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو بعض مسلمان جو فن مناظرہ سے واقف نہیں ہوتے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کی گئی ہے۔

حاشا و کلا یہ کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی کریں۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ اور اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ وجیہا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین وہ دنیا و آخرت میں ذی عزت اور خدا کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں۔ انکی والدہ مریم بتول مطہرہ اور مقدسہ عورت تھی جنکی عفت و عظمت کا اقرار ہر ایک مسلمان کا فرض ایمانی ہے۔ پس جو کچھ ہم اس کتاب میں مسیح کی نسبت تحریر کرینگے۔ وہ سب عیسائیوں کے مفروضہ اور خود تراشیدہ مسیح کی نسبت ہوگا۔ جسکو یہ انجیلیں پیش کرتی ہیں۔ نہ حضرت عیسیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو مسلمانوں کے پاک اور مقدس رسول ہیں۔ اور یہہ فرق ہر ایک مسلمان اور عیسائی کو یاد رکھنا چاہئے۔

خاکسار غلام قادر از پنڈ بدیاں تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ۔

الزامی جوابات

اُمہات المومنین کے دیباچہ کے صفحہ ۳ میں مصنف اُمہات الزامی جوابوں سے گھبرا کر یہ پیش بندی کرتا ہے کہ مسلمان لوگ معترضین عیسائیوں کے بزرگوں کی سوٗ اخلاقی دکھلا کر یہ ظاہر کرکے ستا چھوٹنا چاہتے ہیں کہ ہاں **میرا باپ کانا تھا۔ تیرا بھی کانا تھا** یہ بات بالکل غلط ہے۔ الزامی جوابات کا فائدہ تو حضرت مسیحؑ بھی انجیل میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ **دوسروں کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نہیں دیکھتا**۔ یعنی جس بات کو انسان عیب سمجھتا ہے۔ جب اپنے اندر وہ شہتیر کے برابر عیب پاتا ہے۔ تو دوسروں کے تنکے سے (یعنی ادنےٰ عیب) کو انسان کیوں دیکھے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جن باتوں کو **ڈاکٹر احمد شاہ** نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت منسوب کرکے قبایح اور معائب کی مد میں داخل کیا ہے۔ جب اس قسم کے باتیں بلکہ اس سے بڑھکر اس اپنے بزرگوں خصوصاً خدا کے بیٹے یسوع اور یسوع کے آبا و اجداد میں جو انبیاء اور رسول بھی تھے۔ پائی جاتی ہیں اور انکی نبوت اور شان میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ تو اس قسم کے اعتراضات **شایق صاحب** کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور دین اسلام پر نہیں کرنے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے غلط اور واہیات روایات کی بنا پر آنحضرت صلعم کی نسبت ایسے اعتراض کرکے حضرت مسیحؑ کے اس قول کی عمداً مخالفت کی۔ کہ **تم دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہو اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے**۔

شایق صاحب کی یہ مثال کہ اگر میرا باپ کانا تھا تو تیرا باپ بھی کانا تھا۔ یہہ مثال مذہبی معاملات میں ٹھیک نہیں۔ اصل بات یہہ ہے کہ جب مذہبی معاملات میں کسی امر میں تشارک پایا جاوے تو اس امر کو قبیح اور عیب ہی کی مد میں داخل نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ جو شخص اس قسم کے متشارک فی المذہب امر کو قبیح اور نقص کی مد میں داخل کرتا ہے

اُسکی اپنی عقل کا قصور اور فہم کا فتور ہے۔ اور تعجب ہے کہ وہ ایک خاص مذہب کو حق اور صادق اور بے عیب قرار دیکر اور اُسے اختیار کرکے اُسکی بعض باتوں کو خود ہی نقائص اور معائب کی مد میں داخل کرے ایسا کرنا تو بالکل اُسکی حماقت اور جہالت اور اپنے اختیار کردہ مذہب کو آپ عیب ناک اور پُرنقص قرار دیتا ہے۔ میرے خیال میں یہہ بات واجب اور نہایت ضروری ہے۔ کہ جس وقت کوئی شخص دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے لگے۔ اُسے پہلے یہہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ اعتراض پھر تو وارد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر وہی اعتراض خود اسکے اپنے مذہب پر بھی وارد ہوسکتا ہے تو پھر گویا اُس نے دوسرے مذہب کو عیبناک نہیں بلکہ اپنے مذہب کو اپنے منہ سے عیبناک قرار دیا ہے۔ یہہ ایک انگریزی مثل ہے کہ جو لوگ شیش محل میں رہتے ہیں اُنہیں دوسروں کی طرف پتھر پھینکنے میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہہ واقعی بہت عمدہ مقولہ ہے۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کے وقت اس بات کا ضرور خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ کہیں اُس سے بڑھکر اعتراضات کے پتھر وارد ہوکر ہمارے شیش محل ہی کے ٹوٹنے کا موجب نہ ہو جاویں۔

عیسائی یہہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اُن کے بزرگوں اور نبیوں نے کیا کیا افعال کیئے۔ کسی نے اپنی لڑکیوں سے زنا کیا۔ کسی نے اپنی بہو سے۔ کسی نے کوٹھے پر اپنے باپ کی جوروں سے زنا کیا۔ کسی نے پرائی عورت سے زنا کیا۔ اُس عورت کو لینے کے لئے اُسکے خاوند کو قتل کرایا۔ اور عورت کو جبراً چھین لیا۔ کسی نے نبی ہوکر محبت عورات میں بت پرستی شروع کردی۔ کسی نے بچھڑا پوجا کسی نے کچھ کیا کسی نے کچھ۔ خدا کے بیٹے کی دادیاں اور نانیاں زانیہ (یشوع ۲ باب۔ پیدائش ۳۸ باب ۲ سموئیل ۱۱ باب) عیسائیوں کا خدا باوجود مجرد ہونے کے غیر محرم بلکہ کسبی عورتوں سے پیار اختلاط کرتا اور عطر ملواتا رہا۔ اُن کے گھر تشریف لیجاتا رہا۔ اب یہہ سب باتیں عیسائیوں کے دلوں میں ایسی کھٹکتی ہیں کہ خار و خسک ہوکر چبھتی ہیں وہ ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے مگر یہہ لوگ باوجود نبی اور مقدس ہونے کے اس قسم کا گندہ چال چلن کیوں رکھتے رہے۔ جب بہتیرے عام لوگ اس قسم کے گناہوں سے بری ہوتے ہیں تو خدا کے نبیوں اور مقدسوں اور بیٹوں کو کیا ہوگیا۔ کہ اُن میں نور بصیرت بالکل نہیں رہا۔ اب ان باتوں کا جواب تو اگر ستر دفعہ جنم لے کر آویں تاہم عیسائیوں سے

کچھ بن نہیں پڑتا - اپنی عیب پوشی کی تدبیر صرف اسی میں دیکھتی ہے - کہ فلاں مذہب کے ننگ پر لعن کریں فلاں کی ہنسی اڑائیں - فلاں کے تنکے کو شہتیر بتائیں - بس انہی باتوں پر انکا گذارہ - اور انہی باتوں پر اُن کے دین کی اشاعت کا سہارا ہے - ورنہ یہہ اپنے مذہب کی خوبی کوئی بھی نہیں دکھا سکتے - اور سچ ہے کہ جس مذہب میں خدائی واحد کو چھوڑ ایک کی جگہ تین خدا مانے گئے اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین میں قرار دیئے گئے - اور تینوں یکساں ذات و صفات و خواص والے غیر محدود - اور پھر ایک کا ایک جس مذہب میں یہہ ہیچمدانی سی کا تماشا ہو - اس مذہب میں اور کسی خوبی کی کیا گنجایش ہے ؟

جس مذہب میں تقوی طہارت فضول شریعت پر عمل کرنا غیر ضروری - برائیوں سے بچنا نیکی کا کرنا سب لغو شریعت پر بہروسہ موجب لعنت ہے اس مذہب میں سوائے عیب بینی اور نکتہ چینی کے کوئی فضیلت یا صداقت تلاش کرنا بید سے پھل اور جھاؤ کے درخت سے انجیریں ڈھونڈھنا ہے -

عیسائی لوگ یہہ جانتے ہیں کہ اُنکا خدا اور ابن اللہ بڑا کھاؤ - اور شرابی آدمی تھا (متی ۱۱ باب ۱۹) معجزہ کے طور پر شراب بنا کر اُس نے پہلے پہل اپنا جلال ظاہر کیا - شراب کے نشہ میں ماں کی گستاخی کی (یوحنا ۲ باب) باوجود مجرد ہونے کے وہ مریم مگدلینی سے محبت رکھتا - اور اُس کا شایق اور پیارا - غیر عورات سے مانوس رہتا تھا - اب وہ ان باتوں کا جواب ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے - کہ ایک شرابی - کھاؤ - مجرد آدمی باوجود صحبت عورات فاحشہ وغیرہ کے کس طرح پاک امن اور عفیف رہ سکتا ہے - پیش بندی کے طور پر ان باتوں کے دفعیہ کی یہہ سوجھی کہ حضرت رسول اکرم صلعم پر یہہ اعتراض کر دیا - کہ اُن کے نکاح میں چند ایک بیویاں تھیں اور اُنہوں نے کسی وقت آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ ابتدا میں حضور کے ساتھ نکاح کی خواہاں تھیں - ورنہ اگر وہ غور کرتے - تو عقل بھی سمجھ لیتے - کہ کیا وہ شخص جو معجزہ سے شراب بنانیوالا - شراب کا پینے والا اور باوجود اس ام الخبائث کے پینے کے اُٹھتی ہوئی جوانی کی اُمنگ اور نشہ کے ترنگ میں بھی اس امر کا زیادہ تر ممکن ہے کہ اُسکی نسبت ایک قیاس کرنیوالا آدمی غلطی طور پر یقین کرے کہ وہ چال چلن کا [illegible] اور بدتر تھا اُس آدمی کی نسبت جس نے ساری ہی عمر اس ام الخبائث کی صورت تک نہیں دیکھی - اور غیر محرم سے اُس کا اختلاط پایہ ہرگز ہرگز ثابت ہی نہیں یوں عقیدہ کے طور پر مسیح کو پاک پاک اور معصوم معصوم پکارنا ایک امر دیگر ہے جو محض خوش اعتقادی پر مبنی ہے - ورنہ ایک جوان مجرد - کھاؤ اور شرابی آدمی کا غیر محرم اور فاحشہ جوان اور خوبصورت

عورات تک سے اختلاط رکھکر بدکاری اور بدچلنی سے مجتنب رہنا اس امر کو کوئی عقلمند باور نہیں کرسکتا۔ انبیاء سابقہ کے دستور کے موافق بعض مصالح کی وجہ سے کسی ایک نکاح کرلینا اس امر کو کوئی شخص بھی عیاشی قرار نہیں دیسکتا۔ لیکن ایک شخص کا شراب خوار ہو کر پھر نہ عورات سے اختلاط اور اُن سے عطر ملوانا اس امر کی عیاشی ہونے میں کوئی ذی عقل آدمی بھی تامل نہیں کرسکتا شراب خواری بہرحال کثیر الازدواجی ست بدرجہا بڑھکر بدچلنی اور عیاشی کا موجب ہے۔ پس شایق صاحب کا ابنی یسوع کو معصوم قرار دینا اور اس سید المعصومین و امام المطہرین کو غیر معصوم قرار دینا محض اُنکی اپنی عیاش طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبیوں کے جد امجد حضرت ابراہیم[۲] خلیل اللہ اور انبیاء بنی اسرائیل کے جد بزرگوار حضرت یعقوب[۳] اور اُن کے یسوع مسیح کے آباواجداد حضرت داؤد و سلیمان ۲ اور بیشمار انبیا کثیر الازدواج تھے۔ اور یہ کہ کسی نبی کو خدا نے کثرت ازدواج سے نہیں روکا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔ پس ان انبیا کی طرف سے تو کوئی عذر صحیح نہیں کرسکتے۔ اعتراض بیجا کے لئے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی کثرت ازدواجی کو محل اعتراض ٹھیراکر اس آڑ میں اپنے تئیں بچانا اور چھٹکارا پانا چاہتے ہیں

جس قدر اعتراضات مصنف امہات نے آنحضرت صلعم کے چال چلن اور ازواج مطہرات پر کئے ہیں اگر اُن سب روایات سے کوئی مسلمان یک لخت انکار کردے تو مسلمانوں کے لئے کیا حرج کیا نقصان[۱] ہے۔ کیونکہ وہ روایات کلام ربانی نہیں بلکہ واہی تباہی روایات کتابوں میں مندرج ملی آتیں اور اُن سے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔ لیکن محمد اکبر احمد شاہ صاحب کے خدا اور ابن خدا کے چال چلن کی نسبت جو اُن کی مقدس کتاب (انجیل) سے ظاہر ہورہا ہے۔ شایق صاحب کو کہاں جرأت ہے کہ اسکا انکار کرسکیں۔

[۱] آنحضرت صلعم کی نبوت اور اصول وعقائد دین وغیرہ کے اثبات کے لئے قرآن شریف کافی ہے اور فروعی اور فروعی مسایل کے لئے سلسلہ تواتر و تعامل کافی ہے۔ واہی تباہی روایتوں کے نہ ماننے سے جن کا ماخذ (قرآن شریف و حدیث صحیح ثابت) میں کوئی پتا نہیں۔ مسلمانوں کا کوئی ہرج نہیں ہے۔

تعجب کہ ایک شرابی اور کھاؤ پیو (متی ۱۱ باب ۱۹) کو شہوت پرست نہ کہا جائے - اور حضرت رسول کریم صلعم کی مقدس ذات کو جو محض اپنی کریمی اور سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے جو کی روٹی سیر ہو کر بھی بہت کم کھاتے بلکہ بارہا بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھے رکھتے- اُن کو شہوت پرست کہا جاتا ہے - یہہ بھی عجیب تاریکی کا زمانہ ہے - حضرت رسول کریم صلعم کی نسبت تو غلط اور غیر معتبر روایات کی بنا پر جنکا تسلیم کرنا ہمارے لئے فرض نہیں ہے - اور جو ہمارے لئے کوئی قرآن و حدیث نہیں تم نے اعتراضات کردئے اور اپنے خدا یسوع صاحب کی طرف کچھ خیال نہ کیا- جس کی حالت رونے کے قابل ہے اور تمہاری مسلمہ مقدس کتاب انجیل جسکے چال چلن کا نقشہ اس طرح کھینچتی ہے کہ باوجود عین عالم شباب اور مجرد ہونے کے وہ ایک زانیہ عورت کو یہہ موقع دیتا- کہ عین جوانی اور حسن کی حالت میں ننگے سر اس سے ملکر بیٹھے اور نہایت ناز اور نخرے سے اُسکے پاؤں پر اپنے بال ملتی- اور حرامکاری کے عطر سے اُسکے سر پر مالش کرتی- اگر یسوع کا دل بدخیالات سے پاک ہوتا تو وہ ضرور ایک کسبی عورت کو نزدیک آنے سے منع کرتا- مگر ایسے لوگ جنکو حرامکار عورتوں کے چھونے میں مزہ آتا ہے - وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے- دیکھو یسوع کو ایک غیرت مند بزرگ نے نصیحت کے طور پر روکنا چاہا- کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں- مگر یسوع نے اُس کے چہرہ کی ترش روئی سے سمجھ لیا- کہ میری اس حرکت سے یہہ شخص بیزار ہے تو رندوں کی طرح اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا اور دعویٰ کیا کہ یہہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی پایا نہیں گیا- سبحان اللہ یہہ کیا عمدہ جواب ہے یسوع صاحب ایک زناکار عورت کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے- **دعوی خدائی کا اور کام ایسے** - بھلا جو شخص **ہر وقت شراب** سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا ہے جو لوگوں میں اُس کا نام ہی یہی پڑ گیا ہے- کہ یہہ **کھاؤ پیو** ہے اس سے کسی تقوے اور نیک بختی کی اُمید ہو سکتی ہے- ہمارے **سیّد و مولا افضل الانبیا و خیر الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم** کا تقوے دیکھئے- کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں- بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے مگر کون عقلمند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھیگا

جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے۔ گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے۔ کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور کالے کالے بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشا کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اُس حالت (ذ) ن د وجد میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسکو جھڑک دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت۔ اور شراب بنانے کا ہی معجزہ کرنے والا اور پھر مجرد۔ اور ایک خوب صورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اسپر کیا دلیل ہے کہ اُس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ ایسی حالت میں یسوع کے مُنہ سے یہ بھی نہ نکلا کہ اے حرامکار عورت مجھ سے دُور رہ۔ بلکہ باتیں بنانے لگ گیا۔ اور اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا۔ اور یہ بات انجیل سے ثابت ہے۔ کہ وہ عورت طوائف میں سے تھی اور زناکاری اُسکی سارے شہر میں مشہور تھی۔ فتفکروا یا اولی الالباب ٭

مصنّف اُمّہات کے ابتدائی اعلان پر ایک نظر

مصنّف اُمّہات المومنین نے اپنی کتاب کے شروع میں اعلان مشتہر کے ضمن میں اپنی اُس کتاب پر جو اُس کے گندہ دل اور گندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ بڑا فخر کیا ہے اور ڈینگ ماری ہے کہ گویا یہ رسالہ اور اُسکی طرز بالکل جدید اور ایک شمشیر حدید ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایک بڑا بھاری لٹھ ہے جو مسلمانوں کے سر پر لگا (دیکھو اُمّہات صفحہ ۱) اور کہ دار الاسلام میں کوئی مولوی موجود نہیں کہ اس کتاب کا جواب لکھ سکے (ٹائیٹل صفحہ ۲) بیشک وہ کرسچن جن کا یہ لیاقت صرف اسی حد تک ہے کہ مسیح کا پہاڑی وعظ پڑھ کر آسمانی بادشاہت میں یوحنا نبی بلکہ حضرت موسیٰ اور داؤد وغیرہ سے بڑھ جاتے ہیں (متی ۱۱ باب ۱۱) وہ تو ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو واقعی ایک لوہے کا قلعہ سمجھے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی اس ڈینگ اور تعلی سے بہت خوش ہو گئے ہوں گے

کو واقعی ڈاکٹر صاحب نے یہہ رسالہ سنگلاخ قلعہ بنا دیا ہوگا اور شاید اس تعلی سے ڈاکٹر صاحب کا
پادریوں کے نزدیک منصب بھی بڑھ جائے لیکن جو لوگ اہل بصیرت ہیں اور عیسائیوں میں سے
بھی باخبر آدمی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بجز اسکے کہ یہہ رسالہ چند ایک عیسائی مصنفات اور
مسلمانوں کی اکثر موضوع و ضعیف روایات کا مجموعہ ہے جس کو مسلمان لوگ ایک آن میں فتح کر سکتے
ہیں وہ ڈاکٹر شائق صاحب کے اس پہاڑ کی گھاس پھوس سے بھی زیادہ منزلت نہیں سمجھتے
چونکہ ڈاکٹر صاحب کی یہہ پہلی ہی تصنیف ہے اور اس میں انہونے ہماری رسول کریم صلعم کو صریح الفاظ
میں گالیاں دی ہیں اور نہایت ہی بد تہذیبی اختیار کی ہے (جس کی حضرت مسیحؑ نے بھی ممانعت
کی ہے - اسی لیے انہونے بوجہ مرض جہل مرکب کے جو انکی طینت میں مرکوز معلوم ہوتا ہے - یہہ سمجھ
لیا - کہ مسلمان تو ایسی گندی اور نفرتی کتاب کو دیکھیں گے ہی نہیں اور جواب تک کہاں نوبت
آئے گی - چلو شیخ چلی کی طرح بڑ ہانک لیں - اور پادریوں میں فخر کا تمغہ حاصل کر لیں -
ورنہ اہل بصیرت لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہہ ہی باسی باتیں ہیں جنکا جواب مسلمان بارہا دے چکے
ہیں تحقیقی اور الزامی ہر طرح کے جواب با صواب دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے - کوئی نئی بات
اس میں نہیں ہے - پھر آگے آپ بڑے جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکھاڑے میں
سیسیوں مرد میدان موجود ہیں جو معارضہ کر سکتے ہیں سخت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو
اب تک یہہ بھی معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا ناطقہ کہاں تک بند کر رکھا ہے کہ معارضہ تو
ایک طرف مسلمانوں کے سامنے وہ کھڑے تک نہیں ہو سکتے - باوجود اس بے سروسامانی اور عدم توجہی
اہل اسلام کے عیسائیوں کی طرف سے کوئی کتاب شایع نہیں ہوتی - جس کی کئی کئی جواب مسلمانوں کی
طرف سے شایع ہوتے ہوں کاش اگر یہہ ڈاکٹر صاحب کتاب پیغام محمدی کے آخر میں کتب مناظرہ اہل اسلام
کی فہرست دیکھتے تو ایسی بڑ نہ ہانکتے - پادری عماد الدین و صفدر علی وغیرہ باوجود
قید حیات میں ہونے کے اپنی کتابوں کا جواب الجواب نہیں دے سکے اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالکر
بیٹھ رہا ہیں -

سخت افسوس کی بات ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمان لوگ صدہا بار
ان باتوں کو رد کر چکے - الزامی و تحقیقی مفصل جوابات دے چکے - اسپر بھی ڈاکٹر احمد شاہ صاحب

کی تسلی نہ ہوتی اور پھر انہیں پرانے اعتراضات اور باسی باتوں کو اکٹھا کرکے پیش کر دیا۔
ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ اس کتاب میں کوئی جدت نہیں اور ڈاکٹر صاحب کا یہ دعوی کہ یہ رسالہ بالکل ایک نیا رسالہ ہے۔ صریحاً جھوٹ معلوم ہوتا ہے سب وہی اعتراضات ہیں جو پادری فنڈر۔ عماد الدین۔ صفدر علی وغیرہ وغیرہ کر چکے ہیں اور دندان شکن جواب بارہا خود ہو چکے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔
البتہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کمال ضرور کیا ہے کہ ان متفرق اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کر کے مسیحی سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کر لی ہے اور نام مشہور ضرور کر لیا ہے۔ جس سے امید ہے کہ عیسائی دنیا میں انکی کچھ عزت بھی ہو جائے اور کوئی منصب اعلیٰ بھی نصیب ہو جائے۔ مگر اس مقدس رسول ؐ کو صریح الفاظ میں حرامکار اور زانی کہکر اور جا بجا گالیاں دیکر اور ہنسی تمسخر کر کے اپنی عاقبت بھی ضرور سنوار لی ہے جس کی جزا آپ کو قیامت کے دن خود اس احکم الحاکمین کے حضور میں ملیگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اس سے پیشتر اہل تشیع میں سے ہونگے۔ کیونکہ تبرا اور گالی گلوچ اور کتب تواریخ کے رطب و یابس روایات کی بنا پر طعن اور تمسخر انہی لوگوں کا کام ہے۔ اس سے پیشتر آپ کے تبرا بازی اور سب وطعن کے صحابہ کرام تختہ مشق ہونگے۔ اب کہ آپ نے نئی زندگی حاصل کی اور مسیح کی صلیبی موت اور لعنتی قربانی (گلتیوں ۳/۱۳) پر ایمان لا کر دین و ایمان سے فارغ ہو کر وہی تبرا بازی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شروع کر دی اور مسیح کے اس قول پر عمل کر دکھایا کہ موسیٰ کا تنکا تو نظر آتا ہے پر اپنا شہتیر کسیکو نہیں سوجھتا۔
اس زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ عجیب حال ہو رہا ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کیا کریں اور دین عیسوی کے محاسن خلق اللہ کے سامنے پیش کر کے عیسائیت کی دعوت کریں۔ انکا سارا زور ساری طاقت اسی بات میں صرف ہوتی ہے کہ دیگر ادیان کے قبائح ونقائص بیان کیا کریں حالانکہ وہ نقص بھی نہیں مگر انہوں نے یہ ٹھیکہ ضرور لے رکھا ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کو بھی نقائص کے پیرایہ میں ظاہر کریں اور عمدہ باتوں کو بھی قبیح کی شکل میں دکھائیں۔

اپنا شہتیر انکو کبھی نہیں سوجھتا پر دوسروں کا تنکا دیکھنا ضرور ہے۔ اگر کسی مذہب کی آسمانی کتاب میں کوئی نقص نہ بھی ملے تو اُن کے مذاہب کی رطب و یابس روایات ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان پر سے نقائص نکال نکال کر پیش کر دیتے ہیں۔ کاش! یہ لوگ اگر اپنے دین کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تو کس قدر خوبی کی بات ہوتی۔ لیکن ان کو تو خدا کی خودکشی نے ایسا دلیر کر رکھا ہے۔ کہ اب انہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ عقبٰے کا ڈر۔ نیک اعمال کی تو انہیں ضرورت نہیں۔ گناہ سے بچنے کی حاجت نہیں۔ اُن کے گناہ اور خطا۔ خدا کا مظلوم بیٹا۔ مسیح مصلوب پہلے اٹھا چکا اب جو چاہیں بکے جائیں۔ جتنا چاہیں کریں۔ کوئی پوچھنے والا اور حساب لینے والا نہیں ورنہ اگر یہ لوگ غور کرتے اور اپنے عقل خدا داد سے کام لیکر تدبر کو کام فرماتے تو بخوبی سمجھ لیتے۔ کہ وہ مذہب جس میں خدا خود کنواری کے پیٹ میں گھس گیا روح القدس سے وہ بیچاری حاملہ پائی گئی خدا کا بیٹا عام لوگوں کی طرح نو ماہ تک خون حیض کھاتا رہا۔ اور پھر مدت معہود کے بعد مکان مخصوص سے برآمد ہوا اور اُس کے بعد ساری عمر کھاتا پیتا۔ بول براز کرتا۔ فاحشہ عورتوں سے عطر ملواتا۔ عورتوں سے پیار کرتا۔ یہودیوں کے ڈر کے مارے چھپتا اور بھاگتا رہا۔ اور بالآخر یہودیوں کے اعتقادات اور انبیاء سابقہ کے تعلمات کے بالکل برخلاف خدائی کا دعوی کر کے کفر کے جرم میں ہلاک ہو گیا۔ طمانچے اور کوڑے کھائے اور بالآخر صلیب پر چڑھ کر مر بھی گیا۔ لعنتی بھی کہلایا اور تین دن دوزخ کی بھی ہوا کھائی اور اس حد تک ذلت اور بے عزتی اٹھائی کہ خدا دشمنوں کو بھی نصیب نہ کرے۔ خدا مانا جا رہا ہے۔ اُسے دوسرے پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ لیکن سچ ہے ایسے ڈھیٹھ لوگوں کے پاس شرم بھی نہیں پھٹکتی۔ اگر خدا کے بیٹے کی خودکشی نے ان کو گستاخ اور دلیر کر دیا۔ تو بارے دنیا ہی کی شرم انہیں دامنگیر ہوتی۔ کہ ایسی لایعنی بکواس نہ بکتے۔ لیکن یہ لوگ تو پولوس کے اس اصول کے موافق کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ ہر ایک گناہ و جرم۔ طعنہ زنی۔ عیب بینی۔ نکتہ چینی۔ لعنت ملامت کو شیر مادر کی طرح حلال و جائز سمجھے بیٹھے ہیں اور کوئی جرم اور گناہ اُن کو ضرر نہیں کر سکتا۔ تقوے۔ طہارت۔ سچائی۔ اور انصاف کو بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ورنہ اگر ان لوگوں میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو اس بات میں اچھی طرح تدبر اور غور کر لیتے کہ جن کے مذہب کی اپنی مقدس کتاب میں یہاں تک گل کھلے ہوئے ہیں کہ اس کے پیغمبر

اور بزرگ نہ صرف کثرت ازدواج کے پیرو رہے۔ بلکہ خاص اپنی بیٹیوں سے زنا کرتے رہے (پیدائش ۱۹ باب ۳۰-۳۸) اور ایسا بھی اُنکا فعل ناپاک نہ سمجھا گیا۔ بلکہ راستبازی کا نمونہ قرار دیا گیا (۲ دوم پطرس ۲ باب ۷) پھرتے پی پی کر نشہ کی حالت میں مادرزاد برہنہ ہوتے رہے (پیدائش ۹ باب) اپنی بیویوں کو بہن کہتے رہے) پیدائش ۱۲ باب ۱-۱۶) اور پھر اپنی بہنوں سے مقاربت روا رکھتے رہے (پیدائش ۲۰ باب ۷) اپنے باپ کی حرموں سے (یعنی ماؤں سے) زنا کرتے رہے (پیدائش ۳۵ باب ۱۲) اُس قسم کے لوگوں کو   دیگر مذہب پر اعتراض کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔

اُن کے خدا کے بیٹے کے دادا یہودا ابن یعقوب نے اپنی بہو تامار سے زنا کیا جس کے نطفہ مبارک سے فارص ولد الزنا پیدا ہوا جس کی نسل مقدس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا خدا اور خدا کا بیٹا یسوع پیدا ہوا (پیدائش ۳۸ باب ۱۴) (لوقا ۳ باب ۱) اُن کے خداوند یسوع کے سرابینہ قدوقا زدادا جناب داؤد نے اوریا کی عورت سے زنا کیا اور پھر اُس کے خاوند کو قتل کروا کے اُسکی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور نہ اُس سے نکاح کیا نہ کوئی مہر باندھا۔ بلکہ نعوذ باللہ ہمیشہ اُس سے زناکاری کرتا رہا اور اُس زانیہ عورت سے حضرت سلیمان ہوئے جس کی مقدس نسل سے عیسائیوں کا خدا پیدا ہوا (۲ سموئیل ۱۱ باب ۲) اور اگرچہ معمولی طور پر بائیبل میں اس کے آگے لکھ رکھا ہے کہ حضرت داؤد کا یہ فعل خداوند کی نظر میں برا ہوا لیکن اُسکا کچھ اعتبار نہیں۔ بلکہ یہ فقرہ کسی دیندار کی طرف سے پیچھے ملایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ داؤد نے تو کبھی شرارت کر کے خدا سے منہ نہیں موڑا۔ اُس کے سارے حکم اُسکے زیر نظر رہے۔ وہ بدکاری سے باز رہا اُس نے خداوند کی راہوں کی محافظت کی اور ہمیشہ وہی کیا جو خداوند کی نگاہ میں اچھا تھا (دیکھو زبور ۱۸ باب ۲۱) (۲ سموئیل ۲۲ باب ۲۲) (لوقا ۳ باب ۲۶) پس یقیناً داؤد کا یہ فعل (زنا) خداوند کی نظر میں بھلا   تھا جس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا شرمانا بالکل فضول ہے (امہات صفحہ ۱۱۹) کیونکہ خدا تو اس فعل کی تقدیس و تحسین کر چکا اور اُسی صحیفہ روزگار سے ڈاکٹر صاحب کا خدا پیدا ہوا۔

پھر عیسائیوں کے خدا کے جد امجد داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنے باپ سے باغی

ہو کر اپنے باپ کی باندیوں سے قصر کی چھت پر خیمہ کھڑا کر کے زنا کیا (۲ سموئیل ۱۶ باب ۲۰-۲۳) ہوسیع
نبی کو عیسائیوں کے خدا نے آپ ایک فاحشہ عورت سے محبت رکھنے کا پاک حکم دیا (ہوسیع ۳ باب ۱) عیسائیوں
کے داود اسلیمان نے جو مہبط وحی اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے (۱ سلاطین ۶ باب ۱۱) (۱ تواریخ ۹ ۳ باب
۵-۶) ہزار جوروان رکھیں اور آخر اپنا ایمان بھی جوروؤں کی نذر کیا۔ محبت عورات میں بت پرستی
کر کے اپنے خدا کو بھی چھوڑا (۲ سموئیل وغیرہ) عیسائیوں کا خدا آپ صیہون کی بیٹیوں کی چاندلوں
کو گنجی کر ڈالنے اور انکی اندام نہانی کو اگھاڑنے کا شایق (یسعیاہ ۳ باب ۱۷) بلکہ نقاب اتارنے اور
ٹانگ ننگی کرا کر بدن کو بھی ننگا کر دینے کا عاشق (یسعیاہ ۴۷ باب) صور کی گردن کش اور شوخ چشم
رنڈیوں کو خرچی لینے پر ابھارنے والا اور اس خرچی کو اپنے لئے اور اپنے پاک بندوں کے لئے مقدس
قرار دینے والا (یسعیاہ ۲۳ باب) حزقیل نبی کو انسان کے گو سے روٹی پکا کر کھلانے والا –
(حزقیل ۴ باب ۵-۱۲) مادرزاد ننگا پھرنے کو اعلے تہذیب کا نمونہ قرار دینے والا اور اس فعل کا شاکر –
(یسعیاہ ۲۰ باب ۱۵) بنفس نفیس ٹھنڈے باغوں میں پھرنے کا شایق (پیدایش ۳ باب ۱۸) –
انسان کے بنے ہوئے برج بابل کو دیکھنے کے لئے اترنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور ہماری حسد اور
رشک اور ڈر کے بولیوں میں اختلاف ڈالنے والا (پیدایش ۱۱ باب ۴) اور یعقوب سے کشتی لڑنے
والا اور اس کی ران کو لنگڑا کر دینے والا جس کی یادگار میں بنی اسرائیل ران کے پٹھے کی نس تا حال
نہیں کھاتے (پیدایش ۳۲ باب) ڈاکٹر احمد شاہ کے خدا کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے
پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند جس کے ساتھ بنی اسرائیل نے کھایا پیا۔ (خروج
۲۴ باب ۹) بلکہ سنگ یشب اور عقیق کی مانند (مکاشفات یوحنا ۴ باب ۲) یوسف کی جورو
روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۶) خدا کا ایک جزو کبوتر بلکہ شعلہ آتش کی مانند (متی ۱ باب
اعمال ۲ باب) سبت کی حرمت کو ذاتی غرض کے لئے توڑنے والا (انجیل ۱۲ باب) مجردی کی
حالت میں مرتھا اور اس کی بہن کو پیار کرنے والا بلکہ بہتیری عورتوں سے خدمت لینے والا
(متی ۲۷ باب) فاحشہ عورات کے مال اور خرچی سے فائدہ اٹھانے والا (لوقا ۸ باب ۳ لوقا
۷ باب ۳۹) بلکہ ایک کنجری کے بدن سے بدن لگانے والا اور عطر ملوانے والا (متی ۲۶ باب
لوقا ۹ ۴ باب ۳۸) پرلے درجہ کا عہد شکن (شمار ۱۴ باب ۳۴) بلکہ نا عاقبت اندیشی کی وجہ سے

انسان کو پیدا کر کے پچھتانے والا (پیدایش ۶ باب ۶) اور کام کرتے کرتے تھک جانے والا (خروج ۳۱ باب ۲)

پس جس مذہب کے پیشواؤں۔ مقدس نبیوں۔ خود خدا اور خدا کے بیٹے کا یہ حال ہو۔ وہ کیا منصب یا کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ دوسرے شخص پر کسی قسم کا بھی کوئی اعتراض کر سکیں۔ سخت افسوس اور بڑے ہی تاسف کی بات ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اسلام جیسے مقدس مذہب کو سلام کر کے ایسے مذہب میں مل گئے۔ جس کے انبیا۔ بلکہ خود خدا کے دادا اور دادی شریف اُن کو شرماتے ہیں اور شرم کے مارے اُن کو سر نہیں اٹھانے دیتے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ جس مذہب میں ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہو اُس سے بدتر مذہب اور کیا ہوگا اور اس مذہب کو تو کسی پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے سخت شرمانا چاہیے۔ اور آپ کا یہ شعر ؎

سنے سمجھے کہ بات حق نے دیئے گوش ہوش جسے
حق بطرف ہے کہ ہو آج نہ ہو یہ خموش

اول تو آپ کی لیاقت علمیہ اور مہارت عروضیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جو تقطیع و صحت الفاظ اور لغات کے رو سے بالکل غلط اور واہیات ہے اور آپکی جہالت کو طشت از بام کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو خدا نے گوش حق نیوش عطا فرمائے ہیں اور وہ عیسائیت کی لغویت کو اچھی طرح ظاہر کر چکے اور دین مسیحی کو پاؤں میں لتاڑ چکے ہیں۔ پس آپکی یہ تعلی بالکل فضول ہے کون مسلمان ہے جس کے گوش ہوش اس بات کو حق سمجھ سکیں کہ تین خدا بالکل ذات و صفات میں ایک دوسرے کے مساوی اور پھر تینوں ایک ہوں۔ اور پھر تین ایک میں اور ایک تین میں۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جواب دہ ہے۔ کسی کا پھانسی پانا اور وہ بھی جرم کفر میں (تین خدا کہلا کر) دوسرے کے گناہوں میں کچھ خفت نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کی بیماری دوسرے شخص کے سر پھوڑنے سے کبھی نہیں جا سکتی۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا۔ کہ دنیا گناہ کرے اور مسیح سزا اٹھائے۔ نائی خصم کرے دو ہتا چٹی بھرے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر عقل و نقل اور نظام فطرت کے بالکل برخلاف ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جس کے گوش حق نیوش اس بات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ مسیح کے سارے احکام جیسے مال کا بالکل جمع نہ کرنا۔ کل کی فکر نہ کرنا۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی اُدھر کرنا وغیرہ احکام محض نمائشی اور بالکل ناقابل التعمیل ہیں۔ جس پر نہ کبھی کسی نے عمل کیا نہ کبھی کوئی کر سکتا ہے در بغوائی ناقصی کے

وانت کمانے کے اور دکھانے کے اللہ دنیا کے تمام عیسائیوں کا ہمیشہ اس کے برخلاف عمل رہا ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ بات نہیں سمجھتا۔ کہ عیسائیوں میں تقوی (گناہوں سے بچنا) اور طہارت (نیکی کرنا) اور اعمال حسنہ بالکل فضول قرار دیئے گئے ہیں۔ اور نجات محض ایک اسی بات کی تسلیم پر ہے۔ کہ مسیح ہمارے واسطے مصلوب و ملعون ہوا۔ پس اب سب سے چھوٹے۔ نہ تو کرنے کی ضرورت ہے نہ بدی سے بچنے کی حاجت۔ ساری شریعتیں لغو سب احکام ناقابل تعمیل نیکی بدی محض نمائشی ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ×

لالچی عیسائی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں نئے عیسائیوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ٹکڑا کھانے کے لئے عیسائی ہوتے ہیں۔ اس پر مصنف امہات بہت بگڑا ہے اور سخت پیچ و تاب کھایا ہے اور اس غصہ میں اور پادریوں نے نومسلموں کو دین فروش کا خطاب دیا ہے۔

مگر مسلمانوں پر ایسا غصہ آپکا بالکل بیجا ہے۔ آپ کی تو انجیل ہی سے اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے عیسائی مذہب کی بنا لالچ اور طمع پر ہے اور سارے عیسائی اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ عیسیٰ کے ابتدائی پیرو محض طامع اور لالچی تھے جو محض دنیاوی لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب صاف اپنی تواریخ کلیسیا میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے حواریوں کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امیدیں لگا ہوا تھا۔ مسیح کے گرفتار ہونے ہی سب فوت ہو گئے۔

پس اگر انجیل کا یہ مقولہ ٹھیک ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا تو یہ عیسائی لوگ حواریوں سے کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ انکا ایمان بھی ضرور لالچ اور طمع دنیاوی پر مبنی ہونا چاہئے۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ یہ ہزارہا چوڑے چمار جنکو وام فریب میں لا کر پادری لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسکا اصلی سبب لالچ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سینکڑوں پادری جو ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اور بنگلوں میں مزے اڑاتے ہیں اگر دنیاوی غرض سے نہیں تو اور کونسی بات انکو اس بات کی طرف برانگیختہ کر رہی ہے۔ آج ہی سب کی تنخواہیں مسدود کر دی جائیں۔ پھر کوئی شخص مسیح کا سچا منادر رہ جاتے۔

تو ہم مانیں۔ اگر مصنف کا یہ دعوی صحیح ہے کہ مسیحی صرف روٹی کما کر کھانے کے واسطے بپتسما نہیں لیتے اور فی الواقعہ سچے دل سے عیسائی بنتے ہیں تو مصنف اسکا تجربہ کر دیکھیں۔ چھ ماہ کے لئے مشن کا سا کام بند کرا دیویں اور سب پادریوں اور کیٹی کمیٹیوں اور مشن ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کی تنخواہ موقوف کرا دیں پھر اگر عیسائی عیسائی رہجاویں۔ تو کل دنیا جان لے گی کہ عیسائی روٹی کے واسطے عیسائی نہیں ہوتے۔ اگر مشن بند نہیں ہو سکتے تو خود ہی مشن کی نوکریاں چھوڑ کر سرکاری ملازمتوں کی تلاش اور تجارت وغیرہ کرکے دکھاویں کہ وہ سچے عیسائی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ سچے عیسائی ہی نہیں وہ کیونکر ایسا کرینگے۔ اچھا کچھ نہ کرو۔ اسقدر ہی **اعلان** کر دو۔ کہ عیسائیوں پر بڑا اعتراض اور الزام ہے کہ وہ روٹی کمانے کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسلئے **مشن اعلان کرتا ہے**۔ کہ آیندہ جو عیسائی دین میں داخل ہونا چاہے۔ وہ سچے دل سے ہو۔ اور روٹی و مشن کی غرض سے نہ ہو۔ کیونکہ مشن کی طرف سے اسکی پرورش نہ ہوگی۔ پھر اگر کوئی عیسائی ہو گیا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ مولوی صاحب کا قول جھوٹ اور پادری صاحب سچے ہیں۔

اجی میاں تم دوسرے کے سچوں کو کیا کہتے ہو۔ اور تو اور تمہارے فخر مولانا مولوی عمادالدین صاحب بھی محض طمع دنیاوی سے یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اور آپکے بھائی نے ہی اسکا اقرار کر رہے ہیں۔ چنانچہ پادری صاحبوں کے **شمس الاخبار** مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنؤ ۱۵ - اکتوبر ۱۸۸۸ء نمبر ۵ جلد ۷ میں لکھتا ہے کہ نیاز نامہ جسکے مصنف **صفدر علی** صاحب ہیں عمادالدین کی تنخواہ لفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہوں۔ اور اگر سٹہ کی مانند پھر بند رہا۔ تو اس شخص کی بدزبانیوں اور بیہودہ گوئیوں سے ہوگا۔ جب ان کو ماہر پندرہ روپیہ کو بھی کوئی نہ پوچھے اور مشن سے ستر روپیہ ماہواری اور کوٹھی ملے۔ جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی بنا لیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہئے۔

اب آپ کو یقین آیا یا نہیں کہ عیسائی محض طمع دنیاوی سے ایمان لائے ہوتے ہیں اور سچا ایمان داران لوگوں میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے ہے۔ اور اخبار نور افشاں مطبوعہ ۲۱ فروری ۱۸۸۷ء نمبر ۷ جلد ۴ میں بحوالہ نیشنل پیپر کلکتہ لکھا ہے کہ باوجود پادری اعلی حکام کی مدد سے کچھ ہی کریں دین عیسوی کا تنزل ہو رہا ہے تو عیسائیوں کا شمار از بس کم ہوتا جاتا ہے۔ اور

سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی رذیل خاندان کی کوئی بیوہ اس گروہ میں شامل ہو جاتی ہے ان باتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دین عیسوی میں ضعف آتا جاتا ہے۔ اخبار روشن فرماتے ہیں کہ ہم یہ خبر اپنے ہندوستانی دوستوں کو سناتے ہیں کہ اب ان کو دین عیسوی کے روکنے کے لئے کچھ بے وجہ کرنے کی ضرورت نہیں انکی کوشش بے فائدہ ہونگی۔ اسلئے کہ دین عیسوی پر تنزل کا فتویٰ ہو گیا۔ خواہ پادری صاحبان کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اس ملک میں کچھ تاثیر نہ ہوگی۔ پس انہیں دی کرنے اور لوگوں کو سنانے دو۔ اہل ہند کے لئے کچھ اندیشہ کا مقام نہیں۔

مصنف امہات کے دیباچہ پر ایک نظر

تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کی اصل کتاب صرف قرآن کریم ہے جو حرف حرف گنا ہوا۔ نقطہ نقطہ شمار کیا ہوا۔ اور لفظ لفظ سلسلہ تواتر سے ثابت ہے۔ اس کے کسی حرف کسی لفظ میں موافق و مخالف کو اختلاف نہیں ہے۔ اُس کے سند لسانی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت م کے زمانہ سے متواتر سینکڑوں حافظ کلام ربانی چلے آئے۔ اور سند کتابی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت م کے زمانہ سے برابر سینکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں مجلد دنیائے اسلام کے ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں اور ہر ایک محلہ میں شیوع پذیر ہیں۔ پس ساری دنیا میں صرف ایک کتاب قرآن شریف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سلسلہ اسناد یہاں تک متصل مسلسل اور متواتر رکھتا ہے۔ کہ اُس کے کسی نقطہ کسی حرف کی قطعیت میں کسی عاقل کو ذرہ شک نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امور جلام کے تعلق یا آنحضرت م کے اخلاق کی نسبت قرآن شریف میں لکھے ہیں وہ اول درجہ پر قطعی اور یقینی طور پر ماننے کے قابل ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت م کے زمانہ میں ہی دشمن اور دوست۔ موافق و مخالف میں پھیل جاتے۔ اور ہر ایک شخص کے کان میں پہونچ جاتے تھے۔ اُن واقعات کی تسلیم میں کسی دشمن و دوست نے اس زمانہ میں ہی تامل نہیں کیا۔ نہ آنحضرت م کے زمانہ میں کسی مخالف نے اُن واقعات کی تردید میں ایک حرف تک لکھا پس یقیناً وہ واقعات خواہ آنحضرت م کی حالات زندگی کے متعلق ہوں خواہ اخلاق کے

متعلق اوّل درجہ پر ناسخ کے لائق ہیں اور جو اس کے برخلاف ہونگے وہ یقیناً جعلی بناوٹی اور قطعاً انکار کرنے کے لائق ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ جو حدیث نص قرآنی کے صریحاً مخالف ہو۔ اور کسی طرح پر قرآن شریف سے اسکی تطبیق نہ ہو سکے وہ یقیناً یقیناً موضوع اور بناوٹی ہے۔

اس تمہید کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی صفت میں یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ کہ انک لعلیٰ خلق عظیم کہ تو یقیناً اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر مخلوق ہوا ہے۔ تیرا کوئی خلق کوئی عادت شریعت الٰہی اور اخلاق اعلےٰ کے برخلاف نہیں۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا خلق قرآن کریم تھا۔ آنحضرت صلعم کا کوئی فعل کلام ربانی کے برخلاف نہیں تھا۔ آپ کے تمام عادات و اخلاق اللہ تعالےٰ کی شریعت کے مطابق اور فرمان الٰہی کے زیر حکم تھے۔ پس آنحضرت صلعم کی بعثت کی ابتدائی عمر (یعنی ۴۰ سال کی عمر تک کی چال چلن کی شہادت) تو اسی آیت سے ظاہر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ۔ میں اس نزول قرآن شریف سے پیشتر ۴۰ سال تک تم میں رہ چکا ہوں نہ میری راستبازی۔ صداقت۔ اعلےٰ چال چلن سے کوئی واقف نہیں۔ ساری عمر میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کوئی امر راستبازی۔ عفت۔ عصمت کے برخلاف نہیں کیا۔ پس جب ۴۰ سال تک میں پرلے درجہ کا راستباز۔ نیک نام صادق۔ امین تم میں مشہور رہا۔ تو اب دفعتاً اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے لگے۔ اور الہام الٰہی کا جھوٹا دعوی کرنے لگا۔

اور دعوی نبوت کے بعد آپکے چال چلن کی اعلیٰ شہادت وہ آیت ہے۔ جو سورہ نون میں ہے۔ اور جس کا ذکر پیچھے کیا گیا۔ کہ انک لعلیٰ خلق عظیم کہ تو یقیناً یقیناً اعلیٰ سے اعلےٰ اخلاق سے متخلق اور احسن صفات سے موصوف ہے۔

یہ تو قرآن شریف کی شہادت آنحضرت صلعم کی ساری عمر کے چال چلن کی نسبت ہے جس کے برخلاف نہ کبھی انہوں نے کیا اور نہ بحیثیت ایک مصلح کامل ہونے کے جس کا آپکو اقرار ہے (امہات حصہ ۵) وہ کبھی کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس شخص کی تعلیم کا کچھ لوگوں پر کبھی اثر نہیں ہو سکتا جو آپ عمداً اور صریحاً اس تعلیم کے برخلاف کرے۔ سچے مجددوں اور مصلحین کا سب سے بڑا

فرض یہ ہوتا ہے کہ پہلے اُس تعلیم پر آپ عمل کر کے نمونہ قائم کریں جسکو وہ لوگوں کے روبرو پیش کیا چاہتے ہیں پس اگر آنحضرت صلعم اپنی شریعت کا ایسا ہی خلاف کرتے - یا جعلی آیات بنا بنا کر لوگوں کے روبرو **عذر گناہ بدتر از گناہ** کے مصداق بنتے - تو آپکی تعلیم کس طرح چل سکتی - اور اُس **ریفارمیشن** میں آپ کامیاب کس طرح ہو سکتے - پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ آنحضرتؐ نے جو کچھ کیا - حکم الٰہی سے کیا اور آپکے سچے متبعین کو بھی کبھی اسبات کا شبہ نہیں ہوا - کہ آپ اپنے مطلب کے موافق آیتیں گھڑ لیتے ہیں -

ہمارا قطعی یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ کلام ربانی یعنی **قرآن کریم** میں لکھا ہے - وہی قطعیت اور یقین کا حکم رکھتا ہے - علاوہ بریں شریعت کا جس قدر حصہ سلسلہ **تواتر** سے ثابت ہے - وہ بھی قطعیت کا حکم رکھتا ہے - لیکن وہ احادیث جو صریحاً قرآن شریف کے برخلاف ہیں یا احاد روایات کبھی کسی عقیدہ و یا اصول مذہب کے قائم کرنے کے لئے بکار آمد نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی اُنکی بنا پر ہمارے مذہب پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے - بلکہ قرآن شریف کے صریح برخلاف - **احادیث یا روایات** تو یک لخت رد کرنے کے لائق ہیں -

ہماری دین کی مسلمہ کتابوں کا سلسلہ یوں ہے - کہ سب سے اول **قرآن شریف** قابل تسلیم اور اسکا ہر ہر لفظ اور ہر ہر بیان لائق یقین ہے - اس کے بعد **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** بخاری شریف بشرطیکہ اُس میں کوئی حدیث کوئی بیان صریح قرآن شریف کے بیانات کے نقیض مطلق نہ ہو - اس کے بعد **مسلم شریف** بشرطیکہ **قرآن شریف اور بخاری** کے برخلاف اُس کا کوئی بیان نہ ہو - اس کے بعد **ترمذی - ابن ماجہ موطا** وغیرہ کتب احادیث بشرطیکہ **قرآن شریف** اور **بخاری و مسلم** کو صریحاً برخلاف اُن کا کوئی بیان نہ ہو - اور باایں ہمہ ان کتب احادیث میں جو حدیث ضعیف یا احاد روایات سے ہو وہ بھی کسی دینی اصول اور دینی عقیدہ کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی پس جبکہ ہماری دینی کتابوں کا سلسلہ یہی ہے تو پھر زید و عمرو کی کتابوں اور بکر و خالد کی روایات کی بنا پر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرنا صریحاً انصاف کا خون کرنا اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص عیسائیوں کی مختلف روایات سے عیسائی مذہب پر اعتراض کرے - جس کو عیسائی

تو ہم بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور یہ ان۔ مہابھارت وغیرہ کی بنا پر آریوں پر اعتراض کرے جنکو یہ نا بچہ بھی آریہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

جب یہہ اصول تجویز ہو چکا۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی **قول** روضۃ الاحباب میں لکھا ہوا ہو خواہ مدارج النبوت میں خواہ حیات القلوب میں۔ اور خواہ تاریخ ابو الفدا میں اور تفسیر کبیر میں اور خواہ معالم التنزیل میں۔ جب وہ قرآن شریف اور حدیث صحیحہ ثابتہ کے خلاف ہوگا۔ یک لخت رد کر دیا جائیگا۔ کوئی قول اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ وہ مدارج النبوۃ یا تفسیر کبیر میں ہے۔ بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ قرآن کریم یا حدیث صحیحہ ثابتہ کے مطابق ہے۔ مسلمانوں کے دین کی اصلی کتابیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ کتب تواریخ کی واہیات یا ضعیف روایتیں جن میں سے اکثر قرآن و حدیث صحیح کے بھی صریحاً برخلاف ہیں۔

اصل یہہ ہے کہ علمائے اسلام (خدا انپر رحم کرے) سادگی سے سب روایات کو کتب تواریخ اور تفاسیر میں درج کرتے گئے ہیں۔ اُن کی تنقیح اور تنقید کا خیال نہیں کیا پر اُنہوں نے کبھی یہہ دعوی نہیں کیا کہ ہماری یہہ سب روایات و گذارشات من اوله الی آخره صحیح اور کالوحی من السماء ہیں چنانچہ مصنف اُمہات نے بحوالہ نافعہ سے شاہ عبد العزیز دہلوی رح کا قول جو صفحہ ۸ میں نقل کیا ہے۔ اُس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ روضۃ الاحباب کو بشرطیکہ الحاق و تحریف سے خالی ہو منجملہ تصانیف اہل بیت سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ وغیرہ ان کتابوں میں اپنے اپنے مطالب کے لئے الحاق اور تحریف بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی اس امر کو بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت اور بیان کیا ہے۔ پس سوائے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے۔ تو کوئی کتاب بالکل تحریف سے خالی اور نہ بکلی اغلاط و اتہام سے مبرا ہے۔

پس مصنف اُمہات کا بعض تاریخی واقعات سے انکار کر جانیکا طعن کرنا (اُمہات صفحہ ۶) اور یہہ کہنا کہ ہم ان روایات کے برخلاف بھی انہی لوگوں کی زبان سے سنا چاہیں گے۔ جنکو ان بزرگ علماء اسلام کے بزرگتر ہونے کا دعوی ہو۔ اور نیز اُن کے اقوال کے غلط ہونے پر کوئی دلیل لانے کا یارا

یہہ پیش بندی اسوقت مفید ہو سکتی ہے اگر ان بزرگ علماء نے یہہ دعوی کیا ہو

کہ ہماری ساری روایات من اولہ الی آخرہ تعداد منتہی اور متواتر یا صحیح ہیں۔ پس جب ان بزرگوں کو اپنی ساری روایات کے صحیح یا الہامی ہونے کا خود دعویٰ نہیں تو اگر کوئی شخص ان کے کلام کو تنقید و تنقیح کر کے غلط اور صحیح روایات کو جدا اور ممتاز کر دے۔ یا غلط روایات کو رد کر دے تو اس میں ان بزرگوں کی کلام کو کیا دھبا لگ سکتا ہے یا ان لوگوں کا دروغ گو یا کم علم یا جاہل یا دشمن اسلام ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے؟ انکو جو روایات ملیں برکت نیتی سے سب کی سب انہوں نے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ از راہ امانت کے طور پر ہم تک پہنچا دیں یہ آگے ایک محقق یا مجدد کا کام ہے کہ وہ حکم اور امام ہو اور صحیح کو غلط سے اور ضعیف کو قوی روایات سے جدا اور ممتاز کرے۔ اور ان بزرگوں کے بعض اقوال کے غلط یا غیر معتبر ہونے کے دلائل جو آپ پوچھتے ہیں تو وہ ہم نے ابھی بیان کر دیئے جنکے ماننے میں کسی اہل عقل کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا یعنے کہ وہ روایت کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے (جو مذہب اسلام کے اصلی ماخذ ہیں) برخلاف ہے اسلئے قابل قبول نہیں ان لوگوں کا ادب و تعظیم اور احسان شناسی ہم پر واجب ہے۔ اور ہم ان بزرگوں کی جوتی کی بھی برابری نہیں کر سکتے لیکن ان کو درج روایات میں بالکل معصوم اور ان کے اقوال کو کالوحی من السماء نہیں سمجھتے وہ بھی بشر ہی تھے اندراج روایات میں ذاتی رائیں ان میں بھی غلطی ممکن ہے وہ کوئی رسول یا ملہم تو نہیں تا ان کی ساری باتیں من اولہ الی آخرہ آسمانی کلام کی طرح قابل حجت سمجھی جائیں +

اور ان بزرگوں کے سب اقوال کے نہ ماننے پر جو آپ بطور پیش بندی ہم کو یہ سناتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایات نہ ماننے سے مسلمان لوگ ہم لوگوں کو اپنے اوپر اور ہنسائیں گے اور استہزا کرائیں گے اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ اگر ہم تحقیق کو کام میں لا کر بعد تنقید و تنقیح کسی روایت کو رد کر دیں تو ہم پر بجز آپ جیسے طینت کے آدمی کے کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارے دین کا اصلی ماخذ سب سے اول درجہ پر قرآن شریف ہے اور ثانی درجہ پر احادیث نبوی صحیحہ ثابتہ ہیں تو اگر ہم کسی کتاب یا تواریخ کی مندرجہ روایت کو قرآن و حدیث کے برخلاف پا کر یک لخت رد کر دیں تو آپ ہی فرمائیں ہم پر کون شخص ہنس سکتا ہے بلکہ اصل دین ایمان قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ تواریخ کی کتابیں مثلاً وہ جو آپ نے حضرت زینب و ام کلثوم کے عقد کے متعلق مختلف روایتیں اپنی کتاب میں درج فرمائی ہیں۔ آپ ہی فرمائیں کہ اگر ہم یک لخت رد کر دیں تو کیوں ہم غیر لوگوں کو اپنے اوپر

بنانے کے بعد کون شخص ماننے کیلئے ہمیں مجبور کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی روایت کے اس وجہ سے انکار نہیں
کرتے کہ اس سے ہمارے پیارے نبی صلعم کی ہتک ہوتی ہے بلکہ اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ اس روایت کا اصلی
ماخذ یعنی قرآن شریف واحادیث صحیح میں۔ نام ونشان نہ ہو خواہ اس روایت کو ملا باقر
اپنی کتاب میں درج کرے خواہ **جلالین**۔ والا خواہ **معالم التنزیل** والا خواہ تفسیر **بیضاوی** والا
خواہ کبیر والا ہم اس کو یکلخت رد کر دینگے اس دلیل پر کہ اس روایت کا اصل ماخذ یعنی قرآن شریف
وحدیث صحیح میں نشان تک پایا نہیں جاتا +

اس میں کچھ شک نہیں کہ تواریخ اسلامیہ میں آنحضرت صلعم اور صحابہ وغیرہ کے حالات بتفصیل درج
ہیں۔ جن میں بعض کتابیں زیادہ مستند ہیں اور بعض کم معتبر۔ بعض میں روایات کی تنقید وتنقیح کا
زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ بعض میں کم اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتابیں ہماری کتب دینیہ میں
شامل ہیں لیکن اس بات میں ذرا شک نہیں کہ کتب تواریخ یہ حیثیت ہرگز ہرگز نہیں رکھتیں۔ کہ ہم ان کو
من اولہ الی آخرہ الہامی اور کالوحی من السماء سمجھیں یا جس طرح کہ ہم قرآن شریف کے ہر ایک بیان پر
ایمان رکھتے ہیں۔ ان کتابوں کی بھی ہر ایک روایت ہر ایک نقل پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے خواہ کوئی
تواریخ کیسی ہی معتبر سمجھی جائے اس میں بھی کچھ نہ کچھ روایات ضعیف یا غیر صحیح ضرور ہونگی اور خود
ظاہر ہے کہ تواریخ میں معتبر روایات بھی ہوتی ہیں۔ غیر معتبر بھی۔ اجاد بھی ضعیف بھی بلکہ قصہ کی دلچسپی
اور تسلسل کلام کیلئے ان مورخین کو بعض جگہ کچھ اپنی طرف سے بھی بڑھانا پڑتا ہے بعض بیان کے متعلق
وہ اپنی شخصی رائے بھی ظاہر کرتے ہیں جو دوسرے کیلئے ماننی ضروری نہیں ہوتی۔ بعض وقت
اُن کے بیان یا سمجھ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک واقعہ کو کوئی کسی طرح سمجھتا ہے کوئی کسی طرح تو
کسی تواریخ کا بیان صرف ایک خاص امر کیلئے کسی طرح حجت قاطعہ اور دلیل شرعی نہیں ہو سکتا۔ نہ
کوئی عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے۔ دیکھو تاریخ فرشتہ سیر المتاخرین معتبر کو تواریخ قرار دی گئی ہیں۔ مگر تاہم
کوئی شخص ان پر ایمان نہیں لا سکتا۔ کہ یہ تواریخ من اولہ الی آخرہ ساری کی ساری سچی اور صحیح ہیں۔
جب ہم کسی تواریخ کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی قابل اعتماد ہے
جو کہ ہر ایک بیان ہر ایک روایت پر ایمان لانا اور اُسے کالوحی من السماء سمجھنا واجب ہے۔ غرض کہ ان تواریخ
پر نہ تو کوئی ایمان لا سکتا ہے اور نہ قسم کھا سکتا ہے کہ یہ شروع سے اخیر تک بالکل صادق صحیح اور

الہامی کتابوں کی طرح ہیں۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو صرف ان تواریخ کی بنا پر کوئی اعتراض قایم کرنا جن کی ہر ایک روایت کو خود کوئی مسلمان کالوحی من السما قطعی یقینی نہیں سمجھتا۔ کس قدر ظلم اور انصاف سے برخلاف ہے ہمارا تو ان کتابوں کے مضمون پر بھی خواہ شیخ عبدالحق دہلوی ہوں یا ملا باقر مجلسی یہی اعتراض ہے کہ یہ روائیں ان صاحبوں نے کہاں سے لیں۔ جن کا کتاب و سنت میں کہیں پتا نہیں تو جو لوگ ان روایتوں کی بنا پر اسلام یا بانی اسلام پر اعتراض کریں اُن کا اعتراض کرنا کس قدر انصاف سے بعید ہوگا اور یہی تفاسیر کا حال ہے۔ بیشک بعض تفاسیر بعض تفاسیر سے معتبر ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تفاسیر من اولہ الی آخرہ بالکل قابل تسلیم اور الہامی ہیں۔ ان میں بھی بعض جگہ صحیح روایات بعض جگہ ضعیف بعض جگہ محض شان نزول پیدا کرنے کے لئے قیاسی روایات بھی وضع کر دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شخصی رائیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے ہر شخص مجبور نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف سامنے پڑا ہے۔ احادیث موجود ہیں۔ محقق آدمی آپ پڑتال کر سکتا پھر کو کھرے سے پرکھ سکتا ہے۔ غرض الخواہ کوئی تواریخ ہو خواہ تفسیر جب کسی امر کی نسبت شبہ پیدا ہوگا۔ تو محمد و را ست صدا اور رسول کی کلام پر حوالہ کر کے اُس کی صحت کی جانچ کیجائیگی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا آپڑے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر کرو۔ اس بات کی بڑی دلیل کہ ہم لوگ ان تفاسیر یا تواریخ میں سے معتبر تفاسیر کو صرف بحیثیت مجموعی عمدہ اور معتبر قرار دے سکتے ہیں۔ نہ کہ ہر ایک روایت اور ہر ایک بیان کو۔ یہ ہے کہ اگر ہم ان تفاسیر وغیرہ کی ہر ایک تفسیر اور ہر ایک بیان کو الہامی کتابوں کی طرح معتبر سمجھیں۔ تو پھر ہمارے لئے بڑی دقت یہ ہوگی۔ کہ ان تفاسیر و تواریخ کی کتابوں میں بہت سے بیانات ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد واقع ہیں۔ کہ اگر ایک کو مانا جائے۔ تو دوسری کتاب کا بیان اُسے رد کرتا ہے۔ پس اگر ان تفاسیر وغیرہ کو من اولہ الی آخرہ سارے کا سارا معتبر اور مستند سمجھیں۔ تو گویا ہم عیسائیوں[1] کی طرح ایک ہی وقت متضاد باتوں پر ایمان لانے والے۔ اور ایک دوسرے کے برخلاف بات کے ماننے والے ٹھیریں

---

[1] جس طرح عیسائی اناجیل کے مختلف بیانات کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب ایک دوسرے کی ضد اور بعض ورنع ہیں +

گے - اور یہ مراحثہ باطل ہے - پس لامحالہ ہم ان روایات کی تنقیح و تنقید ہی کے لئے مجبور ہوں گے -
اور جن روایات کو صحیح عقل و نقل کے مطابق پائیں گے اُسے مان لیں گے - اور اُس کے برخلاف
روایت کو یک لخت رد کر دیں گے +

اگر ہر ایک تفسیر اور ہر ایک تواریخ من اولہ الی آخرہ مستند اور وہ لوحی من السماء سمجھی جاتی ضرور ہے
تو پھر عیسائیوں کے لئے بھی بڑی دقت واقع ہوتی - کیونکہ بلاشبہ ان کی تفاسیر و تواریخ میں ضرور
اختلاف ہے - حتی کہ خود بائبل بلکہ انجیل میں بھی سخت درجہ تضاد ہے - پس ضرور ہوگا کہ وہ بھی
ہر ایک بات ہر ایک امر کو لوحی من السماء سمجھیں - مثلاً حضرت مسیح ع انجیل میں ایک جگہ جہاں ان کی
ماں مریم شراب کی قلت کی شکایت کرتی ہے - ماں کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں - اے عورت -
مجھے تجھ سے کیا کام - اس قول کی تفسیر میں مفسر بارنس جلد اول ۲۱۹ میں لکھتے
ہیں کہ بلاشبہ مسیح ع نے یہاں ماں کی بہت گستاخی کی - ایسی کہ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ مشتمل
بر حقارت نہ ہوگا +

پس عیسائیوں کو چاہئے - کہ مسیح ع کے اس قول کی تاویل نہ کریں - بلکہ اس گستاخی کو تہ دل سے تسلیم
کریں - اس کے گناہ کے قائل ہوں - اور کفارہ سے ہاتھ دھوئیں - پس ضرور ہوا - کہ ہر ایک تفسیر و
تواریخ کے بیان کو ماخذ ہی پر حوالہ کیا جائے - اور اسی کتاب پر عرض کیا جائے - اگر وہاں سے
اُسکی تصدیق ہو - تو مان لیں - ورنہ صاف انکار کر دیں - میں حیران ہوں - کہ شائق صاحب نے ان تواریخ
کی بنا پر کیوں آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے - اور تاریخی واقعات سے آنکھ بند کرنے
کا الزام ہم کو کیوں دیا - (امہات المومنین صفحہ ۲) تاریخی واقعات سے تو کسی کو انکار نہیں - مگر اس امر
سے کس کو شک ہے کہ ان تاریخی واقعات کا سب سے پہلا ماخذ قرآن شریف ہے - جس میں آنحضرت
کی نسبت - اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ - وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے پس ایک
ریفارمر خاص کر ایسے بڑے دین کا بانی جو کلام الٰہی کے نزول کا بھی ساتھ ہی دعوےٰ کرتا ہے -
اسلام ہی کی اشاعت کے لئے سخت سے سخت مصیبتیں برداشت اٹھاتا رہا - کبھی ممکن نہیں کہ کم از
کم اپنے تئیں اخلاق شنیعہ سے بھی باز نہ رکھے اور اگر وہ ایسا ہی کرے صرف لوگوں کو نیک چلنی کی
تاکید کرے تو اس کی بات کو کون مان سکتا ہے - اور اس کا مذہب کسطرح چل سکتا ہے - کیا آنحضرت ع
نے قرآن میں آپ ہی یہود کو یہ ملامت نہیں کی - اَتَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

اکثما با فلا تعقلون - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون - کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہدایات کے ماننے والے اول المومنین اور اول المسلمین آنحضرت صلعم ہی تھے۔ اسی وجہ سے مکارم اخلاق کے متمم۔ پس جس تاریخ میں اس نے ایسا اتہامات والزامات درج ہوں۔ خواہ اس کے لکھنے والا کیسا ہی با اعتبار کیوں نہ ہو کبھی مانی نہیں جا سکتی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر ہم ان تواریخ کو کالوحی من السما سمجھ کر ان کو بالکل اپنا مدار ایمان بنا لیں تو ہم ایک ہی وقت میں دو۔ یا کئی متضاد اقوال و روایات کے ماننے والے ٹھہریں گے اور یہ بالکل خلاف عقل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو ہے اور اتعارضات قطا کے ان مختلف روایات کو یک لخت رد کر دیں گے اور اصل بیان کو قرآن وحدیث صحیح کے سامنے عرض کر کے اس کی تنقیح وتنقید کریں گے مثلاً زید و زینب کے معاملہ میں جو آپ نے یہ اقوال نقل کیے ہیں۔ صفحہ ۱۷۰ ابن بابویہ و دیگراں سند ہائے معتبر از حضرت امام رضا روایت کردہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزے برائے کارے بر خانہ زید بن حارث برفت۔ چوں داخل خانہ زید شد۔ زینب زن او را دید کہ **غسل مے کند** - پس حضرت فرمود سبحان الذی خلقک - چون زید بخانہ برگشت - زنش خبر داد کہ رسول خدا آمد و چنیں سخنی گفت و رفت۔ زید گمان کرد کہ حضرت ایں سخن را برائے ایں گفتہ است کہ حسن او حضرت را خوش آمد۔ حیات القلوب صفحہ ۵۷۳۔

اور پھر صفحہ ۴۷ میں علامہ عبدالرحمن الصفوری الشافعی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں **کانت بیضا جمیلۃ** یعنے زینب رنگ کی گوری حسین وجسیم تھی۔ پس اس کو نبی صلعم نے دیکھ پایا ایک دن بعد زید کے گھر میں۔ پس حضرت کو وہ بھلی لگی پس کہا سبحان اللہ مقلب القلوب اور یہا آنحضرت کے خصائص میں سے تھا کہ جب کسی عورت کو دیکھ پاتے اور وہ آپ کو بھلی لگ جاتی تو وہ حرام ہو جاتی اپنے شوہر پر۔ اور حرام ہو جاتا شوہر پر اس عورت کا رکھنا۔ زینب سنتی تھی اور اس نے تسبیح سن پائی۔ پس اپنے شوہر کو خبر دی۔ اس بات کی پس اس نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھکو اجازت دو تو میں اپنی عورت کو طلاق دوں حضرت نے فرمایا اپنی عورت کو اپنے پاس رکھ اور ڈر اللہ سے اب دیکھو ان دونو قصوں میں کس قدر اختلاف ہے۔ کہاں عورت کا ننگی غسل کرنا

اگر سورے ہو کے دیکھا ہے ... مصاحب کے اور اس ... سے ... باطل ہو گئے۔ کیونکہ وہ سارا اعتراض صرف اس بنا پر ہے کہ زینب ننگی نہا رہی تھی اور حضرت نے کنی روز دیکھا تھا - مگر برہنہ غسل کرتے نہ دیکھا + امہات صفحہ ۲۷ +

اور کہاں اُس کے سوتے ہونا۔ کہاں **سبحان الذی خلقک** کہنا اور کہاں **سبحان اللہ مقلب القلوب** کہنا اور اسی طرح جس جس جگہ کتاب میں یہ قصہ ہے۔ بڑے اختلاف کے ساتھ درج ہے۔ جو اس کے بناوٹی اور موضوع ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اور کسی صحیح حدیث میں تو اس کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن شریف کے اصل مضمون کے برخلاف ہے۔ جس کا کسی قدر ذکر آگے کیا جاوے گا۔ اس وقت ہماری غرض یہ ہے کہ اگر ان کتب تواریخ کو بمنزلہ بائبل یا قرآن کے ہم اپنا ایمان یا دینی اصل قرار دیں۔ تو پھر ہم ایک ہی وقت میں متضاد خیالات مختلف روایتیں۔ رطب و یابس حکایات پر ایمان لانے والے ٹھہریں گے۔ جس طرح پر کہ عیسائی لوگ ان مختلف انجیلوں پر ایمان لا رہے ہیں + +

سخت افسوس کی بات ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی فیروز الدین صاحب کی تاریخ محمدی کو بھی دیکھا۔ مگر ان کے اس نوٹ کو ملاحظہ نہ فرمایا۔ جو تاریخ محمدی کے جلد کے اول صفحہ ۳ دسم میں آٹھ برس اس سے پیشتر درج کر کے انہوں نے عیسائیوں اور [illegible] کو [illegible] ماخذ یعنی قرآن و حدیث صحیح پر اعتراض کریں یا تمام تفاسیر و تواریخ کو بلا ے اعتراض نہ قرار دیا کریں چنانچہ وہ نوٹ یہ ہے مخفی نہ رہے۔ کہ کتاب روضۃ الاحباب جو تواریخ محمدی پر دری عمادالدین کا ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روضۃ الاحباب بلکہ جس قدر مستند فارسی کی بلکہ عربی کی بھی تاریخیں ہیں۔ ساری (بالکلیہ) ماننے کے قابل نہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام مورخانہ بیان ہے ان تاریخوں کو بہیئت مجموعی خود محققین مستند نہیں سمجھتے۔ وہی تاریخ نبوی قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس کی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کر کے درج کیا ہو یا محدثین نے پرکھ لیا ہو۔ رسول خداؐ کی حدیث کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے ہر امر جس پر مخالفین نے اعتراض کیا ہو۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے۔ **اور اُس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عیسائیوں کو بھی** مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچ سمجھے۔ ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہ ہوں۔ کہ اعتراض **مسلمات** پر قابل التفات ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے۔ کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ صفحہ

۳۰ و ۴۰ تاریخ محمدی مطبوعہ خادم التعلیم پنجاب لاہور ہے ہم نقل کیا اصل عیسائی لوگ تو خود اپنی الہامی اور مقدس کتابوں کی بھی ساری روایات کو قابل تسلیم خیال نہیں کرتے۔ دیکھو نور افشاں مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۸۸۱ء نمبر ۳۰ جلد ۶۔

تو مسلمان کو ان روایات کے ماننے کے لئے جو صریحاً کلام ربانی کے برخلاف اور رطب و یابس ہیں۔ کیسے مجبور کر سکتے ہیں مسلمانوں نے انجیل متی کے نسب نامہ کو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ثابت کر دکھایا (دیکھو تردید جاریہ اس پر پادری عماد الدین نے اس نسب نامہ کو غلط مان کر الہام ہی سے خارج کر دیا۔ اب جبکہ عیسائی لوگوں کی آسمانی کتابیں اغلاط و غیر معتبر روایات سے پر نہیں تو وہ دوسرن کی معمولی روایات کو کیوں خواہ مخواہ معتبر قرار دے کر جن کو وہ اہل مذہب خود نہیں مانتے) بنائے اعتراض ٹھہرا لیتے ہیں۔

آریہ لوگوں کا امہات المومنین کی تصنیف پر خوش ہونا

آریہ لوگ کتاب امہات المومنین کی تصنیف پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس کتاب کی تصنیف سے ان کے پیغمبر کے چال چلن کی نسبت عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں۔ جو آج تک مخفی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کتاب کی تصنیف پر بڑے خوش ہوتے اور مسلمانوں کو نادم کرتے ہیں کہ کیا تمہارا پیغمبر واقعی اس خصوصیت اور ایسی چال چلن کا تھا۔ ان لوگوں کی شیخی تو ساری اسی ایک بات میں کرکری ہو جاتی ہے۔ کہ صاحب اس کتاب کی روایات و بیانات کوئی وحی نہیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے مسلمان مجبور رہوں۔ خود غرض اور قصہ خوان لوگوں سے یہ روایات گھڑیں۔ اور جیسے لوگوں نے بلا تحقیق اپنی کتابوں میں بھرتی کر دیں۔ ان میں سے بے شمار روایات کا مسلمانوں کے دین کی اصل کتابوں یعنی قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ میں پتہ تک نہیں۔ پس ان روایات کی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ اور مذہب اسلام پر کیا حرف آسکتا ہے۔ مہابھارت اور بھاگوت کی روایات پر ان کے بیانات اگر آریوں کے اصلی ویدک دھرم پر کوئی دھبا لگا سکتے ہیں۔ تو بے شک ان روایات سے بھی آنحضرت صلعم پر اور مسلمانوں کے مذہب پر حرف آسکتا ہے۔ لیکن اگر برہمنوں

کی ٹھٹری ہوئی سردا سکیں۔ پرانوں کی کہانیاں - مہابھارت کے افسانے اصل میں سہارا نہیں کوئی نقص پیدا نہیں کرسکتے تعصباً بہ غیر منقدہ و غیر محقق روایات کتب تواریخ و تفاسیر بھی اسلام اور بانئ اسلام پر کوئی حرف پیدا نہیں کرسکتیں ہاں آنحضرت صلعم کا چند ایک عورتوں سے نکاح کرنا اس بارہ میں کسی مسلمان کو تامل نہیں اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے۔ سوا اس کی نسبت اسی قدر گذارش ہے کہ اگر مسلمانوں میں صرف ایک جانب سے کثرت ازدواج ہے۔ تو آریوں میں دونوں طرف سے کثرت ازدواج ثابت ہے۔ وید کو دیکھو اس میں کیسے صاف طور پر ایک ایک عورت کو دس دس مرد تک سے نیوگ کرنے کا حکم ہے۔ اور پھر بیاہتا خاوند کے ہوتے ہوئے دوسرے مرد سے مباشرت کرانا ثابت ہے اور دوسرے میں تو کچھ انتہا ہی نہیں - چنانچہ ستیارتھ پرکاش سمولاس ۴ صفحہ ۱۱۲ - اور ستیارتھ پرکاش جلد ۱۴ ۲ میں سب کچھ موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خاوند کے مر جانے یا اس کے بیمار پڑنے سے عورت دوسرے مرد سے یا مرد دوسری عورت سے اولاد کی خواہش میں نیوگ کرے۔ ویسا ہی دوسرے مرد کے مرنے اور بیمار ہوجانے کے باعث تیسرے وغیرہ کے ساتھ نیوگ کرتے کرتے اسی طرح دسویں تک نوبت پہنچا دے - یہ وید کا حکم ہے، اسی طرح مرد کے واسطے بھی حکم ہے کہ عورت کے مر جانے پر بیوہ عورت کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت ہے اور جب وہ بیوہ مرد کی ہوجاوے یا جاوے تو بچے جنانے کے لئے دسویں عورت تک نیوگ کرے۔

پھر سب سے تعجب انگیز نیوگ کا قاعدہ جو قانون فطرت کو بلکہ انسانی غیرت کے بھی برخلاف ہے کہ اپنا خاوند تندرست مباشرت کرسکتا ہے، مگر اس کی منی قابل تولید نہیں۔ اس کے لئے وید مقدس کا حکم ہے کہ اپنی چاہتی اور پیاری بیوی کو صرف اولاد کی خاطر ۔۔۔ کے ساتھ سلا دے۔ اس کا نطفہ لیوے اور اپنا بچہ بنا وے۔

ایسا ہی حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کی حالت میں مرد یا عورت سے رہا نہ جائے تو کسی سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ ایسا ہی منکوحہ عورت کا خاوند دھرم سیکھنے کے خاطر سفر میں گیا ہو۔ تو آٹھ برس علم و فن سیکھنے تو چھ سال تجارت کی خاطر گیا ہو تو تین سال خاوند کا انتظار رکھ کے نیوگ کرے۔ جب اپنا خاوند سفر سے گھر لوٹ آوے تو نیوگی کو چھوڑ اپنے خاوند سے مل جاوے اور بھی کئی حالتوں میں نیوگ کرنا مروج ہوتا ہے جیسے کسی شخص کی بیوی کا بانجھ

تو آٹھ سال انتظار کرکے ۔ یعنی اولاد مرجاتی ہو ۔ تو دس سال انتظار کرکے ۔ سدا لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں ۔ تو گیارہ سال انتظار کرکے ۔ عورت دنگہ فساد کرتی ہو ۔ تو فوراً الگ علیحدہ ہو جائے اور یوگ کرے جیسے پتیں ہونگی ہمارے آریہ بھائیوں میں ہیں ۔ پس تعجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے صرف کثرت ازدواج پر جو ضروری اور جائز امور میں سے نہیں ہے بلکہ محض مصلحت اور تکمیل شریعت کے سبب ہے اعتراض کرتے ہیں اور اپنا شہتیر نہیں دیکھتے ۔

اُمہات المومنین کا اجمالی جواب ۔

ساری کتاب میں مصنف امہات کے آنحضرت صلعم کے چال چلن کی نسبت مفصلہ ذیل تین بڑے اعتراض ہیں ۔ جو اس سے زیادہ اور کوئی نہیں ۔ (۱) آنحضرت نے بہت سی بیویاں کرکے عیاشی و شہوت پرستی کی داد دی (۲) آنحضرت نے بعض بیویاں بحیلہ فریب یا جبر وغیرہ سے نکاح کیا ۔ (۳) بعض باتوں میں آپ نے اپنے لئے خصوصیت رکھی اور باقی امت کے لئے دوسری طرح کے احکام بنائے ۔ ان باتوں کا اجمالی جواب یہ ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم پر کثرت ازدواج کی وجہ سے عیاشی کا اعتراض اس وقت توجہ کے قابل ہے ۔ جب آپ ثابت کردیں ۔ کہ آپ صلعم کی قوم میں کثرت ازدواج کا رواج نہیں تھا ۔ اور آپ صلعم نے ملکی رواج کے برخلاف زیادہ عورتوں سے نکاح کرکے اپنے لئے وسعت پیدا کرلی ۔ یا آپ یہ ثابت کردیا کرتے کہ اگلے نبیوں میں کثرت ازدواج کا رواج نہیں تھا ۔ یا رواج تو تھا ۔ پر اُن سے کنارہ کرتے ۔ اور خدا کثرت ازدواج پر خوش نہیں تھا اور تعدد ازدواج اس کا حکم نہ تھا ۔ لیکن جب کہ آنحضرت صلعم سے پہلے تمام نبیوں میں تعدد ازدواج کا عام رواج اور ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی ۔ اور اگلے انبیاء اور امتوں میں بھی یہ دستور برابر جاری رہا ۔ اور ممانعت بالکل ثابت نہیں ۔ تو بعد آپ کا کثرت ازدواج کی نسبت اعتراض جواب دینے کے لائق تو ایک طرف توجہ کے لائق بھی نہیں ہے دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی کتاب میں خود آنحضرت کی نسبت لکھتے ہو ۔ کہ آپ تو حضرت عرب کے بادشاہ تھے (امہات صفحہ ۱۰۰) پس جو شخص ایک قوم کا بادشاہ ہو ۔ اُسے

مکر یا فریب یا جبر کی کیا ضرورت ہے۔ بادشاہوں کو اگر چاہیں تو جوروں کی کیا کمی ہو
سکتی ہے اکبر جہانگیر وغیرہ بادشاہوں کی طرف خیال کرو۔ خوشامد کی مارے ہندو لوگ
آپ بیٹیاں دے جایا کرتے تھے۔ پس ایک شخص جس کے قوائے بھی اعلے درجہ کے تندرست اور
صحیح ہوں۔ خوبصورت بھی اول درجہ کا ہو۔ قوم کا بادشاہ بھی ہو۔ نبوت کا بھی دعوی ہو
مقدس بھی تسلیم کیا جائے۔ ایسے لوگ کیا خوشی سے بیٹیاں نہیں دے سکتے۔ جو مکر یا فریب
یا جبر وغیرہ کی ضرورت پڑی۔ اس بات کو خیال میں لاؤ اور پھر خیال لاؤ کہ اس قسم کی سب
روایتوں کی تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ایک شخص جو ۴۰ سال پہلے صادق مصدوق
امین مشہور اور ممتاز قوم کا مرجع و ماوی رہ چکا ہو۔ اور دین ہی کی خاطر ۱۳ برس تک سخت سے
سخت مصیبتوں میں رہا ہو اور بادشاہ بنے مال و دولت اکٹھا کرنے اعلے سے اعلے خاندان
کی عورات سے نکاح کرنے وغیرہ کی کچھ پروا نہ رکھتا ہو۔ اور ساری جوانی خدا کی یاد۔ عبادات
شاقہ۔ ریاضات و مجاہدات تبلیغ رسالت و اشاعت توحید میں صرف کر دی ہو۔ کیا بڑھاپے
میں اور پردیس میں جا کر وہ ایسے چال چلن کا ہو سکتا ہے جیسا کہ تم ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ آخر عمر میں
تو انسان بڑا سنجیدہ اور متین ہوتا۔ اپنے چال چلن پر کسی قسم کا دھبہ لگانے سے بچتا اور
اپنے تئیں اپنی قوم کی نظر میں معزز ممتاز۔ مقدس مطہر بنانا چاہتا ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے
کہ عورات کے معاملہ میں کسی مخلص نے ذرا بھی آپ م پر طعن نہیں دھرا۔ نہ کسی کے اعتقاد
میں فرق آیا جس سے اظہر من الشمس ہے کہ ازدواج کے معاملہ میں آپ م نے جو کچھ کیا ہو گا۔ خواہ
وہ ہم تک پہنچا ہے۔ یا نہیں۔ بالکل ملکیہ قانون کے موافق اور بناوٹ سے دور ہو گا۔
اور اس سے اس قسم کی سب روایتوں کا جو آپکے تقدیس کے برخلاف بیان ہو رہی ہیں۔ غلط اور
نامعتبر ہونا بدیہی الثبوت ہے (۱) تیسرے امر کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ کسی امر میں
آپ م نے اپنے لئے خصوصیت نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالے نے اور نبیوں کی طرح آپکو بعض
امور میں خاص خاص اجازت دی اور خاص خاص احکام نازل کئے۔ بے شک ہم آپ م
پر اپنی شرع کے برخلاف کرنے کا الزام بڑے زور سے لگاتے۔ اگر قرآن شریف میں وہ احکام
خدا کی طرف سے آپکے لئے خاص ہو جاتے۔ یعنی قرآن شریف میں انکا کوئی ذکر نہ ہوتا اور

پرائیوٹ طور پر آپ بیان کر دیتے۔ کہ یہ حکم میرے لئے خاص ہو چکے ہیں۔ لیکن جب کہ جو حکم امت کے لئے ہیں۔ وہ بھی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو آپ ﷺ کے لئے خاص کئے گئے ہیں وہ بھی قرآن شریف ہی میں ہیں۔ تو آپ کو اس بات کے اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی شرع کے برخلاف کیا۔ جو حکم آپ کی امت کے لئے ہوا۔ وہ امت کے لئے شریعت۔ جو آپ کے لئے ہوا۔ وہ آپ کے لئے شرع ہے۔ پس آپ ﷺ پر شرع کی مخالفت کا الزام لگانا کسی شخص کو نہیں پہنچتا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس کی وجہ دریافت کرے کہ آنحضرت ﷺ کو بعض امور میں خصوصیت کیوں دی گئی۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ دستور ملکی اور سنت قدیمہ کے موافق چند ایک نکاح کر چکے۔ تو ارادہ الٰہی اس امر کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ جس طرح اسلام میں اور سب امور اور احکام کی تکمیل کی گئی ہے اسی طرح **ازواج** کے معاملہ میں بھی ایک تکمیل اور حد بست کر دی جائے۔ تو خدا نے ایسا کیا۔ کہ باقی امت کو تو چار ازواج تک نکاح کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے۔ کہ ان میں سے ایک جورو مر جائے تو وہ ان کے بدلے میں دوسری جورو کر سکتا ہے۔ آنحضرت کی ازواج کو بوجہ اس حقیقی ہونے کے سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ ہو چکنے کے تعظیماً اور ایا چونکہ کوئی شخص حق پیش نہیں لا سکتا۔ اور اسی وجہ سے خدا نے بھی ممانعت کر دی۔ کہ آنحضرت کی ازواج کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد کوئی شخص نکاح میں لاوے سو اس کی بجائے آنحضرت ﷺ کو اس کو کوئی نئی عورت کرنے یا بدلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی تعدد ازواج میں زیادہ تر مصلحت یہ بھی تھی۔ کہ **دین** کی اشاعت میں ان سے مدد ملے۔ اس لئے ان کے پاس باری باری کی رہنے کی بھی قید نہ رکھی گئی۔ تاکہ جس عورت کو زیادہ دیر تک مسائل دین کی تعلیم کرنی چاہیے روک نہ رہے۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کے لئے دوسرے احکام اور اپنے لئے خاص احکام بتائے۔ وہ اس بات میں غور کرے۔ کہ اگر یہ ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی۔ تو آنحضرت ﷺ کو کیا پڑی تھی۔ کہ امت کو اور طرح کے احکام سکھا کر خواہ مخواہ اپنے اوپر شرع کی مخالفت کا الزام لیتے۔ انہوں نے تعدد ازواج کو امت میں کیوں محدود کیا۔ عدل کی شرط

یہ دل لگالی - تاکہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوتا - پس جہاں تک خیال کیا جاتا ہے - اور جس قدر غور کیا جاتا ہے - صاف معلوم ہے - کہ آنحضرت ؐ کا جعل اور **افترا** نہیں بلکہ سب الٰہی احکام ہیں جن میں سے بعض اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کے لئے اُن کی حالت کے لحاظ سے خاص کئے - اور باقی سب احکام میں امت او آنحضرت ؐ کے لئے شراکت رکھی +

یہ خاص احکام صرف حضرت رسول ؐ ہی پر نازل نہیں ہوئے - بلکہ انبیاء سابقہ پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں - جیسا کہ توریت وغیرہ سے ثابت ہے حقیقت میں **نبی** اور اُس کی **امت** کی حالت ایک نہیں ہوتی **چونکہ** وہ دین کی اشاعت کا ابتدا ہوتا ہے - اس لئے مصلحۃً بعض احکام اُن کے لئے خاص کرنے پڑتے ہیں -

تعدد ازواج پر مصنف امہات کی رائے اور اُس پر بحث

مصنف **امہات** اپنی کتاب کے نمبر ۳ میں لکھتے ہیں کہ تمام عیسائی قائل ہیں کہ **عہد قدیم** میں **کثرت ازدواجی** ہن زمانہ کی **تہذیب** کے **اندازہ** سے **حلال و مشروع تھی** - بنی اسرائیل نے اس رسم کو اپنے پیشینوں کی تقلید میں جاری رکھا - اُن کے انبیاء و صلحائے اُمت نے اسکو وار کو تسلیم کیا - مگر عہد جدید میں جو **مسیح موعود** کی بعثت سے شروع ہوا اور جس نے بنی آدم کی **ترقی تہذیب** کا نیا سنہ جاری کیا - وہ رسم جو طلاق کے ساتھ ہمیشہ رہی ہٹا گئی +

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ لکھنا بالکل غلط بلکہ اغلط ہے حضرت مسیح نے تو انجیل میں کہیں نہیں فرمایا - کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہوگئی - یا توریت میں کوئی حکم بدل گیا - بلکہ صاف فرمایا ہے کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں - جو کچھ وہ تمہیں کہیں - وہ کرو - +

اور پھر فرمایا - کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ اُسے پورا کرنے آیا ہوں - اور جو کوئی توریت کے سب سے چھوٹے حکم کو ٹالتا ہے - اور ویسا ہی دوسروں کو سکھاتا ہے - آسمان

کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا (متی ۵ باب ۱۹) پس حضرت مسیح ع انبیاء سابقین
کے برخلاف کس طرح تعلیم دے سکتے تھے۔ اور موسیٰ ع کی توریت کو چھوڑ کوئی نیا حکم اس کے برخلاف
کس طرح دے سکتے تھے۔ سو وہ تو صرف توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور صرف بنی اسرائیل
کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے۔ نئی تعلیم جسقدر آنجناب کی طرف یا حواریوں کی طرف
منسوب کی جاتی ہے سب بناوٹی اور جعلی معلوم ہوتی ہے۔

اور جب کبھی یوں ہی جب سارے انبیا شریعت قدیمہ ہی کی تعلیم دیتے گئے۔ تو حضرت
مسیح ع کس طرح شرائع سابقہ کے برخلاف نئی تعلیم دے سکتے تھے۔ ایک نبی قدیم تعلیم میں معمولی
تجدید و اصلاح تو رسم زمانہ کے بموجب کر سکتا ہے۔ مگر خود شریعت ہی کو خورد و برد نہیں کر سکتا۔
پس جب مسیح ع خود بھی توریت ہی پر تعمیل کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی اسی کی تعمیل کے لئے حکم دیا
تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ توریت کے بالکل نقیض تعلیم اُن کی طرف منسوب کرنا صریح غلط ہے اب اگر
مسیح ع نے بالکل نئی تعلیم جاری کی۔ تو مسیح ع کا وہ فرمان غلط ہے۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے
نہیں آیا۔ اور اگر وہ فرمان صحیح ہے۔ تو جس قدر نئی تعلیم توریت کے برخلاف ان کی طرف منسوب
کی جاتی ہے۔ وہ غلط ہے۔ دونوں میں سے ایک بات کی تسلیم سے عیسائیوں کو چارہ نہیں۔
پس جب مسیح توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور فریسیوں و فقیہوں کے اقوال پر بھی عملدرآمد
کرنے کے لئے تاکید فرماتے رہے۔ تو آپ کا یہ فرمانا کہ مسیح نے نئی تہذیب جاری کی۔ سراسر
دروغ بے فروغ ہے۔ کیا آپ بچوں کا دل بہلاتے ہیں۔ انجیل حق کی ان اردو عبارات کو
اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

اچھا تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خاطر مان لیتے ہیں۔ کہ مسیح ع نے بقول پولوس توریت
کو عیب دار پاکر اس کا تختہ پلٹ دیا (عبرانی ۷ باب ۱۸ وغیرہ) اور اس کا قطرہ یا شوشہ تک
ایک طرف اسے تقویم پارینہ قرار دے کر اس کا نام و نشان نہ چھوڑا۔ بلکہ شریعت کو
لعنتی قرار دیا (عبرانی رومی وغیرہ) اور تہذیب کا نیا سنہ جاری کر کے تعمیل شریعت
تقوے اور طہارت۔ حلت و حرمت۔ سب کو خیرباد کہہ دیا۔ (... باب ۲) اچھا تو
فرمائیے۔ تہذیب کے اس نئے سنہ میں مسیح ع نے کہاں کہاں نعمت دی کہ دیدہ و توریت

زیادہ جوروں کا کرنا تو حرام ہے۔ مسیح نے تو یہودیوں اور فریسیوں کو زناکاری و نفاق پر ضرور جابجا کوسا اور متنبہ کیا۔ مگر یہ کہیں بھی نہ فرمایا۔ کہ اے ایک سے زیادہ نکاح کرنے والو یا بہت سی عورتیں رکھنے والو۔ تم پر افسوس۔ اگر اس حکم کا ہونا آپ کا مقصود ہوتا۔ تو ضرور صاف صاف کثرت ازدواج کو آپ اڑا دیتے۔ ہاں اسقدر تو آپ نے ضرور فرمایا۔ کہ **شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی** اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد کے پاس جا رہتی ہے۔ اس لئے ان کو یگانگت انتہا کی رکھنی چاہیئے۔ اور پیار و محبت سے یکجا رہنا چاہیئے۔ طلاق نہ دینا چاہیئے۔ (متی ۱۹ باب ۴-۵) مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح نے کثرت ازدواج کی ممانعت کی۔ بلکہ اس سے تو پہلے سے بھی کثرت ازدواجی کی تقویت ہو گئی کہ اس سے پیشتر اگر طلاق تو جائز تھی جس کی وجہ سے بقول آپکے کثرت ازدواجی میں کچھ خفت ہو سکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہیں رہی۔ جتنی شرعی جوروں ہوں۔ اپنے پاس ہی رہنی چاہیئیں۔ چنانچہ اُن فریسیوں کا جو آزمائش مسیح کے لئے آئے تھے۔ سوال بھی طلاق ہی کی بابت تھا۔ کثرت ازدواجی کے روا یا ناروا ہونے کی نسبت اُن کی کوئی گفتگو نہ تھی۔ متی ۱۹ باب ۳ دیکھو۔ اور فریسی اُسکی آزمائش کیلئے اُس کے پاس آئے۔ اور اُسے کہا کیا۔ روا ہے۔ کہ مرد **ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دیدے** ۔ اس کے جواب میں مسیح نے فرمایا۔ اور سمجھایا کہ عورت کو بسبب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہیں دینی چاہیئے۔ اس لیے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہ اس لیے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا۔ اور اپنی جورو سے ملا رہے گا۔ اور وے دو ایک تن ہونگے۔

پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے ۔

پس صاف ظاہر ہے اس جواب سے اور فریسیوں کے سوال سے اسکے سوا اور کوئی نتیجہ مستنبط نہیں ہوتا۔ کہ مسیح نے عورت اور مرد کو ایک تن ہو کر رہنے کا حکم دیا۔ اور محبت اور یگانگت رکھنے کے لئے سمجھایا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواجی کے متعلق کوئی گفتگو نہیں ہے ۔

ڈاکٹر صاحب ۔ آپ ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع میں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت

پیدا کی۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ سمجھیں۔ کہ اس سے ایک مرد کے لیے ایک ہی عورت کا ہونا نکلتا
یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانگت کی تاکید کے لیے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو ایک زوجہ رکھنے
سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ فریسیوں کا سوال کثرت ازدواجی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق نہیں
تھا۔ ان کا سوال محض **طلاق** کے متعلق تھا کہ کیا مرد کو روا ہے۔ کہ ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو
چھوڑ دے۔ اس کا جواب مسیح ؑ نے دیا کہ شروع میں خالق نے ایک مرد اور ایک عورت بنائی۔
پس ان دونوں کو یک تن اور یک قالب ہو کر رہنا چاہیئے۔ اور انسان کو یہ تعلق ہرگز توڑنا نہیں
چاہیئے +

نزول توریت سے پیشتر حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب جیسے انبیاء نے شرعاً کثرت ازدواجی
پر عمل کیا ہے۔ پس بنی اسرائیل ہی کے لیے کثرت ازدواجی جائز نہیں ہوئی۔ تا کہا جائے۔ کہ ایک ہی
مرد اور ایک ہی عورت کے الفاظ سے کثرت ازدواجی کی ممانعت مقصود ہے۔ یہ تو واقعہ نفس الامر کے خلاف ہے
کہ آغاز دنیا اور انبیاء قدیم سے کثرت ازدواجی کا رواج رہا۔ پس اس ایک ہی مرد اور ایک ہی لفظ
کے مفہوم سے یہ مغالطہ کھانا۔ کہ شروع میں ایک مرد کی ایک ہی عورت ہوتی تھی۔ ٹھیک نہیں
ہے +

فریسیوں نے مسیح ؑ سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا۔ اور اسی کا مسیح ؑ نے جواب دیا۔ پس مسیح ؑ
کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ اور
محض طلاق کی ممانعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ تو اس سے حضرت مسیح ؑ نے اپنی قوم میں کثرت ازدواجی کو
بھی وسعت دی نہ کہ گھٹایا۔ کیونکہ اس سے پیشتر آخر بنی اسرائیل میں طلاق تو تھی۔ انسان پہلی
جوروں کو چھوڑ کر نئی جورو کر سکتا تھا۔ مگر مسیح ؑ کے اس قول نے طلاق کی ممانعت قطعاً کر کے
کثرت ازدواجی کو اور بھی وسیع کیا۔ دوسرا امر تاکید کی +

اور حضرت مسیح ؑ کے اس قول سے کہ **شروع سے ایسا نہ تھا**۔ یہ مقصود نہیں کہ
شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے روا رکھی گئی۔ اور اب منسوخ ہو گئی۔ بلکہ حضرت
مسیح ؑ کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ شروع سے
کثرت ازدواجی نہ تھی۔ تو یہ تو واقعہ کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب وغیرہ سب

انبیاء عظام جو توریت سے پیشتر ہوئے ہیں۔ کثیر الازدواج تھے۔ تمام دنیا میں کثرۃ الازدواجی کا کمال رواج رہا۔ پس از شروع سے ایسا نہ تھا ان الفاظ کو مسئلہ کثرت ازدواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں +

ڈاکٹر صاحب کا قول (متی ۱۹ باب ۲۸) سے یہ سمجھنا۔ کہ انسان سخت دل ہونے سے جوروں کی تعداد بڑھاتی یہ بالکل غلط ہے۔ سخت دلی کو کثرت ازدواجی سے کوئی تعلق نہیں۔ سخت دلی کے الفاظ محض طلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ فریسیوں نے حضرت مسیح سے یہی کہا تھا۔ کہ پھر موسے نے کیوں حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دے کے چھوڑ دے۔ پس انہوں نے حضرت موسے ع کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی سو اسی کا جواب حضرت مسیح ع نے دیا تھا۔ کہ تمہاری سخت دلی کے سبب۔ تم کو جوروں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنی نزول توریت سے پیشتر طلاق قطعاً نہ تھی۔ جو عورتوں کو پاس ہی رکھنے کا حکم تھا۔ کسی طرح طلاق دینے کی اجازت نہ تھی۔ تم کو صرف تمہاری سخت دلی اور قساوت قلبی کے سبب طلاق کی اجازت ہوئی۔ کیونکہ تم لوگ عورتوں سے حسن معاشرت اور حسن سلوک نہیں کرتے۔ اس لئے تم کو طلاق کی اجازت دیدی گئی۔ کہ کسی طرح وہ عورتیں تمہارے پنجہ ظلم سے تو چھوٹ جائیں۔ ورنہ تم لوگوں سے پیشتر لوگ سخت دل نہیں تھے۔ نہ عورتوں کو ستایا کرتے۔ اور اس لیے ان میں طلاق بھی جائز نہ تھی +

پس ڈاکٹر صاحب یقیناً دیکھیں کہ کثرت ازدواجی سخت دلی کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ طلاق سخت دلی اور بُرے سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور طلاق ہی کے ساتھ سخت دلی کا تعلق ہے آپ کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ جو آپ خواہ مخواہ حضرت مسیح ع کے فرمان کے برخلاف سخت دلی کا تعلق کثرت ازدواجی کے ساتھ لگاتے ہیں +

اور ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا۔ کہ کثرت ازدواجی کی رسم ہمیشہ طلاق کے ساتھ توام ہی ہے۔ کسقدر غلط اور عظیم الشان دروغ ہے +

طلاق کا جواز تو صرف بنی اسرائیل کو ہوا (دیکھو متی ۱۹ باب ۸) اور کثرت ازدواجی حکم طلاق سے پیشتر بھی اس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت

اسحاق یعقوب وغیرہ انبیاء کثیر الازواج تھے مگر طلاق اُن نا نزدیک بالکل جائز نہ تھی - طلاق صرف بیویوں کی سخت دلی کے سبب سے مقرر ہوئی - پس طلاق اور کثرت ازدواجی کو لازم ملزوم قرار دینا کسقدر حماقت کے برخلاف اور صداقت کا خون کرنا ہے ؎

کثرت ازدواج اور طلاق لازم ملزوم ہرگز نہیں ہیں انہیں کوئی تلازم ہے - سینکڑوں لوگ کثیر الازواج ہیں مگر وہ طلاق کسی کو نہیں دیتے - مدتوں تک ہم نے دیکھا کوئی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دیتا تھا اور کبھی شخص ایک ہی عورت نکاح کرکے اُسے طلاق دیتے ہیں اور دوسری عورت نہیں کرتے - پس کثرت ازدواجی اور طلاق کو لازم ملزوم کہنا کس منطق کا نتیجہ ہے -

ڈاکٹر صاحب؛ اگر صاحب تو مجھے بھی منطق بھی پوری ہی بات ہے - کہ ارسطو اور افلاطون اور بیکن کو بھی مانتے ، کہ یادہ معمولی علوم سے بھی اسقدر جہالت اور کتاب بنانے کا ارادہ کرنا زیبا ہے ریش و فش -

جب طلاق اور کثرت ازدواجی لازم ملزوم نہ ہوئے تو ہم اسکا ثبوت ازدواجی کی - گو مسیح نے کہیں ممانعت نہیں فرمائی اور طلاق کو منع کر دیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہو گئی - نہ کہ کچھ کمی - اور اسپر ایک اور دلیل یہ ہے کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کم ہمتی کے ایک سے زیادہ بیویاں نہیں کرتے مگر اور بہت عیسائی فرقے تعدد ازدواج کو جائز رکھتے ہیں - چنانچہ امریکہ میں فرقہ مارمن ہیں اور بہت سے عیسائی بادشاہ جیسا کہ پادری زیادہ جورواں کرتے رہے ہیں - چنانچہ امام فن مناظرہ اہل کتاب نے بحر جاری ہیں ان کتابوں کو بخوبی ثابت کر دیا ہے - وہاں سے دیکھا چاہیئے -

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو پولوس رسول اپنے خطوں میں کبھی قید نہ لگاتے کہ کلیسیا کا نگہبان پادری بے عیب اور ایک جورو کا شوہر پرہیزگار صاحب تمیز شائستہ مسافر دوست ہو (اتمتاؤس ۳ باب ۲) ہب الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ اگر مسیح نے ایک سے زیادہ جورواں رکھنے سے روک دیا ہوتا - تو ایک جورو کی قید کی حاجت نہ تھی جس بات کو ایک احمق سے احمق بھی سمجھ سکتا ہے - کہ حضرت مسیح نے اپنے اس حکم ممانعت طلاق سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہیں روکا - اور یہ کہ ان ناقص عیسائیوں میں

سی جورو قبول کرنے کا عام رواج تھا تب تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوتی
کہ ایک جورو والا ہو ورنہ کوئی صاحب سمجھا ہیں کہ ایک جورو کی قید کیوں لگائی گئی اور یہ تو
بیہودہ کہ پادریوں کو ہی [illegible] عام میں کثرت ازدواجی کی ممانعت نہیں ہے تاہم مصلحتاً ایک صلاح
دی گئی ہے کہ ایک جورو رکھیں - کیونکہ ایک جورو کرنے والے دنیا کے کاروبار میں اسقدر گرفتار
نہیں ہوتے جتنے زیادہ جوروؤں والے ہیں پس یہ کوئی ممانعت نہیں - تاہم مصلحت ہے - اب
اگرچہ میں نظیریں دے سکتا ہوں کہ عیسائیوں کے بڑے عیسائی . بادشاہوں نے بہت سی بیویاں ر
[illegible] سب [illegible] کے موافق سمجھے جاتے ہیں (البرٹ
[illegible] خود [illegible] کثرت ازدواجی [illegible]
تالیف کی ہیں اور انہی پادری کثرت ازدواجی کے فتوے دیتے رہے ہیں لیکن چونکہ خود انجیل
سے کثرت ازدواجی کی اجازت ثابت ہے اور اسکی کوئی روک نہیں ہے تو کچھ ضرور نہیں ہے کہ اس
بارہ میں زیادہ خامہ فرسائی کی جائے - البتہ حیرت ہے تو اس بات پر حیرت ہے کہ مسیحؑ نے کثرت ازدواجی
کی ممانعت نہیں کی - حواری کثرت ازواج کو جائز قرار دیتے - اور مصلحتاً پادریوں کو ایک
زوجہ کرلینے کی صلاح دیتے اور مسیحؑ کے اقوال سے کثرت ازدواجی کے برخلاف کچھ نہیں
سمجھتے - عیسائی بادشاہ وغیرہ بہت سی بیویاں اور باندیاں جمع کرتے رہے - لیکن ڈاکٹر صاحب
خاک بھی نہیں سمجھتے اور مسیحؑ اور حواریوں کے بالکل برخلاف کثرت ازدواجی کو انجیل کے اصل
منشاء کے برخلاف بتاتے ہیں - ڈاکٹر کا یہ قول بھی غلط ہے کہ کثرت ازدواجی سخت دلی
کا نتیجہ ہے - بلکہ کبھی حالت میں رحم دلی کا نتیجہ بھی ہوسکتی ہے - جس زمانہ میں عورات کی کثرت
ہو اور لوگ بوجہ جنگ وغیرہ کے مارے جائیں - اس زمانہ میں کثرت ازدواجی عین
رحم کا نتیجہ ہوتی ہے - اور صاحب یہ عجیب ہے کہ انسانی سخت دلی جوروؤں
کی تعداد بڑھاتی - اور عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا - انسانی
سخت دلی سے بڑھاتی - خدا نے نہ بڑھاتی - جس نے کبھی ممانعت نہ فرمائی - بلکہ انکو برکت
دینے کا وعدہ فرمایا [illegible] رسم پر چلتے تھے (دیکھو اصلاح سہو) -
اور آپ کا قول کہ [illegible] اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا وہ کون سے عقلا ہیں جنہوں نے

طلاق سے اسکی برائی کو کم کیا۔ ان کا نام تو لیا ہوتا۔ کیونکہ تم آپ ہی تو کہتے ہو کہ حضرت مسیح نے منع
منع کیا اور کسی نے نہیں کیا (متی ۱۹ باب ۸) پس آپ کا یہ لکھنا کس قدر غلط ہے کہ عقلاء
نے کیا اور کیا وجہ کہ خداوند تعالی نے ... اس کو کم نہ کیا اور دیگر عقلا نے بھی ... شریعت کی
اتنی لمبی چوڑی کتابیں تو انبیا پر الہام کر دیں۔ اور ... ایک ... بلکہ
ہمیشہ روا رکھا اور اسپر چلنے والوں کو جنت کا وعدہ دیا۔ اور کیا سارے انبیا ... سخت
دل تھے۔ جنہوں نے کثرت ازدواج پر عمل کیا جو کہ توریت کے نزول اور حضرت موسیٰ
سے بھی پیشتر تھے وہ لوگ یہ سخت دلی کا فعل کیوں عمل میں لائے۔ حضرت مسیح کے جد امجد
حضرت ابراہیم نے کیوں تین عورتیں کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں چار
جورواں کیں۔ یہ لوگ تو سارے پیغمبروں کے سردار اور خلیل اللہ گذرے
ہیں اور تمہارے ابن اللہ کے جد امجد گذرے ہیں۔ انہوں نے یہ سخت دلی کا
اور پاک کام کیوں کیا — یہ سخن تمہاری خباثت باطنی سے ... الہام ... انبیا کو
جنکو ... برابری نہیں کر سکتے۔ سخت دل اور ...
صاحب من دنیا کی تہذیب ایک اضافی امر ہے جس کا معیار ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے اور اب
انبیا کا فعل نہایت ہی اعلیٰ اور شائستہ تھا ... انکو سخت دل ...
تو اپنے ... ہیں ... ہر فعل کی نسبت ... کرتے ہیں

اور تمہارا ... ہیں (؟!!) یہ لکھنا ...
حضرت داؤد و سلیمان کا بہت سی عورتوں کا فراہم کرنا۔ یہ قدیم روایات ...
لوگ اسکو شان بادشاہی سمجھتے تھے اور اسلامی سلاطین اب بھی سمجھتے ہیں ہم اسکو
معیوب جانتے ہیں۔ اور داؤد و سلیمان کی حمایت اس بارہ میں کرتے شرماتے ہیں اور
ہمکو جرأت نہیں کہ ہم اس عیاشی کو معجزہ یا خرق عادت کہدیں کیا یہ لطیفہ نہیں کہ تم آپ ہی اس
فعل کو اس زمانہ کی تہذیب کے رو سے حلال و مشروع بتاتے ہو اور آپ ہی اس فعل
داؤدی و سلیمانی سے شرماتے ہو اور اسکو عیاشی بتاتے ہو۔ جس کو خدا نے بھی تحسین
کی نظر سے دیکھا اور یہ تمہاری نیک بختی اور سعادت ہے کہ اپنے ابن اللہ کے جد امجد حضرت داؤد ...

کو جس کی حمایت میں آپ تعریف کرتے ہیں۔ عیاشی اور عیب ناک بتاتے ہو۔ اور آپ کے
یہ الفاظ کہ مسیح پرستی بنی آدم کی تہذیب کا نیا سنہ جاری ہوا۔

تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ تہذیب اور شائستگی سے مذہب مسیحی
کو کیا تعلق ہے جس مذہب میں تعمیل شریعت لعنت بلکہ لعنت کا موجب ہو۔ نیکی کرنا۔ بدی سے
بچنا۔ تقویٰ اور طہارت سب فضول ہو۔ اعمال رائیگان اور مفت میں نجات ملتی ہو۔ سوائے گندگی۔
بدتہذیبی۔ گالی گلوچ وغیرہ کے جواب صاحبوں کا کام ہے اور اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب میں اور کچھ نہ پایا
جاوے کیا تہذیب کی اصل یہی ہے۔ ایسی ہو سکتی ہو۔ یاد رہی ٹیلر صاحب تک تو عیسائی چال چلن۔ زناکاری۔
شرابخواری کی شکایت کرتے کرتے تھک گئے اور انہوں نے ان تین لعنتوں کو مسیحیوں کے لئے لازم
ملزوم ٹھہرایا اور آپ نئی تہذیب کا ذکر کرتے ہو۔ نئی تہذیب دیکھنے ہو۔ تو یورپ کی سوسائیٹیوں
کا اندرونی حال دربار لنڈن کے اسرار۔ پیرس کے اسرار مطالعہ کرو تو آپ کو بھی ترقی تہذیب
کے نئے سنہ کا پتہ لگ جائیگا۔

شراب نوشی قوم کوئی عیسائیوں سے بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ اور شراب وہ ام الخبائث ہے
جو تمام گناہوں۔ شرارتوں گندگیوں اور ناپاکیوں کی جڑ ہے تمام عقلمند اس کی خباثت اور
برائی پر متفق ہیں جو مذہب مسیحی کے رو سے مشروع اور جائز ہے۔ بلکہ مسیح نے معجزہ
کے طور پر سب سے پہلے شراب ہی بنائی۔ پولوس ہاضمہ کی کمزوری کے لئے اجازت دیتا ہے۔ بلکہ
عشاء ربانی میں شراب اس رسم مقدس کی ایک جزو اعظم ہے۔ پس جن لوگوں میں شراب جیسی
ام الخبائث چیز جائز ہے۔ وہ کسی قوم کو بدتہذیبی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کو تو مارے
شرم کے آپ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تکمیل شریعت
کے لئے کثرت ازدواج کا جائز ہونا ضروری تھا تاکہ خلق کو گناہوں کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔ اور
بہرحال زنا کرنے سے دوسرا نکاح کر لینا بہتر ہے اور چونکہ کثرت الازدواج انبیاء کا فعل ہے
اسلئے بجز احمق کے کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں۔ شرعی نکاح ایک آدھ کر لینا
اس میں کیا برائی اور کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شرابخواری تو ایسا ناپاکی اور بدتہذیبی کا
کام ہے کہ شرابخواری سے بڑھ کر کوئی عیاشی نہیں۔ کثرۃ الازدواج کی مذمت میں انسان

کتنا ہی مبالغہ کرے۔ مگر بہر حال شراب خواری سے اُسکا درجہ کم ہی رہیگا
شراب تو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے۔ تو بیوی یا کنیز
عورتیں ضرورت کے موافق بشرط معدل انسان کرلے تو اس میں کیا قباحت کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شرابخواری
تو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں چھوڑتی اور زنا اور عیاشی کی طرف مائل کرکے انسان کو خسر الدنیا
والآخرہ کا مصداق بنا دیتی ہے ہزارہا خاندانوں کو شراب نے تباہ کیا۔ جرائم کی تعداد بڑھائی سلطنتیں
خاک میں ملا دیں چنانچہ یورپ میں بھی شراب کی قباحتوں پر دھواں دھار لیکچر دیئے جارہے
ہیں جو اسلام میں پہلے ہی سے پہلے درجہ کی ناجائز ممنوع اور اسکی صورت تک دیکھنا حرام
ہے اب آپ ہی انصاف کریں کہ پرہیزگاری کا درجہ اسلام میں زیادہ ہے۔ یا عیسائیت میں عیسائی
تہذیب کے موافق تو زنا کی سزا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے بھی اُس زانیہ عورت
کو سزا نہیں دی تھی جسکا انجیل یوحنا کے آٹھ باب میں ذکر ہے۔ پس جس مذہب میں شرابخواری عام
رائج اور جائز ہے۔ زنا کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ مفت میں نجات ہے۔ تقوے وطہارت
کی ضرورت نہیں۔ اس مذہب سے بڑھکر اور کس مذہب میں عیاشی زیادہ ہوگی۔

عیسائیوں میں طلاق

کثیر الازدواجی کی عیسائی مذہب میں ممانعت نہ ہونے کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اور ڈاکٹر احمد شاہ
صاحب کی ساری شیخی کرکری ہو چکی۔ اب طلاق کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا جیسا
کہ ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ سچ مچ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں یا بعض حالتوں میں
عیسائی مذہب میں بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ سو یہاں تک غور کی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے افسوس ہے
کہ ایسا فاحش جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو شرم نہیں آئی۔ اور بلاشبہ آپ نے
انجیل کا حصہ بیان مسیح کا جو طلاق کے متعلق تھا قصداً چھوڑ دیا ہے۔ مسیح نے تو زنا کی حالت میں عورت
کو طلاق دینے کی اجازت دیدی ہے۔ پس اگر عورت مرد کا تعلق ایسا ہی غیر منفک تھا جیسا کہ

آپ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں ایک ہی مرد تھا اور ایک ہی عورت اور انکی مصنوعی جدائی کی جس کو طلاق سے تعبیر کرتے ہیں کوئی رعایت فطرت سے نہیں کہتے تو یہ طلاق کا حکم انجیل میں کیسا لکل آیا۔ اس سے ایک عورت اظہر من الشمس ہے اور [illegible] کہ فطرت [illegible] ہی خیال رکھا ہے اگر یہ تعلق غیر منفک ہوتا تو کبھی اور کسی حالت میں بھی طلاق جائز نہ ہوتا پس اگر ایک مخصوص حالت (یعنی زنا) کی صورت میں یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے تو بحال [illegible] اتفاقی کروتوعکی وجہ سے جبکہ مرد و زن میں نباہ کی کوئی صورت نہیں رہتی اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوتے ہیں یہ تعلق کیوں نہیں ٹوٹ سکتا کیا ایسی بدمزگی اور تنگی کی حالت میں طلاق مستحسن ہے یا یہ کہ عورت کہیں اور مرد کہیں پر طلاق ہو نہیں سکتی۔ اب مرد و عورت دونوں کو سوائے زنا کی طرف جھکنے کے اور کوئی چارہ نہیں کیونکہ تقاضائے طبعی کو تو کوئی روک نہیں سکتا سوائے بدکاری اور زنا کی فطرت کا تقاضا اور کس طرح پورا ہو سکتا ہے پس ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حکم کس قدر ناقص اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے کہ اس نے زنا کی حالت [illegible] طلاق کا حکم دیدیا ہے جو شامت نفس ہے [illegible] عورت [illegible] رواج [illegible] الفرض [illegible] وقت جو اگر دونوں میں [illegible] طلاق [illegible] ہو [illegible] ہو سکتی [illegible] کی [illegible] ہو مگر [illegible] نہیں ہو سکتا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب تو پاچکے اب [illegible] نہیں [illegible] صرف ایمان ہے نہ اعمال [illegible] کہ سب کی آپ تو زنا کرتے رہیں اور نہیں کوئی نہ پوچھے مگر جب عورت کا [illegible] تو اُسے طلاق دیدیا کریں۔ یہ بھی ایک ہوئی آپ تو جس مرد کو عورت نا پسند [illegible] ہوا وہ عورت کو خود زنا کا موقع دیا کرے گا تاکہ کسی طرح یہ بلا گلے سے اُترے پھر سب سے بڑھکر حیرت اس بات کی ہے کہ انجیل نے مرد کے لئے تو [illegible] عورت نے زنا کیا تو مرد طلاق دیدے لیکن عورت کے لئے اس بات کا

کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی اور ہرجائی ہو تو وہ بھی مرد سے تدارک قطع تعلق یا طلاق
لے سکے۔ کیا یہ صریح بے انصافی اور ظلم نہیں ہے۔ پھر آپکا یہ کہنا کہ قرآن حقوق کے برخلاف اور صریح
جھوٹ ہے کہ فطرت میں کسی ایک کی رعایت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے
کے وقت آپ عشاء ربانی کھا رہے ہیں۔ یا ہاضمہ کی کمزوری کے لئے تھوڑی سی پی رہے ہیں
جو صریح انجیل کے بھی برخلاف اناپ شناپ ہانک رہے ہیں۔ بھلا آپ یہ تو بتلائیے
کہ مرد اپنی جورو کا زنا کس طرح ثابت کرے۔ ایک مرد ہے جس نے اپنی عورت کو
ایک مرد کے ساتھ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا اور دوسرا اسوقت کوئی گواہ
شاہد نہیں۔ اب آپ بتلائیے کہ اس حالت میں وہ اس عورت سے کیا سلوک کرے۔ قانوناً
تو اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہیں یوں چھوڑ دے تو عورت پہلے
زنا کا قانونی ثبوت مانگے گی۔ سو آپ فرمائیے کہ اس حالت میں وہ اس زانیہ عورت ہی کو ساتھ
صحبت کرتا رہیگا۔ یا نہیں پس تمہارے یسوع کا یہ نص حکم یہاں بھی کسی کام نہ آیا۔
اگر آپ یہ کہیں کہ وہ اُس عورت کو بلا ثبوت وشہادت چھوڑ دے تو پھر تمام عیسائیوں کے لئے
بڑی گنجائش ہو جائیگی۔ جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام واتہام لگا دیا اور چھوڑ دیا
اس بات سے روکنے والا اُن کے لئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر آپ یہ جواب دیں کہ کوئی
شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہیں لگا سکتا۔ تو یہ محض طفل
تسلی ہے۔ جبکہ ہر ایک عیسائی کا یہ خیال ہے کہ نجات کے لئے تقوے اور طہارت اور
اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف
ہو چکے ہیں اب کوئی گناہ ضرر نہیں کر سکتا۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہی بنا پاکوں
کو (یعنی غیر عیسائیوں کے لئے) کوئی شے پاک نہیں تو ہر ایک طبع عیسائی کیوں نہ جھوٹے
الزام عورتوں کو لگا لگا کر نکالنا چاہیگا اور نئی عورات سے مزے اڑانا چاہیگا۔ آپ کو اسکا جواب
ضرور کہیں۔ یا تو اس بات کے قائل ہوں کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ یا یہ کہ
ایسی حالت میں سزا ہو گی تو مسیح کی جان مفت میں گئی۔ دونوں حالتوں میں ایک
سے چارہ نہیں ◆

پھر میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کا خدا یا ابن خدا بھی عجیب ستار العیوب ہے جو طلاق کو صرف زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے اگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے - اور تمہاری عورات کا پردہ ڈھکا رہتا - اب کہ عورات کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے - مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اُسی زانیہ کر کے پکارنا سب سے مقدم ہے - واہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہی ہو اور احکام ہوں تو ایسے ہی ہوں - انہی احکام پر ڈاکٹر صاحب فخر کر رہے ہیں کہ دنیا میں سوائے عیسائیوں کے مگر کوئی مذہب نہیں جس میں کثرت ازدواج و طلاق منع ہو بیچارے عیسائی مذہب نے تو نہ کثرت ازدواج کو روکا ہے نہ طلاق کو آپ کیوں تعلی کی لیتے ہیں اور خواہ مخواہ ڈینگ ہانکتے ہیں یہ آپکا سارا فخر بیجا ہے - بلکہ گوز شتر کا مصداق ہے انجیل کی نص تعینی بیان کر دی - اب آگے ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے -

صرف زنا ہی کی حالت میں جواز طلاق اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے عدم جواز نے عیسائیوں کو اسقدر دقت میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے خود نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے جواز و استحسان پر بڑے بڑے مضامین لکھے ہیں - اور طلاق کے متعلق بڑے بڑے قوانین مرتب کئے ہیں - چنانچہ **ڈاکٹر ملٹن صاحب** زنا کی حالت میں طلاق کے جائز ہونے اور نشوز و اعراض کی حالت میں ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہیں - وہ اس بارہ میں بالکل اسلامی مسئلہ کی طرف جھکے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اذیت اور مصیبت کا باعث ہو تو ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے کہ خدا ہے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا - میں دل کی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہوں جو اس عورت کو اپنے پاس رہنے دیتا ہے اس شخص سے جو اسکو ایسی صورتوں میں اپنے گھر سے نکال دے - ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جس میں طلاق سے زیادہ بے رحمی ہے - طلاق ایک مصیبت ہی جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کی جاتی ہے تمام معاہدے بدعہدی سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر اسپر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ ٹوٹ نہیں سکتا اور رہا یہ - یہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدوں سے مختلف ہے یعنی بقا کی شرط

سے طلاق کی اجازت دی مگر آخر اجازت تو دیدی۔ انکا ملاپ کبھی نہیں ہوا اس سبب سے کہ ہمیشہ جدائی تردد اور نزاع کے باعث سے پریشان رہیں۔

تعدد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم

اگر ساری دنیا پر توجہ کرو دنیا کی تمام قوموں اور تمام مذہبوں میں کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری پائی جاتی ہے قدیم اہل یونان میں یہ رسم جاری تھی۔ اہل روم میں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت نہ تھی۔ افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کی حمایت بلکہ سفارش لکھی۔ ہندوؤں میں منو کی دھرم شاستر کی ۹ (باب ۹ ص ۱۴) نہالک کے بموجب برہمن کو چار جورو رکھنے تک کی بھی اجازت ہے۔ سینٹ عیسائیوں نے خود تعدد ازدواج کی جواز و حمایت میں کتابیں لکھی ہیں ایسے پرانے ہیں جیسے جرمنی ہاندی مشہور جب پوپ گریگوری سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت میں دو عورتیں کرنی جائز ہیں تو پوپ نے یہ جواب دیا کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نہ کرسکے تو اس صورت میں خاوند کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے لیکن اس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبر گیری کرتا رہے۔ جان ملٹن نے انجیل سے ثابت کیا کہ تعدد ازدواج انجیل کے رو سے منع نہیں چنانچہ وہ یہ مثال لکھتا ہے کہ حزقیل ۲۳ باب میں خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں ایک تمثیلی حکایت میں ایک مرد بتایا ہے جس نے اہولہ اور اہولیبہ بہنوں سے نکاح کیا۔ اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدا تعالیٰ استعارہ میں بھی کبھی اس رسم کو اختیار نہ کرتا جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہ ہو تو ہم اسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہیں۔

انجیل میں پادریوں کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہے پر کہیں کثرت ازدواج کی ممانعت نہیں ہے پادری فنکس صاحب مشنری لکھنؤ اپنی کتاب اسلام کے صفحہ ۲۶۶ و ۲۶۷ میں فرماتے ہیں کہ تعدد ازدواج کے مقدمہ میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس عادت نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی سکوت نہیں کیا بلکہ اکثر دفعہ برکت کا وعدہ کیا جو اس پر چلتے تھے۔ یعنی کثرت ازدواج کے دستور پر۔ گاڈفری ہگنس صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہ ہوئے بہت سی بیبیاں کی ہیں جو کہ جرمن کے جد اعلیٰ تھے حالانکہ یہ بادشاہ اور باتوں میں نہایت پابند شرع تھے۔ اور یہ سب لوگ یہاں تک تعدد کی گنجائش اور ... مستغرق ہیں ... انکو اجازت پر یہاں تک تھی (ماخوذ از سیر الاسلام صفحہ ۱۹۱) استثنا ۲۱ باب ۱۵ میں دو جوروں کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود ہیں احبار ۱۸ باب ۱۸ میں دو حقیقی بہنوں کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنوں کے دوسری

عورتیں ایک ساتھ نکاح میں آسکتی ہیں

یعنی حضرت ابراہیم جیسے مقدس اور پاک نبی نے تین جوروان کیں یعنی سارہ ہاجرہ اور قطورہ حضرت
موسیٰ کی دو جوروان تھیں حضرت یعقوب کی چار جوروان تھیں حضرت سموئیل کے باپ کی دو جوروان
تھیں (۱ سموئیل ۱ باب) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی اسرائیل کا ہے حضرت داؤد کی متعدد
جوروان تھیں اور ان کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کبھی الزام نہیں لگایا (۱ سلاطین ۱۵ باب ۵)
حضرت سلیمان کی ۷۰۰ جوروان اور ۳۰۰ حرمیں تھیں (۱ سلاطین ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے بیٹے
رحبعام کی ۱۸ جوروان اور ۶۰ حرمیں تھیں (۲ تواریخ ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی
۱۴ جوروان تھیں (۲ تواریخ ۱۳ باب) حضرت جدعون کی بھی بہت سی عورتیں تھیں (قاضی ۸ باب)
اور عیسو اور یعقوب کی بھی دو دو جوروان تھیں اور عیسائیوں میں ایک فرقہ مورمن نامی ہے ان میں
عیسائی کو ۱۳ عورتیں رکھنے کی اجازت ہے اور مارٹن لوتھر نے فلپ نامی ایک رئیس کو دو جوروان
رکھنے کی اجازت دی تھی - اور بعض جگہ ایتھ لوتھر صاحب فرماتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ
جوروان تک رکھ سکتا ہے (مرآۃ الصدق صفحہ ۹۴) -

پس جب کثرت ازدواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل میں بھی اسکی ممانعت نہ ہوئی
اور تمام قوموں میں بھی مسلم ہے تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو دین و
ایمان سے فارغ اور انبیاء الٰہی کی سنت سے بیزار ہے پس شاستری صاحب نے جو رسم کثرت ازدواج کو سنت
نبی لکھا ہے (ماہاتما صفحہ ۱۰) سنت نبی نہیں بلکہ سنت انبیا لکھنا چاہیے تھا جبکہ ایسی ایسی
مقدس خدا کے مقرب رسول اس مبارک رسم پر عمل کرتے رہے تو اسکو مقدس اور مبارک فخر وہی
شخص تامل کرسکتا ہے جس میں ایمان و انصاف کی ذرا بھی بو نہیں -

پس کثرت ازدواج کی رسم تو تمام مذاہب تمام اقوام میں مروج رہی اور مروج ہے مگر مذہب اسلام نے اس رسم کو
احسن طریق پر اپنے مذہب میں کسی نئی شکل میں شامل نہیں کیا - نہ اس رسم قدیم میں کسی نئی اصلاح و تجدید کی یہ بھی
اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اسنے اس رسم میں نہایت عمدہ اور شائستہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہیں - یعنی
اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورات پر محدود کردیا یعنی اشد ضرورت کی حالت میں بھی چار سے
زیادہ عورات کا رکھنا حرام اور ناجائز قرار دیا اور پھر چار عورتوں میں بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی

نکاح کی کہ سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے۔ کہ تم کو دو یا تین یا چار عورات تک کرنا جائز ہے مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ تم پر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار ہی کرو۔ ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے۔

اگر بصورت عدم ضرورت قیامت تک کوئی شخص اس رسم پر عمل نہ کرے تو گنہگار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی بلکہ دنیا میں زیادہ تر مصروف ہونے کے ڈر کی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف ایک ہی کرے۔ یا ایک بھی نہ کرے تو اسلام اسپر کوئی جبر نہیں کرتا نہ گناہ عاید کرتا ہے۔

ہاں جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اس کے لئے ایک اور بہ شرط ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں وہ اگر ایک جورو بھی نہ کرے۔ تو اسپر کوئی تشدد و جبر نہیں۔

یہہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ تکمیل شریعت کے لئے ایک سے زیادہ عورات کی اباحت بیان کرنا امر دیگر ہے۔ مگر اسپر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنا امر دیگر۔ بلاشبہ قرآن شریف میں حسب ضرورت چار تک ازواج کرنے کی اباحت ضرور ہے مگر کسی جگہ حکم نہیں کہ ہر مرد ایک سے زیادہ بیبیاں ہی کرے۔ پس اگر اہل اسلام بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں تو انپر کوئی جبر نہیں ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکے لئے اسکی شریعت میں کوئی علاج نہیں۔ مگر اسلام میں اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا میں سینکڑوں چیزیں حلال اور مشروع ہیں مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ ان سب چیزوں کو ضرور استعمال میں لائے۔ ایسا ہی بشرط ضرورت و اقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام میں ضرور ہے مگر ضروری احکام میں سے ہرگز نہیں ہے۔

اور جس قدر تعدد ازدواج کے متعلق ثبوت ہو گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم اسلام سے پہلے ہی دنیا میں بڑے زور کے ساتھ ملکِ عرب میں بے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھی۔ اسلام نے اس رسم کو جاری نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارہ میں کیا وہ یہ کیا کہ ہر قسم کی رخنہ بندیاں کیں۔ پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا۔ اور محدود کرنے کے بعد عدل[1] کی شرط ایسی لگائی کہ مشکل کوئی شخص نکاح ثانی کی جرأت کر سکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتوں کے اس رسم کو خوشی سے کوئی کم اختیار کر سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں جو تدبیر قرآن مجید نے دنیا پر کر کے احسان کیا ہے کوئی دوسری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انصاف اور مساوات کا بھاری بوجھ گردن پر رکھ کر صرف ایک ہی بیوی کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ قانون فطرت یہ بھی چاہتا ہے کہ بعض اوقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے بانجھ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کے ایسی بیماری کے عارضہ کی وجہ سے جس سے مباشرت ہرگز ممکن نہیں جیسے بعض عورتیں خروج رحم کی جن میں بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی عورت کی جان نکلنے کا اندیشہ ہے اور کبھی کبھی دس دس سال ایسی بیمار رہتی ہیں اور بانجھ پن کا زمانہ بڑی عمر سے شروع ہونے کی وجہ سے یا اس کے جلد جلد حمل دار ہونے کی وجہ سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے تاکہ وہ عفت و عصمت کو تھام سکے۔ نظرتاً دوسری بیوی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اس قدر تعدد کے جواز کے لئے حکم دے دیا۔ اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگا دی۔ سو یہ انسان کی حالت پر رحم ہے تا وہ فطرتی ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت الٰہی حکمت کے تدارک سے محروم نہ رہے۔ پس ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف نے تعدد ازدواج کو بڑھایا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکا اس کو گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا

[1] کئی صحابہ جن کی ازدواج ایک سے زیادہ تھیں۔ اُن کے حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ ایک صحابی کی نسبت روایت ہے کہ ایک وبا میں اتفاقاً اسکی دونو جوروئیں ایک ساتھ فوت ہو گئیں۔ اسکو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ پہلے کس کو دفن کرے۔ آخر قرعہ ڈال کر جس کا نام پہلے نکلا۔ اسکو پہلے دفن کیا۔

چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا قدیم سے رواج چلا آتا تھا۔ اسکے احکام میں یعنی آنحضرت کی تعلیم نے کثرت نکاح کی طریق [illegible] اہل مشرق میں بہت [illegible] پا گیا تھا۔ کم کردیا [illegible] وہ لوگ [illegible] کثرت ازدواج کے اپنی [illegible] بھی خراب ہو [illegible] بالکل معدوم ہو [illegible] کہ آمی السابقین [illegible] شریف [illegible] اسکو [illegible] کا اثر [illegible] ممکن ہے کہ ایک شخص بانی [illegible]

[illegible] کا میدان حاصل [illegible] باعث ہوئی [illegible] بلکہ آئی تھی اور [illegible] گئی تھی۔

[illegible] میں لکھتے ہیں کہ [illegible] اسلام کی [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] انکے بعد [illegible] نہ آئی [illegible] بہت [illegible] احتیاط [illegible] ساتھ [illegible] آدمی [illegible] سے کم [illegible] ایک [illegible] آنحضرت صلعم [illegible] سب [illegible]

اور ہر ایک افراط کو دُور کر دیا گیا اور تشریح کر دی گئی کہ کن عورتوں کو کرنا چاہئے۔ اور کس حد تک اور وہ حدود مقرر کئے گئے جو عقل اور اخلاق کی برخلاف نہیں اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہیں۔ جو وہ اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہیں۔ جو اسلام کے طفیل سے انکو حاصل ہوئی۔ تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ انسان کے دل پر اس قسم کا تصرف، کہ جس نے ان شہوت پرستوں کی حالتوں کو بالکل پھیر دیا۔ بے شبہ وہ ربانی تصرف تھا۔ اور ایزک ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ وولورہیمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی۔

تعدد ازدواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا۔ اور داؤد صاحب کا دل خدا کا سا تھا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔ محمدؐ نے تعداد ازدواج کی بے حد اجازت کو محدود کر دیا۔ تعدد ازدواج کے سبب مسلمانوں میں بدکاری کم ہے۔ ہمکو خبردار رہنا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے میں ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قایم کر دیں۔

مسٹر کارلایل جو اس زمانہ کی دنیا میں ایک نہایت مشہور شخص ہے۔ اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیروورشپ کے لیکچر دوم میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں وہ حالتیں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جس کی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور بغیر معیوب پایا۔ مگر انہوں نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا۔ کہ ان کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرح سے۔ بلکہ کئی پہلو سے۔

مسٹر جان ڈیونپورٹ صاحب مانٹیگو کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں ۸ یا ۹ سال کی عمر میں نکاح کرنے کے لایق ہو جاتی ہیں پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لایق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ ۲۰ برس کی عمر میں بڑھاپا ملتی ہے

پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہو۔ کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعداد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

مسٹر ہگنیس صاحب لکھتے ہیں کہ مد قوانین انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو تعدد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کے تصور ہو سکتی ہے اور گو ہم شمالی ملکوں کے رہنے والے میانہ رو مزاج کے جاندار اس سے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دو گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں جہاں دونو برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتی ہیں۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوتی کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہیں اگر یہ بات سچ ہو تو بانی اسلام کے لئے اسبات کی کہ انہوں نے تعدد ازواج کی اجازت دی ہو۔ ایک بڑی وجہ یہی ہے اور عقلی طور پر تعدد ازواج کا ثبوت یہ ہے کہ:۔

(۱) اللہ تعالی نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہو فطرتی امر اس بات کو مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے۔

(۲) مرد و عورت کے باہمی تعلق سے اصل غرض بقائے نسل ہو اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی جوروان کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہو اور عورت دس شوہر کر کے بھی ایک بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی۔ پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں اور یہاں سے حکمت الہی اسکی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو اس نے کئی جوروں کے واسطے اور عورت کو ایک ہی جورو کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت جننے کیواسطے ہو نہ جنوانے کے واسطے اور مرد جنوانے کے واسطے ہو نہ جننے کے واسطے۔ پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جننے

کے واسطے ہے۔ اور مرد بچہ جننے کے واسطے نہیں۔ بلکہ جوروؤں
کرنے کے لئے ہے ۔

(۴) خدا نے اپنی مخلوقات سے کوئی دو چیزیں مساوی پیدا نہیں کیں دیکھو اجرام سماوی ستارے
انہار وغیرہ ہر شے کو۔ پس اسی قیاس کے بموجب ضرور ہے کہ مرد اور عورت کی حالت میں
بھی تفاوت ہو یعنی یا مرد عورت سے افضل ہو۔ یا عورت مرد سے افضل ہو۔ اور چونکہ
مرد کی فضیلت ہر حال میں اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ مرد بہت
خدمت کرنے والوں کا مستحق ہو۔ نہ اس کے خلاف عورت ۔

(۵) انجیل میں ہے کہ کوئی آدمی دو خداوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا (متی ۶ باب ۲۴)
مگر ایک خاوند بہت سے خادموں سے خدمت لے سکتا ہے۔ پس عورتیں زیادہ
مردوں کے مناسب حال ہیں نہ برعکس اس کے ۔

اب کثرت ازدواج کے ترک ہونے کے نقصانات سے بھی واقف ہونا چاہئے جس کو پڑھ کر
ڈاکٹر شایق صاحب امید ہے کہ کسی قدر شرمندہ ہو جائیں گے۔ انگلستان میں اس رسم کو ترک کرنے کے سبب
بیشمار عورتیں غیر منکوحہ بکثرت گناہ عظیم یعنی زنا اور اس کے چھپانے کے لئے قتل اطفال ولد الزنا
میں کثرت سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ چنانچہ [illegible] مورخہ ۳۱ اگست [illegible] مطبوعہ ڈبلن
سے معلوم ہوا کہ انگلینڈ خاص میں بحساب ۴۰ ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہیں
کیونکہ دس برس میں تیس ہزار معصوم قتل ہوئے۔ لاکھوں چھوٹی چھوٹی قبروں کو بھرے ہیں
مگر تین ہزار ان میں سے بے کفن دفن ہو چکے ہیں۔ بعضے گرجا گھروں میں ۔ بعض
اصطبلوں میں۔ بعض مکان کی چھتوں پر۔ بعض خالی قبرستان میں۔ بعض کوڑا کرکٹ کے
صندوقوں میں۔ بعضے نالوں میں گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانوں میں۔ خندقوں میں۔
بعضے نالوں میں۔ مکانوں کی نیو میں ریل گاڑی میں نشستگاہوں کے تلے۔ ریلوی
گھر میں جہاں اسباب رکھا جاتا ہے وہاں پوٹلی میں بند کئے ہوئے۔ کاغذ میں لپٹے
ہوئے اور راہوں اور خندقوں میں ننھی ننھی لاشیں یا نالوں میں ٹکڑے کئے ہوئے
تابدانوں میں ملتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنے بے گناہ بچے مقتول ندیوں اور دریاؤں میں

ثابت ہوگئے۔ کہ جنکا نشان بھی نہیں ملا سال گذشتہ میں لنڈن جو پایۂ تخت انگلستان کا ہے فقط اسکی گلیوں میں ۱۸۳ لاشیں ننھے ننھے بچوں کی پڑی ہوئی ملیں یہاں بہت سی ایسی عورتیں اور بعض مرد بھی ہیں جو دیکھنے میں بھلے آدمی ہیں انکا پیشہ یہہ ہے کہ بچوں کو ماؤں سے لیکر اپنے گھروں میں پالنے کو لاتے ہیں اور بھوک پیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچوں کو ہلاک کرتے ہیں بعض حرامکار مائیں ایسی ہیں جو کہ ۵۰۰ سے پونڈ تک ان قاتلوں کی نذر بخوشی کرتی ہیں .... اگرچہ ہزاروں اسقاط حمل ہوتے ہیں تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہیں تعداد میں بیشمار ہیں یہہ حال جو لکھا گیا فقط انگلنڈ کا تھا سکاٹلنڈ اور ویلز اور آیرلنڈ اس سے علیحدہ ہیں۔ ورنہ فقط ویلز میں مجھے یاد ہے کہ ایک سال عدد اولاد نکاحی سے اولاد الحرام بڑھ گئے تھے۔ از اودھ اخبار نولکشور نمبر ۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۱ء۔

امید ہے کہ تعدد ازدواج کی عدم اجازت کے نقصان سے اب تو شائق صاحب ضرور واقف ہوگئے ہونگے اور دل میں کچھ شرمائے ہونگے۔ اگرچہ ایسے آدمیوں کو شرم بھی نہیں آتی۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں نے جب کسائیوں کی روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانے کے وقت ان بزرگ پادریوں کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کے مجرد رہنے کی وجہ سے چھ ہزار حرامی بچوں کی کھوپریاں اسمیں سے نکلیں جو انہوں نے بغرض اخفاے زنا اُس تالاب میں ڈالدی تھیں۔ اور معلوم نہیں کہ زیر زمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے یہہ تو سچے واقعات ہیں جنکی تسلیم میں کسیکو تامل نہیں۔ پس اب ڈاکٹر ہمن شلہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیوں صاحب اب بھی آپکو سنت نبوی (نکاح) کی خوبی اور تعدد ازدواج کی فضیلت معلوم ہوئی ہے یا نہیں اور کیا اب بھی کہیں دنیا میں کسیکو منہ دکھاؤ گے

یہہ تو ممالک یورپ میں سے ایک مہذب ملک کی زناکاری کا حال ہے اور شراب نوشی کا یہہ حال ہے کہ ۱۳ کروڑ پونڈ کے قریب روپیہ ہر سال برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے۔ اور ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ شراب کی بدولت لندن میں صدہا خودکشی کی واردات ہوتی ہیں۔ اور خاص لندن میں شاید منجملہ ۳۰ لاکھ آدمی کے ۱۰ ہزار آدمی سے نوشیدہ نہ ہونگے۔ ورنہ سب مرد اور عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لندن کا کوئی جلسہ اور کوئی سوسائیٹی ایسی نہیں جس میں سب سے پہلے برانڈی اور اول شراب کا انتظام

کہا جاتا ہو۔ لنڈن کے بڑے بڑے کمشنر اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے
اول درجے کے نوش ہوتے ہیں (ریویو بابت یکم فروری ۱۹۱۳ء)
نامحرم لوگوں کو جوان عورتوں کا بوسہ لینا نہ صرف یہی نہیں بلکہ یورپ کی تہذیب میں ایک
امر مستحسن قرار دیا گیا۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے
کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اس قدر ہے کہ۔۔۔
الگزینڈر صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے
ہیں۔ انہیں سے ایک شخص میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ سب
دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تعدد ازدواج کے لئے عدل کا مشروط ہونا

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی نے تعدد ازدواج کی اجازت بے شک دی ہے مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ
فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم یعنی اگر تم کو
اس بات کا خوف ہو کہ کئی بی بیوں میں برابری نہ کر سکو گے تو اس صورت میں ایک ہی بی بی پر
کفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اس پر قناعت کرو۔ تا تم عدم انصاف سے بچنے کے لئے
یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل اور مساوات کلی محبت اور دلی الفت اور
معاشرت وغیرہ میں محالات سے ہے۔ بعض حالتوں میں عورت کو کئی معذوریاں ہوتی ہیں اور بعض
اوقات مرد کو کئی مجبوریاں اور عدل حقیقی ناممکنات میں سے ہے اسلئے ضرور تھا کہ اللہ تعالی اس عدل
کی تفصیل کرتا جس میں انسان عاجز ہے خود نہ ہو سکے سو وہ عدل یہی ہے کہ گو دلی الفت
اور معاشرت میں مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ بات اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبیل تکلیف مالا یطاق
ہے۔ لیکن مواجب اور حقوق۔ اور شب باشی میں سب کے ساتھ مساوات ملحوظ رکھے اور ایک
طرف زیادہ مائل اور دوسری طرف سے بے پروا نہ ہو جائے۔ چنانچہ سورہ نسا کی ۱۲۹ آیت میں
اللہ تعالی فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا

حضور نے فرمایا جو میرے بس میں ہے میں انصاف کرتا ہوں مگر دلی محبت میرے اختیار میں نہیں اور یہ بھی
فرمایا کہ جو شخص دو بیویوں میں انصاف نہ کریگا تو قیامت کو آدھی دھڑ سے اٹھے گا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ یعنی لغو اور تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت۔ دلی الفت
معاشرت اور ہر ایک امر میں برابری اور عدل حقیقی تو محال ہے۔ لیکن وہ **عدل** جو انسان
کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ فلا
تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ یعنی انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے۔ کہ دوسری
معلقہ ہو جاوے یعنی نہ بیاہی ہو اور نہ مطلقہ۔ بلکہ دونوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب
اور حقوق اور حسن معاشرت اور شب باشی وغیرہ میں جہاں تک حد اختیار کے اندر ہے۔ سبکو
برابر سمجھے اور ساری حد تک ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا یہی **تقوی** کی راہ ہے۔ جیسا
کہ اللہ تعالی تقوی کی نسبت بھی ایک جگہ فرماتا ہے **واتقوا اللہ حق تقاتہ** اس سے اتنا
ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کر دی۔ کہ فاتقوا اللہ ما استطعتم کہ جہاں تک تمہاری وسعت
ہے۔ وہاں تک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے بہرحال شب باشی خرچ اخراجات و مواجب و
حقوق میں سبکو مساوی رکھنا جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے
لیکن دلی الفت و محبت یکساں ہونا۔ یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اس لئے یہ
شرط جو از قسم تکلیف مالا یطاق ہے۔ مطلوب نہیں کہی اور اگر سچ پوچھو تو اسقدر عدل بھی انسان
سے سخت مشکل ہو اور بغیر **اشد ضرورت** کے انسان اسقدر تعلقات کا بوجھ اٹھا نہیں
سکتا ہو اس لئے ان شرائط سے بھی پہلیکو دوسری شادی کرنے کی بمشکل جرأت ہو سکتی ہے
سو اس سے غالب اور اصلی حکم ایک ہی بیوی کرنے کا سمجھنا چاہئے۔ اور ایک سے زیادہ کا بوجھ
وہی اٹھائیگا جو اسقدر مشکلات کا متحمل ہو سکے گا۔ جو ایک آزاد منش انسان کے لئے ایک
طوق گردن اور زنجیر پا سے کم نہیں۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ شایق صاحب لگے بننا اور اگلی شرایع پر تو مطلق جرح
نہیں کرتے۔ جن میں عدل وغیرہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ بیاہے ایک عورت کرکے پھر ساری عمر
اسکی خبر لی جاتی اور اسلامی تعدد ازدواج پر جو نہایت انصاف اور عدل پر مبنی ہے۔ خواہ مخواہ
[illegible] ہے کیا عورتوں کی یکساں خبرگیری۔ خرچ اخراجات۔ شب باشی یہ ہیں واقعا
عجیب تر بات ہے کہ شایق صاحب **عدل** بین النساء کو کیا بات سمجھ بیٹھے

ہماری خیال میں تو اسلامی احکام افراط تفریط سے مبرا اور عین اعتدال پر مبنی ہیں۔ کہ کسی عقلمند و کسی فلاسفر کو حرف رکھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی اور آپ خواہ مخواہ باتیں بنا کر اپنی جہالت آپ طشت از بام کر رہے ہیں۔

جب ایک عورت کی پوری پوری خبرگیری کرنے میں قصور ہونے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے صاف سورہ نساء کی آیت ۱۲۹ و ۱۳۰ آیت میں ہر عورت کو یا تو بیٹے طور پر رکھنے یا یک لخت چھوڑ دینے کو حکم فرمایا ہے جس سے نا انصافی یا عورت کو تکلیف دہی کا واہمہ بھی دل میں نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیما اور اگر تم آپس میں موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے سے بچتے رہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت میں جو زیادتی ہوگی معاف کردیگا۔ اور اگر میاں بی بی میں صلاح کی صورت کوئی نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ غیب سے دونوں کو بے نیاز کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی گنجایش اللہ کی تدبیر بڑی محکم تدبیر ہے۔ اب اس سے بہتر اور حکیمانہ احکام دنیا کی کسی کتاب کسی ہدایت میں نہ پاؤ گے۔ آگے جو عمل نہ کرنے اسکا قصور ہے نہ کہ حکم دینے والے کا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواجی

مصنف امہات نے اپنی کتاب میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ کثرت ازدواجی ایسا شنیع امر ہے کہ آجکل کئی مسلمان بھی اسکو اچھا نہیں سمجھتے۔ پس جس شخص نے یہ بنیاد ڈالی اور خود اس پر عمل کیا وہ کس طرح سے نیک ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں صرف اسقدر گذارش ہے کہ کثرت ازدواجی بری ہو یا بھلی اسکے بنیاد ڈالنے والے ہرگز ہرگز حضرت محمد رسول اللہ صلعم نہیں ہیں اسکی اصل بنیاد ڈالنے والے وہ ہیں جیسے مقدس انبیا اور رسول ہیں۔ اور امم سابقہ میں حضرت رسول کریم صلعم پر

تمہارا اعتراض محض نافہمی اور خباثت طبعی کی وجہ سے ہے۔ تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا انہیں انبیاء کی نسل سے پیدا ہوا۔ جو صرف دو چار بلکہ بعض انمیں سے سینکڑہ اور ہزار جورو ان رکھتے تھے اور وہ خدا کے پاک نبی تھے۔ خدا نے انکو کبھی اس بارہ میں الزام نہ دیا۔ بلکہ بیٹوں کو برکت کا وعدہ کیا (دیکھو اصلاح سہو پادری فنکس صاحب)۔

پس اب تمکو یہہ اعتراض حضرت احمد رسول اللہ صلعم پر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ کرنا ہے۔ تو انبیاء سابقہ اور اپنے یسوع مسیح پر کیجئے۔ جس نے ان بہتیری باتوں پر یہود کو متنبہ کیا یہہ کبھی نہ کہا۔ کہ فریسیو اور فقیہو تم پر افسوس۔ کہ تم اسقدر جورو ان کرتے ہو۔ اگر یہہ امر برا ہوتا۔ تو حضرت عیسی علیہ السلام ضرور اسکی قباحت اور شناعت کو بیان کرتے۔

پس حضرت رسول کریم صلعم پر تمہارا یہہ اعتراض بالکل لغو اور فضول اور نہایت درجہ کی ہٹ دھرمی اور عناد ذاتی کی وجہ ہے۔ ورنہ تم یہہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہہ سُنت سنت محمدی نہیں بلکہ انبیاء سابقہ کی سنت ہے جس پر تمام مقدس انبیا بلا تامل عمل کرتے رہے اور کسی کو خدا نے منع نہ کیا۔ بلکہ بقول تمہارے پادری فنکس صاحب کے بیٹوں کو برکت کا وعدہ دیا۔

پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان دونوں کے لئے تو تعدد ازواج موجب برکت ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ملامت۔ انبیا کی شرائع اور اصول میں قریباً سب مساوی اور مشارک ہوتے ہیں۔ جو امر ایک کے لئے روا ہے۔ دوسرے کے لئے بھی روا ہو سکتا ہے نہ کہ ایک کے لئے حلال۔ مشروع اور موجب برکت ہو جائے اور دوسرے کے لئے حرام۔ نا مشروع اور موجب ملامت بن جائے۔

ہمارے رسول کریم صلعم نے تو تعدد ازواج کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہی کیا کہ اسکو حتے الامکان گھٹا یا اور محدود کیا۔ اور پھر عدل کی شرط لگا کر ایسی اس رسم کو کم اور شاذ و نادر کر دیا۔ پس تمہارا یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم نے تعدد ازواج کو رائج کیا بالکل غلط اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر تمام مذہبوں اور تمام قوموں

اور خصوصاً ملک عرب میں کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے دنیا میں تشریف لا کر اس رسم کو محدود کیا۔ اور اعتدال قائم کیا۔

قرآن شریف کی خاص منشا حتے الامکان ایک ہی بیوی پر کفایت کرنے کی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام سابقہ کے دستوروں اور انبیاء سابقہ کی شریعتوں کے برخلاف عدل کی ایسی شرط قائم کی۔ جس پر کوئی شخص چلنے کی مشکل جرأت کر سکتا ہے۔ اور سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلعم نے اس رسم کو صرف دی چھوڑ کبھی افضل بھی بیان نہیں فرمایا۔ قرآن و حدیث کا رجحان حتے الامکان ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کی طرف ہے اور زیادہ بیویوں کے کرنے کے لئے کوئی جبر یا تشدد یا تحریک کرنے والا امر نہیں ہے۔ بجز قدرتی اور فطری ضرورتوں کے جو بمجبوری انسان کو لاحق ہو جائیں۔

اب رہے آپ کے وہ طعن جو آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۲ - ۴۶ میں کئے ہیں انکا جواب سنیئے۔

پہلا طعن آپکا یہ ہے کہ جو تعداد قرآن اور شریعت اسلام نے ازواج کے بارے میں مقرر کی۔ حضرت صلعم نے اُس سے بدرجہا تجاوز فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قوم کے دستور اور انبیاء سابقہ کی شرائع کے بموجب اگر کئی ایک نکاح کئے تو اس میں آنحضرت صلعم پر کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دستور آپکی قوم اور انبیاء سابقہ کی آئین میں نہ ہوتا تو البتہ آپ پر حرف آ سکتا لیکن جب کہ آپ صلعم نے وہی کام کیا۔ جو قدیم سے نسلاً اور بابرکت چلا آتا تھا تو اسمیں آپ نے کیا عیب کیا۔

اور یہ امر کہ آپ نے ازدواج میں اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے کوئی برخلاف نہیں کیا بلکہ بعد نزول اس حکم جس وقت رسم ازدواج کو چار میں محدود کیا آپکی اپنی موجودہ بیویوں کو پاس رہنے دینے اور آئندہ اور بیویاں نہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے

مومنوں کو چار تک بیویاں ایک ساتھ رکھنے کی اجازت دی بلکہ آنحضرت م کے لئے یہہ تشدد ہوا کہ آیندہ کوئی بھی بیوی نہ کر سکیں جب کہ اور لوگوں کی بیویاں اگر مر بھی جائیں تو اور بیویاں اُنکی جگہ کر سکتے ہیں -

پس تم یہہ اعتراض کبھی نہیں کر سکتے کہ آنحضرت م نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا - اگر آنحضرت کے لئے موجودہ بیویوں کو نکاح میں رہنے دینے کے لئے خدا کی طرف سے حکم نہ آچکا ہوتا تو بے شک آپ کہہ سکتے تھے - کہ آنحضرت نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا جو حکم خاص اللہ تعالی نے آنحضرت م کو فرمایا اسپر آپ نے عمل کیا اور جو حکم اُمت کو ملا - اُمت نے عمل کیا شریعت الہی سے نہ اُمت نے تجاوز کیا نہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک شخص کے لئے جو خدا کی طرف سے حکم ہو جائے - وہی اُسکے لئے شرع ہوتی - آنحضرت م کو اپنی موجودہ بیویوں پر کفایت کرنے کا حکم دیا - اور آیندہ کے لئے سخت ممانعت کروی کہ کوئی بیوی نئی نہ کریں - اُمّت کو چار تک رکھنے کا حکم دیا مگر یہاں اسقدر رعایت موجود ہے - کہ اگر ان بیویوں سے کسی کو طلاق دیدیں یا کوئی مرجائے تو اُسکی جگہ اور بیوی کر سکتے ہیں مگر آنحضرت کے لئے دو نو طرح تشدد ہے نہ آپ اُن میں سے کوئی بیوی چھوڑ سکتے ہیں - نہ نئی کر سکتے ہیں اور یہہ سب باتیں نص قرآنی سے ثابت ہیں جنکے مقابل وہ احادیث بروئے جو کہ برخلاف ہیں نا قابل تسلیم یا لایق تاویل صحیح ہیں -

تم جو کہتے ہو کہ اگلے انبیاء کی کثرت ازدواج قابل اعتراض اسلئے نہیں کہ اُنھوں نے اپنی شریعت سے تجاوز نہیں فرمایا - انکی شریعتیں وہ امر جائز تھا - اور آنحضرت م کی شریعت میں باوجودیکہ چار تک محدود ہو چکا تھا - پھر بھی اُنھوں نے اُس سے تجاوز فرمایا اور اپنی شریعت کی لحاظ سے گنہگار ثابت ہوئے - اسلئے کہ ہر ایک نبی یا غیر نبی شریعت کے لحاظ سے عاصی و خاطی ثابت ہوتا ہے اور آپکا بڑا بھاری اعتراض ہے - تو یہی ہے (امہات صفحہ ۱۴۴ - ۱۴۵) -

اسکا جواب اوپر ہو چکا کہ آنحضرت م نے ہرگز شریعت الہی سے تجاوز نہیں فرمایا اگر آنحضرت کو خدا کی طرف سے وہ ازدواج جایز نہ ہو جاتیں اور پھر اُن ازواج کو اپنے پاس رہنے دیتے - تو بلا شک و شبہ آپ پر شریعت اور حکم الہی سے عدول کا الزام آسکتا - لیکن جب کہ آپ نے

خدا ہی کے حکم سے موجودہ ازدواج رکھتے ہیں تو پھر آپ پہ کوئی اعتراض نہیں آسکتا - کیونکہ
آپنے اس شریعت و حکم الہی سے (جو خدا نے آپکے لئے خاص کیا) ہرگز تجاوز نہیں فرمایا
اس بات میں آپکے **چاروں طعن کا جواب** آجاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم الہی
کے برخلاف ہرگز ہرگز نہیں کیا - اگر صرف ہبہ نفس سے (بلا مہر) کوئی عورت آپکے نکاح میں
آسکتی ہے یا باری بانٹنے میں آپ اختیار دیئے گئے یا آپکی مطلقہ ازواج کو مصلحتہً نکاح ثانی
نا روا کہا گیا - تو یہ سارے احکام خاصہ خدا کی طرف سے آپکی شرع یعنی قرآن شریف
میں موجود ہیں - پس آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپنے قرآن شریف یا اپنی شرع کے برخلاف
کیا سوائے بدباطن اور خبیث طبع اور نافہم آدمی کے کوئی نہیں کہہ سکتا - کیونکہ یہ سب خدا
کی طرف سے آپکو احکام و اجازتیں حاصل ہوئیں جو کلام ربانی یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں
نہ کہ آپنے اپنی طرف سے عمداً کسی حکم کے خلاف کیے - پس ڈاکٹر احمد شاہ نے جس قدر
اعتراض آنحضرت صلعم پہ کئے ہیں سب کے جواب میں ہم کو یہی کہنا کافی ہے کہ صاحب آپکا
آنحضرت صلعم کی نسبت خلاف شرع عمل کرنے کا الزام لگانا محض باطل اور لغو اور پوچ ہے
آنحضرت صلعم نے کبھی بھی حکم الہی کے برخلاف نہیں کیا -

جن احکام میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو مخصوص کر دیا اور آپنے انہی پر عمل
کیا ان احکام کی نسبت کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ اعتراض کرے کہ آپنے
فلاں حکم میں فلاں امر کے برخلاف عمل کیا ہے کیونکہ وہ بھی تو خدا ہی کا حکم ہے - پس ایک
شخص اس امر کی مصلحت اور حکمت تو پوچھ سکتا ہے کہ فلاں خاص امر میں اللہ تعالی
نے اپنے نبی کو مخصوص اور مختار کیوں کیا - لیکن یہ اعتراض کرنے کا اُسے ہرگز ہرگز حق
حاصل نہیں کہ وہ شرع سے عدم عمل کرنے کا الزام آپ پر لگائے - کیونکہ جو احکام آپ کے لئے
خاص ہوئے ہیں وہ بھی تو خدا ہی کی طرف سے اور احکام الہی ہی ہیں جن پر آپنے عمل کیا -

یہ خاص احکام صرف حضرت ہی کے لئے ہی مخصوص نہیں - قریباً سب مذہبوں
میں خاص خاص لوگوں کے لئے خاص خاص احکام پائے جاتے ہیں - ہندوؤں میں
برہمنوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں جو دوسری قوموں کے لئے روا نہیں -

آریوں میں نیوگ صرف دو جنا قوم یعنی برہمن چھتری اور ویش ہی کرسکتے ہیں۔ شودر نہیں
کرسکتے۔ پھر برہمن۔ برہمنی۔ کھتری اور ویش عورت سے کرسکتا ہے۔ مگر کھتری اور ویش
قوم کا برہمنی عورت سے نہیں کرسکتا۔ توریت کے رو سے کاہنوں اور لاویوں کو خاص
خاص حقوق بخشے گئے ہیں۔ جیسے شانہ۔ کنپٹی۔ جھر۔ پہلا سلہ۔ پہلی شراب۔ پہلا
تیل پہلی اون استثناء ۱۸ باب ۴۲۔ الساہی مسکن کے خرچ بھی مقرر تھے اور انکی
خاص رعایتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں۔ سونا۔ سونے کے برتن۔ برتن۔ بیٹی۔ بچے بیل
بکرا۔ شمار ۷۔ ۱۹۔ ۲۵ باب۔ گھر کے لئے مال بسال ثلث مثقال بخشنا
شمار ۱۱ باب ۴۴۔ آدمی پیچھے پانچ مثقال بیہ فدیہ ازروت خداکی دنیاو کے لیے
شمار ۳ باب ۴۹ خروج ۳ باب ۱۲-۱۶ تاریخ ۳۴ باب ۱۰-۴۲۔

عیسائیوں کے خدا کے دادا داؤد علیہ السلام کو نذر کی روٹیاں کھا لی جائز ہو گئیں جو اسکو
اور اسکے ساتھیوں کو کھانی روا نہیں اور صرف کاہنوں کے لئے جائز نہیں (متی ۲ باب
(خروج ۲۹ باب ۳۲) اور عیسائیوں کے خدا اور ابن خدا کو سبت کی حرمت روا رکھنی معاف
تھی اور اسکے شاگردوں کو سبت کے دن بالیں توڑ توڑ کر کھانی بھی جائز اور ان کے لئے مخصوص
حکم تھا جو دوسروں کے لئے روا نہ تھا (متی ۲ باب ۲، ۵) انہوں کو سبت کے دن ہیکل
میں سبت کی حرمت رکھنی معاف کردی گئی تھی (متی ۲ باب شمار ۲۸ باب)۔

پس ان خاص احکام کی وجہ سے کسی مذہب اور کسی بانی مذہب پہ اعتراض نہیں
ہو سکتا۔ گو مخصوص احکام ہی سہی۔ مگر آخر ہیں تو خدا کی طرف سے۔ پس ان احکام مخصوصہ
کی مصلحت اور حکمت تو البتہ قابل دریافت ہوتی ہے۔ لیکن ان احکام پر کسی کو بھی اعتراض
کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ہاں اگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ویدوں میں برہمنوں نے اپنے حقوق
قایم کرنے کے لئے آپ یہ حقوق لکھ دیئے یا کاہنوں اور لاویوں نے اپنے لئے آپ لکھ

لہ اسکے برخلاف حضرت رسول کریم نے اپنے سب ذاتی فایدے ترک کردئے تھے۔ سو
اس قسم پر کہ نہ صدقہ خیرات کر سکا گو کیسی ہی حسکیں اور محتاج ہوں۔ امام حسین جب بچے تھے انہوں نے صدقے کی
ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلعم نے فوراً منہ سے نکلوا دی۔

مخصوص کر دئے۔ یا خدا کے بیٹے یسوع مسیح نے سبت کی حرمت کو توڑنا اپنے لئے آپ مقرر کر دیا یا پولوس مقدس نے اعمال نیک سے بچنے کے لئے اور تقویٰ۔ طہارت۔ اور ملکہ حرمت کے بجائے سے نجات پانے کے لئے اعمال نیک کو لغو اور فضول قرار دیا اور شہوات نفسانی کی وجہ سے انکو سب کے لئے سور۔ بندر۔ گوبر وغیرہ پاک ٹھیرا دیا۔ پس جب ان محض خود غرضی کے احکام کو آپ لوگ خدا کے احکام سمجھتے ہیں اور اپنے پیشواؤں اور مذہب پر اعتراض نہیں کرتے تو اُن مخصوص احکام کی نسبت جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مقرر ہوئے۔ آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنا سراسر باعث شرم ہے۔

پس ڈاکٹر سنایل صاحب بکیں نہیں (اُمہات ۱۳۵) میں اُن کو بار بار سمجھا دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اپنی شریعت کے ہرگز برخلاف نہیں کیا۔ جو احکام آپ کے لئے مخصوص ہو گئے اُن پر آپ نے عمل کیا۔ جو احکام آپکی اُمت کے لئے معین ہوئے۔ آپ صلعم کی اُمت نے تعمیل کی۔

سوا اس کے آنحضرت صلعم کے اُن نکاحوں میں مقاصد اور اغراض بھی ملحوظ معلوم ہوتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کفار کے اُس طعن سے بچنے کے لئے کہ وہ آپکو ابتر اور بے نسل کہتے تھے۔ اولاد نرینہ کی خاطر بھی بعض[1] نکاح کئے ہوں۔ کیونکہ جس طرح اپنا حقیقی بیٹا اور مرد ذات باپ کے مقاصد کو اچھی طرح پورے کر سکتا ہے عورت ذات اور دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت مریم کی والدہ نے بھی کہا تھا۔ کہ لیس الذکر کالانثی یعنی مرد ذات عورت کی طرح گیا گذرا نہیں ہوتا۔

ان تعلقات اور نکاحوں سے لوگوں کی دشمنی اور جنگ و جدل کو کم کرنا بھی آپکا مقصد ضرور معلوم ہوتا ہے۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں کے ساتھ رشتہ داری تعلقات قریبیہ پیدا کرنا۔ تاکہ اسلام کی راہ میں جو روکیں اور عداوتیں ہیں وہ کم ہو جائیں اور تبلیغ رسالت

---

[1] الہامی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور رسولوں نے مقرر ہوئے بھی نرینہ اولاد کی خواہش کی ہے مگر عام لوگوں اور اُن میں صرف نیتوں کا فرق تھا۔ عام لوگوں کی نیت دنیوی وراثت قایم رہنے کی ہوتی ہے مگر انبیاء کی نسبت اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ نیک بخت ہمیشہ اور ہمت سے دین قائم کریں۔

معاون اور مددگار زیادہ ہوں ہیں - معہذا بعض قلوب کسی غریب اور بیوہ عورت کی دستگیری وغیرہ بھی ان نکاحوں کے ضرور مقاصد معلوم ہوتے ہیں جو کہ اتفاقات [illegible] ہیں مگر اصلی غرض اصلی مقصد اور حکمت ان نکاحوں کی وہی [illegible] خود اللہ تعالیٰ کے پُرحکمت کلام سے معلوم ہوتی ہے - جہاں اللہ تعالیٰ آنحضرت [illegible] ہے کہ

یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا ۝ وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما

اے نبی تو اپنی ازواج سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی متمنی ہو تو آؤ کچھ مال و متاع دیکر میں تمکو خوش سلوکی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کی طالب ہو اور ثواب آخرت کے لئے تبلیغ رسالت میں امداد و معاونت کرنیوالی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے ثواب عظیم مقرر کر رکھا ہے - اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو تعدد ازواج کی رخصت محض دینی امداد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی - جبھی تو فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی طالب ہو تو فبہا

سلہ حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان کے ساتھ آپ کے نکاح کی غرض صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ تاکہ دلوں میں الفت اور عداوت کم ہو جاوے کیونکہ ابوسفیان [illegible] کفار مکہ کی [illegible] سالار اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا - آپ کا مقصد بھی اس نکاح سے پورا ہو گیا تھا [illegible] دشمنی اور عداوت کو [illegible] حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح [illegible] حضرت عمر اور حضرت ابوبکر [illegible] حضرت زینب [illegible] سے نکاح کیا کہ [illegible] کی دلجوئی ہو - جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کی وجہ سے ایک گونہ تکلیف پہونچ گئی تھی - جویریہ کے نکاح سے جو فائدہ ہوا اس کا [illegible] صاحب کو خود بھی اقرار ہے کہ اس نکاح کی برکت سے تمام بنی مصطلق رہا کر دئے گئے - صفیہ کے ساتھ نکاح کرنا یہود کے ساتھ رشتہ داری پیدا کرکے ان کی نفرت [illegible] محبت میں پیدا کرنے کا خیال تھا اور ایسا ہی ہر ایک ام المؤمنین کے حال پر غور و فکر سے نظر کی جاوے تو ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ اور خوبی ملحوظ ہوگی ۔

مشغول کرو۔ شرعی طور پر رخصت ہوئی تو مدینہ میں آنحضرت صلعم کو معاش کی طرف سے
بھی ہر طرح فراغت تھی۔ اُن عورات کو زیور وغیرہ سامان دنیاوی حبا کر دینا کون سی بڑی بات تھی
کیونکہ یہ تو عیاش آدمی کی عین خوشی ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلعم اپنے پاس تو کچھ رکھا ہی نہیں
کرتے تھے۔ سب دینی اخراجات اور غربا و مساکین بحاجات میں خرچ کر دیتے اور اپنے یہاں محض فقر و فاقہ
اور خدا کا نام ہی تھا جیسے کہ احادیث صحیحہ سے بپایہ ثبوت پہونچ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم
کی گذران محض فقیرانہ تھی۔

پس آنحضرت صلعم نے جس قدر ازدواج وغیرہ مدینہ میں کیں زیادہ تر دین کی اشاعت
اور تبلیغ رسالت میں معاونوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کی۔ کیونکہ آپ بہ نفس نفیس شاذ و نادر
ہی کبھی عورتوں میں وعظ کیا کرتے۔ جس سے آپکے افعال و اقوال آپ کی قریبی رشتہ دار
عورتوں اور ازواج مطہرات کو معلوم ہو جاتے اور وہ اوروں کو بتلایا کرتیں۔ زیادہ تر
آپکی رسالت اور احکام کی تبلیغ آپکی ازواج ہی کے ذریعہ سے تھی۔ چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے
کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ جیسی عالمہ فاضلہ عورت دنیا بھر میں آج تک کوئی نہیں ہوئی۔
احادیث نبوی کی روایت کا زیادہ تر مدار انہی پر ہے۔ اور ایسا ہی باقی ازواج سے بہت سی
روایات نبوی مروی ہیں۔ بہرحال آنحضرت صلعم کی غرض کثرت ازدواج سے اسلام کا لوگوں
میں جلدی شایع ہو جانا تھا تاکہ انکی معاونت سے آپکے احکام جلدی اور عام طور شایع
ہو جائیں۔ اور سب کو معلوم ہو جائیں۔

اگر یسوع کی طرح آپ غیر عورتوں کے ساتھ محبت اور بے تکلفی کرتے یا آپکی شریعت
چند اخلاقی احکام تک ہی محدود ہوتی۔ تو زیادہ نکاحوں کی آپکو ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن
اسلام میں معاد و معاش کی ہر جزئی کے متعلق بے شمار احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں
جس سے کتب احادیث بھری ہوئی ہیں اور جو بے شمار انہیں ازواج سے مروی ہیں۔
پس اس کے لیے صحابہ مردوں کی طرح صحابیہ رض عورتوں کی بھی آپکو ضرورت تھی
جنکی صداقت اور راستبازی کا پہلے آپ امتحان فرمائیں۔ اور بہ بلا واسطہ اُن کو احکام
الٰہی بتائیں اور وہ کم و کاست دوسروں کو پہونچائیں۔ پس عورتوں کی صداقت اور

راستبازی - دیانت و امانت کا حال آپکو ہرگز معلوم نہیں ہوسکتا تہا اور نہ وہ اس قابل ہی
ہوسکتی تہیں - تاوقتیکہ اُن میں سے کئی عورتوں کو آپ نکاح میں لاکر اپنی صحبت میں رکہیں
اور انکو الہی تعلیم کے رنگ سے رنگین کریں - سو اس لئے آپنے یہہ سب نکاح کئے
اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ کو ایام سابقہ کے دستور کے موافق اسی سنت پر کاربند
ہونے کی اجازت دی اور یہی وجہ تہی کہ اُن کو طلاق دینا اور آپکی وفات کے بعد اُنکے
دوسرا نکاح کرنا رد ہوا - ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً تاکہ دوسرے
کے نکاح میں آکر اُس الہی تعلیم اور اُسکی اشاعت میں فرق نہ آجاوے اور بیوہ اور آزاد رہکر
اسلامی مشنری بنی رہیں - کیونکہ جب عورت دوسرے کے نکاح میں آجائے تو پہر اُس کے بس
اور اطاعت میں ہوجاتی ہے اور مجبوراً اُسکو اُسکی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور طوعاً و کرہاً اُسکے
اخلاق سے خوگیر ہوجاتی ہے - پس ضرور تہا کہ جب اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کو اشاعت
دین و تبلیغ احکام رسالت کے لئے منتخب و تعیین فرمایا تہا - تو عمر بہر کے لئے بیوہ اور آزاد رہیں
اور آزاد ہوکر یہ خدمت بجالائیں - پس اگر ایسے عظیم الشان کام کے لئے اللہ تعالی نے آنحضرت
اور آنحضرت کے ازواج مطہرات کے ساتہہ کچہہ خواص لگا دیئے - تو یہہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں
بلکہ نہایت مناسب اور ضروری معلوم ہوتی ہے -

حضرت مسیح نے بہی غیر عورتوں کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے معاون و مددگار بنایا
بلکہ اُن کا اختلاط اور پیار بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے ساتہہ زیادہ معلوم ہوتا ہے - سامری
عورت سے مسیح نے بے تکلفی کے ساتہہ گفتگو کی - اُس عورت نے آکے اپنی قوم کو آگاہی
دی - بہت سی عورتیں جو جلیل سے یسوع کی پیرو ہوکے اُسکی خدمت کرتی آئی تہیں دور سے
دیکہتی تہیں - مریم مجدلیہ اور یعقوب اور یوسی کی ماں مریم اور زبدی کے بیٹوں کی ماں انہیں میں تہی
(متی ۲۷ باب ۵۵) علے ہذا القیاس کتنی عورتیں جو بدروحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تہیں
اور یوحنا ہیرودیس دیوان کوزا کی جورو اور سوسنہ اور بہتیری اور جو مال سے
اُسکی خدمت کرتی تہیں اُسکے ساتہہ گئیں (لوقا ۸ باب ۲-۳) اور یسوع مرتہا کو اور اُسکی بہن
اور العازر کو پیار کرتا تہا (یوحنا ۱۱ باب ۵) یہانتک کہ یسوع کی قبر کے پاس خدا کے فرشتہ کو بہی

ایک عورت ہی نے دیکھا۔ صلیب کے بعد زندہ رہتے ہوئے بھی یسوع کو ایک عورت ہی نے دیکھا
تھا اور دوسرے حواریوں کو اس کی خبر دی تھی۔ فاحشہ عورات تک سے حضرت مسیحؑ کا بیبا ر
اختلاط ثابت ہے۔ چنانچہ پہلے مفصل بیان ہو چکا۔

اب دیکھو کہ عیسائی دین کو عورات سے کس قدر مدد ملی اور اشاعت مذہب میں ان
عورات نے کہاں تک معاونت کی کہ کسی حواری نے بھی اتنی مدد نہ دی۔ بلکہ حواری صلیب کے
وقت سب کے سب فرار ہو گئے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ دینی امداد کے لئے مرد و عورت
دونو کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے بلا نکاح کئے غیر
عورات سے اختلاط رکھا جس سے مخالف کو انکے چال چلن پر قوی شبہ کی گنجایش ہے اور
اور اس شبہ کو رد کرنے والی کوئی بات نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے دستور قومی
اور سنت انبیاء سابقہ کے موافق حکم الہی سے نکاح کر کے ازواج مطہرات سے تبلیغ رسالت میں
امداد لی۔ غور کرو کہ ان دونوں میں تقوے اور طہارت کی راہ کونسی ہے اور بدظنی سے دیکھنے
کے لایق کس کا معاملہ ہے؟

حضرت مسیحؑ نے عورات سے بے تکلفی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی قوم
بدکاری زناکاری اور گندگی میں اول مرتبہ پر ہے۔ حضرت رسول کریمؐ نے نکاح کر کے عورات
سے تعلق پیدا کیا تو آپکی امت تقوے اور طہارت میں اسقدر گوے سبقت لے گئی کہ دنیا کی کوئی
قوم اسکا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتی یہانتک کہ انگریز نیبلر جیسے متعصب عیسائیوں کو بھی اسلامی
تقوے و طہارت کا قایل ہونا پڑا۔

اور چونکہ آنحضرت صلعم کے ازواج بیت العلوم رسالت کی تعلیم یافتہ تھیں۔ سو انکے
تقوی۔ طہارت۔ اعلیٰ درجہ کا چال چلن رکھنے کلام الہی کے پڑھنے۔ پڑھانے کتاب و حکمت کے
سمجھنے سمجھانے وغیرہ کی خاص ہدایتیں کی گئیں۔ چنانچہ وہ ہدایتیں سورہ احزاب میں
اس طرح پر ہیں۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يلت مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ
ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وتعمل صالحا نؤتها اجرها مرتين واعتدنا لها رزقا كريما ۝ ينساء النبي لستن كاحد من النساء ان اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولا معروفا ۝ وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى واقمن الصلوة واتين الزكوة واطعن الله ورسوله انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ۝ واذكرن ما يتلى في بيوتكن من ايت الله والحكمة ان الله كان لطيفا خبيرا ۝ ان المسلمين والمسلمت والمؤمنين والمؤمنت والقنتين والقنتت والصدقين والصدقت والصبرين والصبرت والخشعين والخشعت والمتصدقين والمتصدقت والصائمين والصئمت والحفظين فروجهم والحفظت والذكرين الله كثيرا والذكرت اعد الله لهم مغفرة واجرا عظيما ۝ اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کسی علانیہ ناشایستہ حرکت کی مرتکب ہوگی اُسکو دوہری سزا دیجاوے گی اور یہ اللہ پر آسان سی بات ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گی اور اعمال صالحہ بجا لاویگی ہم اُسکو اُسکا اجر بھی دوہرا دینگے ایک رسول کی صحبت کا دوسرا اس عمل نیک کا اور ہمنے اُسکے لئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے - اے نبی کی بیبیو تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں - تمہارا ادب اور درجہ بڑا ہے اور تم اہل بیت نبوت ہو - پس اگر تم وصف تقوی سے موصوف ہونا چاہتی ہو تو دبی زبان سے کسی کے ساتھ بات نہ کرو نہو کہ جسکے دل میں کسی طرح کا کھوٹ ہے وہ (تقوی وطہارت کے خلاف تم سے کوئی آرزو پیدا کرے اور بات کہو تو عام دستور کے موافق - اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے ناز وسنگار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو - اے اہل بیت رسالت خدا کو تو یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بناسکے - جیسا پاک بنانے کا حق ہے - (یعنی تمکو اعلے درجہ کی صفت تقوی سے موصوف کردے) اور تمہارے گھروں میں جو کلام ربانی

کی آیات اور دانائی کی باتیں سنائی جاتی ہیں یاد رکھو اللہ ظاہر و باطن کو یکساں پاک و صاف کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں راستباز مرد اور راستباز عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں کو تھامنے والے مرد اور تھامنے والی عورتیں۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ وہ ہدایات اور اخلاقی باتیں ہیں جو کلام ربانی میں موجود ہیں اور جس پر عمل کرنا نبی کی ہر ایک بی بی پر فرض تھا جس سے اُنکا چال چلن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کا اعلیٰ درجہ کا تقوی و طہارت کلام ربانی بیان کرنا۔ نماز کا پڑھنا زکوٰۃ کا ادا کرنا خدا اور رسول کی سچی اطاعت اظہر من الشمس ہے۔ جس شخص کے گھر کی یہ تہذیب یہ شائستگی اور یہ تقوی و طہارت ہو۔ اُس پر کوئی شخص ناشائستگی یا بد تہذیبی یا بدکاری کا الزام لگانے والا وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کا اپنا چال چلن نہایت درجہ کا گندہ اور ناپاک ہو اور جن روایات سے کلام ربانی کے برخلاف ثابت ہوتا ہو وہ بھی یک لخت رد اور انکار کر دینے کے لائق ہیں کہ انّ الظنّ لا یغنی من الحق شیئا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کا ان ازواج کے ساتھ تعلق تبلیغ رسالت میں معاون پیدا کرنے کے لئے ہی تھا۔ اور گو کوئی شخص اس سے کیسا ہی انکار کرے لیکن ان انعامات سے حقوق دین کو امداد ملی ہے اور شریعت کے مسائل و احکام جلد منتشر ہوئے ہیں یہ ایک فیکٹ (حقیقت) ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پس ڈاکٹر احمد شاہ کا یہ صلاح دینا کہ کیوں نہ ایسا ہوا کہ محمد صاحب لوگوں کو تعلیم دیتے اور لوگ آگے اپنی بیویوں۔ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں وغیرہ کو (امہات صفحہ ۲۶) ایک نہایت بے ہودہ صلاح ہے اور ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ کیوں نہ مسیح کے پاس اُن عورتوں کے خاوند اور متعلقین آ کر مستفیض ہوئے۔ جو اُن کی صحبت میں موجود

رہا کرتی تہیں اور پہر خاوندوں اور متعلقین نے آگے اُن عورتوں کو وہ فیض پہونچایا - جب کہ اپنی قوم کے دستور کے موافق اور انبیاء سابقہ کی سنت کے موافق آنحضرت صلعم کئی نکاح کرسکتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ اس رسم سے فایدہ نہ اُٹھائیں اور مردوں پر مردوں عورتوں پر عورتوں دونوں کی تعلیم وتفہیم کا بوجہ ایسی سہل - بعض شخص کے ساتھ جس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرسکتا اور ہر قسم کے مسایل پوچھ سکتا - یہ نہ بعض سے بھی اس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو نہیں کرسکتا جس طرح مردوں کے لئے مرد واعظ و مسایل کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے عورتیں واعظوں کی - یہی وجہ ہے کہ جس محلہ میں کوئی عورت دیندار اور احکام شرع سے بخوبی واقف ہوتی ہے اُس سے سب عورتیں تعلیم کرتے آتیں اور دیندار بن جاتی ہیں اور جہاں عورتیں دیندار نہیں مرد کتنے ہی کیوں نہ دیندار ہوں - عموماً عورتیں جاہل ہی رہتی ہیں - اس وقت جبکہ اسلام ابھی شروع ہوا تھا - اور مرد و عورت واعظوں کی عام ضرورت تھی اور تعلیم و تلقین کی اشد حاجت -

اگر آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اسلام کے مسایل کی تعلیم دی - اور اُن کو اسلام کا مشنری بنایا جس سے اشاعت اسلام اور تبلیغ رسالت میں نہایت ہی سہولت حاصل ہوگئی تو آپکو اسکی نسبت اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے - ازواج مطہرات دن رات آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہکر جس قدر دین اور دینی احکام و مسایل سیکھ سکتی تہیں - دوسرے کو یہ کب ممکن تہا - ہمارا تو یہی خیال ہے کہ اسلام کے مسایل اور احکام کا عرب میں اسقدر جلدی پھیلنا اور دنیا نے اسلام کو معلوم ہونا انکا زیادہ باعث ازواج مطہرات نبوی ہی تہا - مخالف تو اپنی بدباطنی اور خبث باطنی سے جس قدر چاہے اعتراض کیا کرے - لیکن آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات سے دنیائے اسلام کی جس قدر تربیت اور تعلیم کا فیض پہونچا ہے اُس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا -

---

له ہماری منشا - اس سے یہ نہیں کہ یہ واجب ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم سے بعض مسایل عورتیں خود بھی دریافت کرلیتی تہیں جو شرم و حیا کے متعلق ہوتے - وہ ایک آدھ دفعہ ہوا ہے اور اُس سے اگر ظاہر ہوتا ہے - تو یہی کہ انہیں کے مسایل کی دریافت کے لئے ازواج مطہرات کا ذریعہ مسلمانوں کو کسقدر ضروری تہا - ایسا حضرت نے عورتوں کو وعظ بھی کیا ہے مگر بہت کم زیادہ تر یہ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے ہوتا تہا -

بیا ہیبح ہ کے ہم نشین عورتوں کی اثر نہیں سے نکاح کرتا - اور آپکا دوسرا اعتراض جو مہر کی بابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رعایت کر کے بے مہر نکاح جایز رکھا اور دوسروں کے لئے مہر مقرر رکھا یہہ بھی تمہارا اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے - آنحضرت صلعم نے کہیں اپنے لئے بے مہر نکاح روا نہیں رکھا - یعنی جو آپ نکاح کرینگے اُس میں آپ صلعم کو ضرور مہر مقرر اور ادا کرنا ہوگا - ہاں اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے بے مہر آپکے نکاح میں آنا چاہے اور آپ اُسے قبول کر لیں تو یہہ دوسری بات ہے مگر اسمیں آپکی طرف سے کیا جبر یا بے رعایتی ہے ایک عورت اپنی مرضی سے بے مہر نکاح میں آیا چاہتی ہے - خدا تعالی نے یہہ امر آپکے لئے جایز رکھا - اس میں قباحت کیا ہوگئی -

کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ زیادہ تر نکاح حضرت صلعم نے ہجرت کے بعد ہی کئے - جب کہ معاش کی طرف سے بھی کوئی تنگی نہیں رہی تھی تو اسوقت یہہ خیال کرنا کہ حضرت صلعم نے مہر کے خرچ سے بچنے اور خاص رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم گھڑ لیا تھا - کیسا لغو اور نامعقول اعتراض ہے - مہر کی تعداد تو اسلام میں کوئی زیادہ نہیں - ایک لوہے کا چھلا - بلکہ حدیث صحیح کے موافق صرف قرآن شریف کا سیکھنا بھی بطور مہر معین ہو سکتا ہے تو آپ صلعم کی نسبت یہہ خیال کرنا کہ مہر سے بچنے کے لئے آپنے یہہ ہبہ نفس کا مسئلہ مقرر کر لیا تھا کس قدر واہیات خیال ہے -

ہاں مہر کی جگہ اگر آپ اپنی ازواج کا نان و نفقہ اپنی اُمت کے ذمے مقرر کر دیتے تو البتہ اُسوقت یہہ اعتراض آپکی نسبت قابل سننے کے ہوتا - کیونکہ نان و نفقہ کا خرچ مہر کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے - لیکن مہر کی رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم بنا لینا - جسکی تعداد کم از کم چند ایک پیسے بھی یا ایک آدھ سورۃ قرآن کا سکھانا بھی ہو سکتی ہے نہایت ہی نامعقول اعتراض ہے -

اگر قرآن شریف میں یہہ حکم ہوتا - کہ جس عورت کو تو چاہے - بلا مہر نکاح میں لے آ - تو البتہ آنحضرت صلعم کے لئے کچھہ رعایت اور اعتراض کی گنجایش تھی - لیکن جبکہ ایک عورت اپنی مرضی سے آپ ہی مہر چھوڑتی اور خود ہی نکاح میں آنا منظور کرے

تو آپ کے نکاح میں آسکتی ہے تو پھر اس خصوص میں اعتراض کرنا اگر حماقت اور بے سمجھی نہیں تو اور کیا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مہر مقرر ہونے کے بعد اگر کوئی عورت اپنا مہر خاوند کو چھوڑ دے تو چھوڑ سکتی ہے۔ بہ ادنے تغیر اگر یہی حکم آنحضرت صلعم کی نسبت مقرر ہو گیا کہ اگر کوئی عورت پہلے ہی سے بے مہر آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنا چاہے تو آسکتی ہے۔ تو اس بات میں رسول صلعم کو کونسی خاص آزادی اور سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ کیا نان و نفقہ سے بری کرائے گئے۔ یا اُنکا نان و نفقہ امت پر ڈالا گیا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

علاوہ اسکے علماء میں اس کی بابت بھی اختلاف ہے کہ آیا اس طرح پر کوئی عورت آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئی بھی یا نہیں۔ اور جنہوں نے مانا ہے اُنہوں نے بھی صرف ایک عورت بتائی ہے۔ پھر اُسکے نام میں بھی اختلاف ہے مگر ہمارا یہاں تک خیال ہے وہ یہہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے موجودہ بیویوں کو آنحضرت صلعم پر جائز رکھا۔ اسی طرح کوئی ایک عورت انہیں سے بلا مہر مقرر ہوئے صرف بلفظ ہبہ نفس آپ کے نکاح میں آئی ہوگی۔ اللہ تعالی نے اُس نکاح منعقدہ کے جائز ہونے کے لئے ایسا حکم فرمایا وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا اگر کسی مومن عورت نے بلا مہر ہی کے نکاح میں آنا چاہا۔ تو وہ بھی نبی کے لئے جائز ہے بشرطیکہ نبی اسکو نکاح میں لانا چاہے۔

اور لئلا یکون حرج حرج کے معنے کیا ضرور ہے کہ تنگی کے ہی کئے جائیں۔ حرج کے معنے دھکڑ پکڑ اور تردد کے بھی ہیں یعنی یہہ احکام اسلئے تم کو دئے۔ کہ تیرے دل میں دھکڑ پکڑ اور تردد نہ رہے۔

اور آپ کا تیسرا اعتراض کہ دیگر مسلمانوں کو اپنی متعدد عورتوں سے کسی نہ کسی قسم کی رعایت فرض ہے۔ مگر محمد صاحب ہر طرح کی رعایت سے سبکدوش ہیں۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ جب نص قرآن سے آپ ثابت کر چکے کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک عورت کے پاس باری باری سے رہنا فرض نہیں تھا۔ بالعموم سب کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا۔ اور سبکو خوش رکھنے کا حکم تھا اور یہہ خدا ہی نے آپ کو رعایت دی تو پھر آپ کا اعتراض کرنا

بُری طرح کی حماقت ہے۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے یہ حکم ہوتا۔ اور آپ منع کے طور پر اپنے لئے یہ رعایت مقرر کر لیتے تو آپ پر خلاف حکم خدا کرنے کا الزام ہو سکتا تھا لیکن جو کچھ آپ نے کیا بحسب حکم الٰہی اور اسکی اجازت سے کیا تو پھر آپ پر مخالفت حکم الٰہی کا الزام سخت درجہ کی جہالت ہے۔

ہاں آنحضرت صلعم کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہ کرنے میں البتہ ایک مصلحتیں ضرور ہیں۔

(۱) چونکہ آپکی کثرت ازدواجی اشاعت دین کے لئے تھی اس لئے آپ کو عام طور پر سب بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت سے نباہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جبر نہ کیا گیا تاکہ جس بیوی کو آپ زیادہ احکام شریعت سمجھنے کے قابل پائیں اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہر سکیں۔ اور مسایل شریعت سکھا سکیں۔

(۲) چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے السید المطاع تھے نہ کسی کے مطیع۔ اسلئے ادب رسالت قائم کرنے کے لئے ایسا حکم دیا گیا تاکہ وہ عورتیں حق کے طور پر آپ سے مطالبہ کریں بلکہ آپ اپنی ذاتی مہربانی سے جتنا سلوک جس کے ساتھ کریں اُس پر وہ قانع اور خوش رہیں تفسیر کبیر میں ہے

اذا لم تجب علیک القسم وانت لاتترک القسم تقر اعینھن الخ

(۳) باوجود اختیار دیئے جانے کے آنحضرت صلعم پھر بھی عدل اور عورات کے حقوق کو اپنے لئے بطور الزام مالایلزم کے سمجھکر خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔

(۴) اس آیت میں ہے کہ واللہ یعلم ما فی قلوبکم خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم اپنی طرف سے کسی طرح قصور کرنے والے نہیں اور سب کے ساتھ عمدہ اور نیک نیتی سے نباہ کرنے والے ہیں اسلئے اجازت عطا فرمائی۔

عدل بین النساء

پھر اگر آنحضرت صلعم نے فی الواقع عدل بین النساء میں کچھ کوتاہی کی ہے۔ تو مخالف کا یہ اعتراض کسی قدر توجہ کے بھی قابل ہے۔ لیکن جب کہ باوجود رخصت کے آنحضرت صلعم نے عدل بین النساء کا وہ نمونہ دکھایا۔ جو کسی نبی یا غیر نبی سے آج تک ہو نہیں سکا۔ تو

پھر یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے

آنحضرت کا عدل بین النساء

بخاری اور مسلم میں یہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم نے نو بیبیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ اُن میں سے آٹھ بیبیوں کے یہاں ہی باری باری سے تشریف لیجاتے۔ ایک بی بی سودہ رضہ نے (بوجہ پیرانہ سالی کے) خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو بخش دی تھی۔ تب سے آپ عائشہ رضہ کے یہاں دو دن رہنے لگے۔ ایک دن خاص اُنکا اور ایک بی بی سودہ رضہ کا (متفق علیہ) یہ بالکل غلط ہے کہ سودہ رضہ کو آنحضرت صلعم نے طلاق دی تھی بلکہ حضرت سودہ رضہ کو کسی وجہ سے آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہو گیا تھا سو انہوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو بخش دی آپنے یہ درخواست قبول فرمالی۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۴۰)۔

جب رسول کریم صلعم سفر کرنا چاہتے۔ تو قرعہ ڈالتے پھر قرعہ میں جس بی بی کا نام نکلتا اُسی کو ساتھ سفر میں لیجاتے۔ (بخاری و مسلم) اگر کسی بی بی کے ساتھ آنحضرت کا عشق زلیخا جیسے بڑھکر ہوتا۔ تو اسقدر تقید کی کیا ضرورت تھی۔ جس بی بی کو چاہتے۔ ساتھ لیجایا کرتے۔ مگر نہیں آنحضرت صلعم کا انصاف واقعی ایسا تھا کہ آپ ذرا بھی بے انصافی گوارا نہ کرتے اور باوجود اس قسم کے عدل اور انصاف کے آپ فرمایا کرتے کہ اللھم ھذا قسمی فما املک خدایا یہ میری تقسیم ہے جو تیرا اختیار ہیں ہے مگر جس بات پر میرا اقتدار نہ کر جو تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ نے انتقال فرمایا آپکا جی چاہتا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ کے گھر ہی رہا کریں گو پھر بھی اپنی مرضی سے اُنکے ہاں نہیں رہے۔ بلکہ آپ تمام بیویوں سے اجازت لیکر اُنکی خوشی سے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر رہے۔ یہانتک کہ انتقال فرمایا (بخاری)۔۔

بی بی سلمہ رضہ سے جب آپنے نکاح کیا تو اُن سے آپنے فرمایا۔ کہ میں تمہارے پاس تین رات رہونگا اور یہ کچھ تمہاری خفت کی بات نہیں ہے۔ باایں ہمہ اگر تم چاہو تو میں سات سات

بھی رہ سکتا ہوں۔ لیکن پھر مجھے سب بیبیوں کے پاس سات سات رات ہی رہنا ہوگا اور اگر چاہو تو تین ہی رات تمہارے پاس رہکر اور بیبیوں کے پاس دورہ کروں۔ ام سلمہ رضہ نے عرض کیا۔ تب تین ہی رات تشریف رکھئے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کنواری کے لئے پہلے ہی پہل سات رات۔ اور بیوہ کے واسطے تین رات ہیں — آنحضرت صلعم کے عدل و انصاف اور یکساں شب باشی کے متعلق بیشمار احادیث ہیں — جو بخاری اور مسلم جیسی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اب اس کے مقابل آپکا حیات القلوب صفحہ ۲ ج ۵ والا قول۔ کہ تو عدل بے کنی میان ما با آنکہ بیغیبر خدائی۔ سوائے شیعوں کی افترا اور لغو گوئی کے اور کیا سمجھا جاوے

(۱) اور آپکا چوتھا طعن کہ آنحضرت صلعم نے اپنی عورات سے طلاق کا استحقاق چھین لیا — آنحضرت صلعم نے ہرگز نہیں چھینا بلکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ادب رسالت کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے بعد ازواج النبی کے ساتھ کوئی نکاح نہ کرے اور واقعی یہ کیسی بری بات معلوم ہوتی ہو کہ ایک ایسا شخص جو دنیا میں رسولوں کا سردار۔ نبیوں کا خاتم اور افضل البشر قرار دیا جائے اُسکا اتنا ادب بھی قایم نہ کیا جائے کہ اُسکی بیویاں اُس کے بعد غیر کا فراش بننے سے بچیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس میں ایک مصلحت یہی تہی۔ کہ اگر ان عورتوں کو طلاق اور ازدواج ثانی کی اجازت دی جاتی تو اُن کے ازدواج سے جو مصلحت تہی وہ فوت ہو جاتی۔ وہ نئے خاوند کے پاس جا کر اُسکی اطاعت اور بس میں ہو جاتیں۔ اور اشاعت دین کا کام جو اُن کے متعلق تہا۔ رُک جاتا اور نئے خاوند کے قبضہ میں آجانے کی وجہ سے ممکن تہا کہ اُن کے خیالات بدل جاتے۔ اور آنحضرت صلعم کی صحبت مبارک سے جو تعلیم اُنہوں نے پائی تھی۔ اس کا اثر مٹ جاتا

بلا شبہ ہر ایک عورت جو اللہ و رسول کی خواہاں تھی اور دین الہی کی سچی معاون و مددگار۔ وہ آپسے نہ طلاق کی خواہاں ہو سکتی تھی اور نہ ایسی عظیم الشان رسول کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل کر چکنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی۔ لیکن اس صورت میں کہ وہ دنیا و دنیا کی زینت کی طالب ہو اسکو عام اجازت تھی کہ آنحضرت صلعم سے طلاق حاصل کر لے۔ اور دوسرے سے نکاح کر لے۔ آیت تخییر میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو صاف حکم فرمادیا

کہ تو اپنی بیویوں سے کہدے کہ اگر دین کی طالب ہو۔ تو اسی فقر و فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اگر دنیا کی طالب ہو تو میں تمکو بھلی طور پر رخصت کر دیتا ہوں۔ پس جس نے اللہ اور رسول کو چھوڑ دیا۔ تو وہ دینی خدمت کے سرانجام کے قابل بھی نہ رہی۔ اور طلاق پاکر غیر کے ساتھ نکاح کر لینے سے اُسے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔

آپ اپنی اُمہات صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ تحدید ازواج کا حکم بہت پہلے آگیا تھا اور آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کی حلت کا پیچھے جبکہ آپ اپنی شرع کو توڑ چکے تھے اور چار سے زیادہ کر چکے تھے۔ پس جتنی عورتیں آپ نے اس عرصہ میں کیں۔ اسمیں یقیناً آپ نے شریعت کے حکم کو توڑا اور حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ سورہ نساء جس میں تحدید ازواج کا حکم ہے وہ مکہ میں نازل ہوئی اور مکی کہلاتی ہے اور آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کے حلال ہونے کا حکم سورہ احزاب میں ہوا جو مدنی ہے۔ اور بہت پیچھے نازل ہوئی۔

میرے خیال میں یقیناً اسی جہالت کی وجہ سے آپ اسلام سے مرتد ہوئے۔ کہ آپ کو

نوٹ چونکہ آنحضرت صلعم نے محض دینی اغراض کے لئے بیبیوں سے نکاح کئے ہوئے تھے۔ اسلئے ایک دفعہ جب کہ عورتیں فقر و فاقہ پر قانع نہ رہکر دنیاوی مال و متاع مانگنے لگیں تو انکو حکم دیا گیا کہ اس رسول کے پاس تم محض دینی اغراض کیلئے جمع ہو۔ دنیا کی بہبودی تمہیں نصیب نہ ہوگی۔ اگر دنیا کی طالب ہو تو طلاق لے لو۔ یہ موقع تھا۔ کہ جو جو عورت زینت دنیا کی طالب ہوتی وہ بخوشی خاطر طلاق لے لیتی۔ اور دوسرے سے نکاح کر لیتی۔ پس خانی صاحب کا یہ اعتراض کہ اُن سے طلاق کا استحقاق چھین لیا تھا۔ ہباءً منثوراً ہو گیا۔ ہاں اس کے بعد جب ان عورتوں نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کیا۔ اور اپنی مرضی سے فقر و فاقہ پر صابر رہنے کو پسند کیا۔ تو پھر آنحضرت صلعم کو حکم مل گیا کہ اس کے بعد کہ تیری ازواج نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کر لیا ہے۔ نہ کسی کو طلاق دے سکتے ہو اور نہ ایک کو طلاق دیکر اُسکی جگہ دوسری بدل سکتے ہو اور نہ انہی کو دوسرے لوگ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ حکم ہمیشہ قطعی الہیٰ دائمی ہو گیا کہ دینی خدمات کے قبول کرنے کے بعد نہ کوئی عورت طلاق پا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ہاں طالب دنیا ہو تو پہلے ہی طلاق بھی طلب کر سکتی اور دوسرا نکاح بھی کر سکتی ہے اور اس کی وجہ سورہ تحریم میں بھی تنبیہ۔ کی گئی ہے کہ عسیٰ ربہ

اسلام کی ذرا بھی خبر نہیں۔ ورنہ سارے مسلمان اسبات کو جانتے ہیں کہ قرآن کی سورتیں ساری کی ساری ایک دفعہ یا ایک ہی مقام میں نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ بعض سورتوں کے بعض حصے مکہ میں نازل ہوئے بعض مدینہ میں بعض آیتیں کسی وقت بعض کسی وقت پس آپ کا ساری سورہ نساء کو مکی کہنا یا جہالت ہے یا تعصب۔ سورہ نساء میں بہت سی آیات ایسے اندر جہاد کے حکم ہیں اور جہاد کی آیات یقیناً مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود کے حالات جس قدر اس سورت میں ہیں وہ سب مدینہ سے متعلق ہیں۔ منافقین کا گروہ بھی مدینہ میں ہی تھا۔ جبکہ آپ کو عروج حاصل ہوا۔ کیونکہ منافق اسی وقت سے نمودار ہوئے۔ جبکہ ان کو کچھ آپکی ترقی کا بھی خیال تھا اور کچھ اپنی برادری کا بھی ڈر تھا۔ بظاہر آپکے ساتھ ہے اور در باطن کفار کے ساتھ۔ دونوں سے صلاح ملائے رکھے تا کہ وقت پر جن لوگوں کا پلہ بھاری ہو۔ ادھر ہی ہو جائیں۔ جہاد کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جو اس سورت میں درج ہے وہ بھی مدینہ میں ہی مقرر ہوا۔ اہل کتاب کی تمام باتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں وہ بھی مدینہ سے متعلق ہیں۔ خصوصاً نصاری نجران کی بحث کے بعد جو آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملئکۃ المقربون یعنی مسیح اس بات سے ہرگز انکار نہیں کریگا کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے یہ یقیناً اور بلا شبہ آپکی آخری عمر سنہ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) پس آپ کا یہ کہنا۔ کہ سورہ نساء ساری کی ساری مکی ہے یا سورہ احزاب سے پہلے اتری ہے۔ بڑا بھاری دھوکا ہے جس میں کوئی جاہل آجائے تو آجائے۔ ورنہ۔ باخبر آدمی تو کبھی یہ دھوکا کھا نہیں سکتا۔

آؤ میں تمکو بتاؤں کہ بعض صاحبوں نے سورہ نساء کا نزول سورہ احزاب سے بھی پیچھے لکھا ہے۔ چنانچہ قصیدہ نقربیا لاصول فی ترتیب النزول تصنیف برہان

(بقیہ حاشیہ) ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن الخ کہ اگر تم اس رسول کی نافرمان ہو گی اور اس خدمت کے نالائق ہو گی۔ تو اسکے بعد قریب ہے کہ اسکا رب تم سے بہتر دینی خدمت کرنے والی اور دیندار بیویاں انکاح میں دیگا

الجعبری کا ایک یہ شعر ہے الاحزاب۔ مائدۃ۔ امتحان والنساء مع زلزلت ثم الحدید تا ملا۔ اور ابن ضریس نے فضائل القرآن میں ابن عباس سے جو روایت کی ہے۔ اس میں مدنی سورتیں اس ترتیب پر ہیں۔ **قولہ** ثم البقرۃ۔ ثم الانفال ثم آل عمران۔ ثم الاحزاب۔۔ ثم الممتحنہ۔ ثم النساء۔ اب ان اقوال کی تسلیم تمہارا سارا ہی اعتراض اڑ جاتا ہے۔ کہ جب سورہ النساء اتری ہی بعد میں تو پھر آنحضرت صلعم کی نسبت جو حکم ازواج کے متعلق ہو چکے وہ سب پہلے ہو چکے اور عام مومنوں کے لئے ازواج کی حد پیچھے مقرر ہوئی۔ لیکن سچ یہی ہے۔ کہ ان سورتوں کے بہت سے حصے پہلے اور بہت سے پیچھے نازل ہوئے۔ ساری یکدفعہ نازل نہیں ہوئیں۔ ہاں جس سورت کا زیادہ تر حصہ پہلے یا پیچھے نازل ہوا اسکا نزول دوسری سورت سے پہلے یا پیچھے بیان کیا گیا۔ امر حق یہی ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کے اکثر حصے بہت پہلے نازل ہوئے ہیں لیکن یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی تمام قرآن سے پیچھے نازل ہوئی ہے جس کے ۸۱ دن بعد آنحضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

تو غرض یہ ہے کہ ان سورتوں کے بعض بعض حصے یقیناً آگے پیچھے یا دوسری سورتوں کے ساتھ ساتھ بھی نازل ہوئے ہیں۔ لیکن الہام الٰہی کے بموجب جس حصے کا تسلسل۔ طرز عبارت اسلوب بیان۔ فواصل آیات جس سورت سے یکساں اور مطابقت رکھتے تھے وہاں داخل کر دیئے گئے۔ اس تمام تمہید کی بنا پر ہم بے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گو کتب سیر اور تواریخ میں بعض واقعات گڈمڈ کر دیئے گئے ہوں لیکن قطعاً اور بلاشبہ تحدید ازواج آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کے رکھنے دینے کا حکم ایک ہی دفعہ اسی وقت نازل ہوا ہے۔ جبکہ آپ سب ازواج رسم عرب وسنت انبیاء سابقہ کے موافق کر چکے تھے۔ پھر اس وقت جبکہ حکمت الٰہی اس بارہ میں بھی تکمیل شریعت کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور دوسروں کے لئے تو ازواج کی تحدید کی گئی۔ اور آنحضرت صلعم کو آئندہ ازدواج کرنے سے روک دیا گیا۔

۱؎ بلکہ سچ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اور عورتیں کرنے کی ممانعت اور موجودہ پر انحصار پہلے ہو چکا ہے اور دوسری مومنوں کو ۴ عورتوں کا حکم بعد میں ہوا ہے آنحضرت صلعم کی نسبت سب احکام پہلے مخصوص

جس شخص کا یہ خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم اپنی مرضی کے موافق آیات گھڑ لیا کرتے تھے
وہ بھی اگر غور کرے تو یقیناً معلوم کر سکتا ہے کہ اگر بقول اس کے آنحضرت صلعم یہ قرآن خود
آپ ہی بنالیا تھا ہم آپنے اپنی نسبت یہ کبھی اعتراض نہ رہنے دیا ہوگا اور دوں کو چار سے
زیادہ ازواج چھڑا کر آپ اس حکم پر عمل نہ کریں۔ اپنی نسبت بھی ضرور اسی وقت جواز نساء
موجودہ کا حکم گھڑا ہوگا۔ اس طعن کا آنحضرت صلعم کو اس وقت آپ ہی خیال ہوگا۔ قوم کا سرگروہ
مذہب کا پیشوا (جو آپ ہی جھٹ آیات گھڑ سکتا ہے) اپنی نسبت ایسے اعتراضات کا
کب موقعہ چھوڑتا ہوگا۔ پس یہانتک ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے وہ یہی ہے کہ یقیناً اور
بلاشبہ حکم تحدید ازدواج کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کو بھی ضرور[سلہ] بجواز نساء موجودہ کی نسبت
وحی نازل ہوئی ہے اور اسکے بخلاف تمام اقوال باطل اور روایات ناقابل تسلیم ہیں۔

ڈاکٹر احمد شاہ نے جو یہ قول نقل کیا ہے کہ حکم لا یحل لک النساء من بعد
منسوخ ہو کر آنحضرت صلعم کو آئندہ پھر اور عورتیں کرنے کی وسعت ہو گئی تھی۔ بالکل غلط ہے
قرآن شریف کو کبھی کوئی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی۔ آنحضرت صلعم قرآن شریف کے
تابع اور محکوم تھے۔ نہ ایسے حاکم اور اسکے احکام کو رد کرنے والا۔ حضرت عائشہ رض کے وہ الفاظ
جن سے آپ یہ مطلب نکالتے ہیں ما مات رسول اللہ صلعم حتی احل لہ النساء
رسول خدا صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ ان کے لئے عورتیں حلال نہیں ہو گئیں اگر یہ
حدیث صحیح ہو تو ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جو نو سے زیادہ ازواج
رکھیں آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ آپکی کثرت ازدواج کی بابت تنزیل میں ظاہر
نہیں ہو چکی یعنی آنحضرت صلعم کے لئے نو عورات کا ہونا حکم الٰہی سے تھا۔ چنانچہ اس مطلب
کو حضرت انس رض کا قول بھی تقویت دیتا ہے جو تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ

بقیہ حاشیہ) ہو چکے تھے۔ بہر وجہ تحدید ازدواج کے حکم پر باقی عورتیں کس طرح چھوڑ دیتے۔ سچ پوچھو تو
آنحضرت صلعم کا علیحدہ اپنی بیویوں کے رشتوں کے برخلاف صرف موجودہ ازواج پر انحصار ایک نہایت ضعیف نہیں جو ہوائی
نفس کے مختلف برخلاف ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے لا یحل لک النساء ای من بعد التسع وہو فی حقہ کالاربع
وحقنا ای من بعد الیوم حتی لو ماتت واحدۃ لم یحل لہ نکاح اخری الخ

سلہ تو علمنا ما فرضنا علیہم (ہم کو معلوم ہے جو ہم نے ان پر فرض کیا ہے) سے آپ نکالتے ہیں کہ آیت صاف منسوخ ہو چکی ہے اور معلوم کی کثرت ازدواج اس آیۃ کے بعد کسی کو جو بذریعہ ان تبتغوا باموالکم میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہ حکم تعدد ازدواج —

قال الله وما ت علی التفرایہ یعنی الله کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلعم کے مرتے دم تک وہی حرمت کا حکم ولا یحل لک النساء من بعد ہی قایم رہا۔

آنحضرت صلعم کے ازواج مطہرات کا مختصر حال اور شایق صاحب کے اعتراضات کا مختصر جواب

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

آپ کے باپ کا نام خویلد تھا اور قریش [illegible] تھیں [illegible]
اُن کا [illegible] تھا [illegible] آپ کا چچا زاد بھائی تھا [illegible] صدیق کی
حضرت خدیجہ [illegible] سال [illegible] نبوت [illegible] متوفیہ ہوئیں۔

حضرت خدیجہ رض کا پہلا نکاح ابو ہالہ [illegible] سے ہوا [illegible] بعد انہوں نے دوسرا
عتیق بن عابد سے اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی [illegible] والد بہت [illegible] تھا اور [illegible]
[illegible] تجارت [illegible] تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم حضرت [illegible] کا مال [illegible] تجارت [illegible] بصرہ
گئے اور بہت سا نفع کما کر لائے۔ خدیجہ آپ کی خوش معاملگی و دیانت داری سے بہت خوش ہوئیں
اور یہیں سے اُن کو آپ کے ساتھ نکاح کا خیال ہوا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم اسوقت کچھ [illegible] تھے۔ مگر اس میں بھی
کچھ شک نہیں کہ اگر تجارت کا سلسلہ برابر جاری رکھتے تو آپ ہی خود سے دولتمند اور غنی
ہو سکتے تھے اور پھر جس خاندان سے ہو وہ کیا [illegible] کر سکتی تھی کیونکہ آپ [illegible] نہایت [illegible]

خاندانی نجابت ... نوشتہ ہی ... صرف غریبی کا عذر تہا سو غریبی اسی طرح تجارت سے رفع ہو سکتی تہی پس شایان صاحب آپکو غریبی کا طعن دینا اور غریبی کی وجہ سے کوئی میری نہ کر سکنا کچھ ٹھیک نہیں ہے ۔ جو شخص دن تجارت سے ایک دفعہ مستقل نفع کما کر لائے وہ اس سلسلہ کو برابر جاری رکھنے سے اچھا خاصہ دولتمند ہو سکتا اور بخوبی خانہ داری چلا سکتا ہے ۔

البتہ مسیح ؑ کی نسبت زینب عشق ٹیر ٹیں کا مقولہ ٹھیک آ سکتا ہے جس کو یہودی کوئی رشتہ دینا نہیں چاہتے تھے ۔ کیونکہ معاذ اللہ انکو ناجائز پیدائش کا آدمی سمجھتے تہے اور انکی غریبی کا یہ عالم تہا کہ لومڑیوں کو ماندیں اور پرندوں کو بسیرے تھے پر ابن آدم کو جگہ نہیں ملتی تہی ۔ جہاں سر رکہے سو مسیح ؑ کو کوئی عورت تو نہ مل سکی ساری عمر ترستا رہا ۔ بجز اسکے بوطی اور مریم مگدلینی وغیرہ عورتوں سے ضرور رابطہ اتحاد باہم رکھتا رہا جس سے مخالف کو بدظنی کا پورا پورا موقع مل سکتا ہے ۔ جس کے رفع کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں ۔

آنحضرت صلعم ابتدا ہی سے نیک چلن ۔ راستباز ۔ صادق اور امین القوم مشہور تہے ۔ آپ انکی دیانت و امانت اور تجارت میں برکت دیکھکر حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلعم سے نکاح کر لیا ۔ نکاح کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر ۲۵ سال کی تہی اور حضرت خدیجہ رضہ کی ۴۰ سال تہی ۔

حضرت خدیجہ رضہ سے آنحضرت صلعم کے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت زینب ۔ رقیہ ۔ ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ لڑکے بہی تین چار ہوئے ۔ مگر وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے سنہ ۳ قبل ہجرت ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ آنحضرت صلعم کا ۵۰ برس کی عمر تک اس ۶۵ برس کی بیوی سے نباہ کرنا اور صرف ایک ہی نکاح پر کفایت کرنا واقعی آپکے زہد و اتقا کی اعلےٰ دلیل ہے ۔ حالانکہ بعثت[1] کے بعد کفار مکہ آپکو اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان

---

[1] پادری عماد الدین صاحب ایک ... یہ بھی لکھتے ہیں یہ روایت صاف لکہدی ہے کہ کفار مکہ آنحضرت صلعم کو اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا لالچ دیتے تہے مگر آپنے ہرگز نہ مانا ۔

[2] حضرت خدیجہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائیں یہ بہی آنحضرت صلعم کی صداقت کا بڑا نشان ہے ۔ وہ خدیجہ جنکی تمام اتنی عمر ایک پہلو ہو کر بسر ہوئی کی حالت اور انکی سیرت انکو گہر میں کہاں ... باوجود ... تعلیم یافتہ ہونے کے جب آنحضرت صلعم کی نبوت تسلیم کرے اور آپ پر ایمان لائے تو واقعی بڑی دلیل ہے آپکی صداقت کی ۔ دیکہو حضرت مسیح پر نہ مریم ایمان لائی نہ انکی بہائی ۔ انہوں نے انکو دیوانہ سمجہا ہوا تہا ۔

کی لڑکی کے ساتھہ نکاح کرنے کا وعدہ دے رہے تھے - چندہ اکٹھا کر کے سب برادر دولتمند قوم بنا دینے کو کہہ دیا تھا -

آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہ رضہ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا بیشک آپکی شرافت اور وفاداری وغیرہ کی وجہہ سے ہو سکتا ہے لیکن یہہ بات غلط ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس واسطے نکاح ثانی نہ کیا کہ حضرت خدیجہ رضہ یا ان کے رشتہ دار عیسائی تھے یا انجیل میں تعدد ازدواج منع ہے کیونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تو آنحضرت صلعم پر ایمان ہی لے آئی تھیں اور حضرت ورقہ بن نوفل نے بھی آپکی نبوت کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے ہوئے تھے اور حضرت خدیجہ رضہ کے دیگر رشتہ دار عیسائی نہ تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج ہرگز ہرگز منع بھی نہیں - جیسا کہ ہم ثابت کر چکے - پس یہہ کہنا کہ بسبب عیسائیت کے سبب سے آنحضرت صلعم دوسری شادی نہ کر سکے بالکل غلط ہے -

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قوم نصاریٰ کا عموماً ایسا برا حال تھا کہ ناگفتہ بہ ہے چنانچہ اُس زمانہ کے عیسائی شاعروں کے حالات سے عیسائی سوسائٹی کا پورا حال منکشف ہو رہا ہے یہہ بات کسی تاریخ داں پر پوشیدہ نہیں کہ عرب میں قبیلہ بنی تغلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب میں سب سے بڑھکر فسق و فجور ظلم و تعدی شراب خواری اور شہوات نفسانیہ میں منہمک و مستغرق تھے چنانچہ اس قبیلے میں سے ایک شاعر عمرو بن کلثوم تغلبی ہے جس کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں مندرج ہے - اُسکی عیسائی سوسائٹی کا پورا حال ظاہر ہو جاتا ہے اُسکے قصیدے کا ایک یہہ شعر ہے ؎

الا ہبی بصحنک فاصبحینا ٭ ولا تبقی خمور الاندرینا
وکاس قد شربت ببعلبک ٭ واخری فی دمشق و قاصرینا

یعنی اے میری معشوقہ (یہہ معشوقہ اُسکی ایک والدہ ہی تھی) شراب کے پیالے اُٹھا اور قصبہ اندرینا میں جس قدر شراب ہو پلاتی جا تاکہ وہ سب کی سب پلا دے اور ایسا کر کہ شراب کے ذخیروں میں کچھہ بھی باقی نہ رہیگا - پھر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور اسی قدر دمشق میں پی - اور ایسا ہی مقام قاصرینا میں - سچ ہے کہ عیسائیوں کو شراب خواری کے سوائے اور کام ہی کیا تھا - یہی تو ان کے دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے - لیکن عجیب تر یہہ ہے کہ یہہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا اور یاد رہے کہ اُس زمانہ کے شعرا

آجکل کے شعرا کی طرح فرضی تک بندی نہیں کیا کرتے تھے - بلکہ انکے اشعار اپنے اپنے زمانہ کی حالت کا فوٹو اور فن تاریخ کا سرمایہ ہوتے تھے - چنانچہ بہت سی تواریخ عرب انہی شعرا کے اشعار سے لکھی گئی ہے ہم ایک اور لطیفہ سنئے - اس زمانہ کا ایک عیسائی شاعر اخطل نامی گذرا ہے - جو پکا عیسائی دین پر مضبوط اور گرجا کے وعظ کو یاد رکھنے والا اور صلیب کو ہر وقت اپنے سینہ پر لٹکائے رکھتا تھا (دیوان اخطل صفحہ ۳۴۴) اسکا ایک دیوان عربی جو اسکی اخلاقی حالت کا فوٹو کھینچتا ہے - وہ اپنی پیرانہ سالی کا حال بیان کرتا ہے ؎

بان الشباب و ربما عللته بالغانیات و بالشراب الاصهب

جوانی مجھ سے جدا ہوگئی اور میں نے اسکو روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ حیلہ کیا ہے خوبصورت عورتوں اور شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے - اب یہ شعر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل ہونے کے پھر بھی زناکاری کی حالت میں مبتلا رہتا تھا - (ماننا تو زیادہ بہت سے نکاح کر لیتا تھا - جو وہ بھی ڈاکٹر احمد شاہ کے مذہب کے برخلاف ہے) -

اور لطف یہ کہ یہ شخص پادری کا منصب بھی رکھتا تھا اور گرجے میں وعظ بھی کیا کرتا تھا - مگر گرجے میں جس غرض سے جایا کرتا تھا وہ اسکے اسی شعر سے ظاہر ہے ؎

ان تعن یدخل الکنیسة یوما یلق فیها جآذرا و ظباء

اگر ہمارے گروہ میں کوئی شخص اخطل سا ہو تو بہت سے گوزن بچے اور ہرن اسمیں پائیگا - یعنی بہت سے جو (ان) خوبصورت اور حسین عورتوں کو دیکھکر حظ اٹھائیگا گویا اس میں میاں اخطل لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ گرجا میں ضرور جانا چاہئے اور لطف اٹھانا چاہئے -

اب دیکھا ڈاکٹر احمد شاہ صاحب! آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہ قوم کا حال تھا جسپر تم لکھتے ہو کہ فرشتہ سا تھا - اور حد یہ کہ اسکی بہن بھی عرب کی حالت اور اسکی رسمیں ابھی ہر کہیں جگہ پائی جاتی ہیں (امہات صفحہ ۳۹) آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس زمانہ میں وہ قوم تو ایک طرف قوم کے پیشوا پادری کا یہ حال تھا کہ گرجا میں جاتا اور بظاہر انجیل کو ہاتھ میں لیکر لوگوں کی بہو بیٹیوں کو تاڑتا - اور طرح طرح عورتوں سے حظ اٹھاتا اور والدہ تک کے عشق سے نہ چوکتا -

نازم براین ریش و فش۔

اور حضرت خدیجہ رضہ کے مال سے فایدہ اُٹھانے کا جو تمنے بار بار آنحضرت صلعم کو طعن دیا ہے شاید آپکو مریم مجدلینہ اور ان عورتوں کا حال بھول گیا ہے جو تمہارے خدا کے پیغمبر حضرت مسیح ع کی مال سے خدمت کرتی تھیں۔ ورنہ یہ ریاکاری کا گلہ ہوا۔ غیرت کی نہیں اور کیوں یہ باپ پیسے کرتی تھیں جو آنحضرت صلعم پر بدظنی کیئے ہو۔

اور تم نہیں جانتے جن لوگوں میں کثرت ازدواجی کی رسم عام ہو اور وہ سلاطین بری نہ سمجھی جاتی ہو۔ ان میں یہ نکاح ثانی کوئی عیب یا قابل روک نہیں سمجھا جاتا۔ اگر حضرت خدیجہ رضہ کے ہوتے یا ان کی اجازت سے آنحضرت صلعم دوسرا نکاح کر لیتے تو ناکامی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ رسم اور عادت کیموافق حضرت خدیجہ رضہ بھی آپکو کبھی منع نہ کرتیں خصوصاً جبکہ انکی اپنی عمر ۶۵ سال کی ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضہ کی طرح حضرت ابوبکر صدیق بھی آنحضرت صلعم کے کچھ کم محسن نہ تھے انہوں نے جان و مال آپ پر فدا کر دیا ہوا تھا۔ حضرت عایشہ رضہ کے ہوتے آپ نے کئی نکاح کئے مگر حضرت ابوبکر رضہ نے سندو کا نہ برا مانا۔ کیونکہ وہ ملک کی رسم کے مطابق ایک معمولی اور ہلکی سی بات سمجھتے تھے۔ پس تمہاری ساری تقریر لغو اور فضول ہے۔

اُمّ المومنین حضرت سودہ

حضرت سودہ رضہ کے باپکا نام زمعہ ماں کا نام شموس بنت قیس تھا انکا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا عبدالرحمان پیدا ہوا۔ حضرت سودہ اور ان کا شوہر سکران بن عمرو دونو مسلمان ہو گئے تھے۔ اور جبکہ دوسری دفعہ مسلمان ہجرت کرکے حبش کو چلے گئے تھے۔ حضرت سودہ رضہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ مکہ سے حبش کو ہجرت کر گئی تھی۔ جب وہ حبش سے واپس آئیں تو مکہ میں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضہ کی وفات کے بعد سنہ ۳ قبل ہجرت میں ان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کر لیا۔ جس سے اس غریب بیوہ کی گذران کی صورت بھی نکل آئی۔ سنہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔

یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب طلاق دینے کے لئے مستعد ہوئے تھے - سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روایتیں کی ہیں وہ اسبات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت م نے ایسا ارادہ ظاہر کیا - پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبرہ احادیث میں مذکور ہے یہہ ہے کہ خود سودہ ہی نے اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہہ خوف کیا - کہ اب میری حالت قابل رغبت نہیں رہی - ایسا نہو کہ آنحضرت م باعث طبعی کراہت کے جو نشاء بشریت کو لازم ہے ، مجکو طلاق دیدیں اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا بھی اُس نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو اور اُس سے طلاق کا اندیشہ جم گیا ہو کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں وہم اور وسوسہ بہت ہوا کرتا ہے اس لئے اُس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اسکے سوا اور کچھہ نہیں چاہتی کہ آپکی ازواج میں میرا حشر ہو - چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۴ میں یہہ حدیث ہے قال السودہ بنت زلقہ حین اسنت وخافت ان یفارقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ وہبت یومی لعائشۃ فقبل ذالک منہا - ورواہ ایضاً ابن سعد وسعید ابن منصور والترمذی وعبد الرزاق قال الحافظ تواردت ہذہ الروایات علی انہا خشیت الطلاق - یعنی سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے خوف ہوا کہ اب میں شاید رسول اللہ صلعم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا یارسول اللہ م میں نے اپنی نوبت عائشہ رض کو بخش دی - آپنے اُسکی یہہ درخواست منظور فرمائی - ابن سعد - سعید بن منصور ترمذی - عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کیا ہے در فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان روایتوں کا توارد ہے - کہ سودہ رض کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا - اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ در اصل آنحضرت صلعم کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی پر نظر کر کے خود ہی اپنے دل میں یہہ خیال قایم کر لیا تھا اور اسی وجہ سے ۸ ہجری میں صرف دو سال کے لئے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو بخشدی

اگر بالفرض ان روایات کے توارد اور تظاہر کو نظر انداز کر کے فرض بھی کر لیا جائے کہ آنحضرت م نے طبعی کراہت کے باعث - سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پاکر طلاق کا

ارادہ کیا تھا۔ تو اس میں بھی کوئی شناعت عقلی نہیں۔ اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے خلاف ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں سے کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اس کے سبب سے مرد اس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو اس حالت میں اگر وہ اصول تقویٰ کے لحاظ سے کوئی کام کرے تو عند العقل کوئی جائے اعتراض نہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض

حضرت عائشہ رض حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ یہی ہیں جو کنواری آنحضرت صلعم کی نکاح میں آئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انکی منگنی آنحضرت م سے ہوئی تو انکی عمر[1] چھ سال کی تھی۔ اور جب آنحضرت م کے گھر تشریف لائیں تو ۹ سال کی تھیں لیکن یہ روایت وحی الٰہی نہیں۔ صرف ایک حدیث میں حضرت عائشہ رض سے ایسا مروی ہے چونکہ عرب میں تقویم تحریری نہیں ہوتی اور تخمینی عمر میں ایک دو برس کا فرق ممکن ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ انکی عمر میں ایک دو برس کا فرق ہو۔ یعنی ۱۰۔۱۱ برس کی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے آنحضرت م کے نکاح کا موجب غالباً یہی معلوم ہوتا ہے کہ تا اُسے دین کی اشاعت کے لئے ایک کامل مشنری کے طور پر تیار کریں۔ چونکہ زیادہ تر کی عورتیں اس قدر جلد اور ایسا پورا فائدہ تعلیم و رشد و ہدایت کا نہیں لے سکتیں جیسے وہ عورتیں کر سکتی ہیں جو بچپن سے طفولیت کاملوں کی صحبت اور تربیت میں رہیں اور حضرت عائشہ رض کے ناصیہ پر رشد اور ہدایت اور نوری استقامت کے آثار نمایاں تھے اور آنحضرت صلعم کو انکی مستعد اور قابل طبیعت کا حال معلوم تھا اور بلا نکاح آپ کسی لڑکی کو صحبت میں

[1] پھر اس میں اختلاف ہے بعض نے انہوں نے منگنی کے وقت ۷ سال بتائی ہے۔ اور صاحب نے وفات کے وقت ۱۰ سال عمر بتلائی ہے۔

رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ نے اُن سے شرعی نکاح کا پیغام ڈال دیا۔ اگر صحیح روایات سے ثابت ہو جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے صغر سنی کا عذر کیا تھا تو اسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی اصلی خواہشوں سے آگاہ نہ ہونگے۔

لیکن آنحضرت صلعم کا قیافہ بالکل ٹھیک نکلا۔ دنیائے اسلام میں جیسی محدثہ۔ فقیہہ۔ عالم فاضلہ اور نبوت سے مستفیض شدہ ذہین۔ فہیم تیز طبع نکلی ہیں۔ ایسی نہ کوئی آنحضرت صلعم کی بیویوں میں سے ہوئی۔ اور نہ کوئی دوسری عورتوں سے۔ چنانچہ اُن سے احادیث کثیرہ بلاواسطہ مروی ہیں۔

اب ہم ڈاکٹر احمد شاہ کے اعتراضات کی طرف ملتفت ہوتے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض حضرت عائشہ رض کی صغر سنی پر ہے۔ سو اسکے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ

اول تو ان کی عمر وحی یا الہام سے ثابت نہیں کہ زفاف کے وقت انکی عمر ضرور ۹ سال ہی کی تھی۔ عرب لوگ اُمّی ہوتے ہیں اُنکے پاس تقویم پتری نہیں ہوتی اور نہ ایک دو برس کا فرق اچھی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں تخمینی بات میں ایک دو برس کا فرق کوئی بڑی بات نہیں۔

اور دوسرے یہ کہ ۹ سال کی عمر میں حضرت عائشہ صدیقہ رض حضرت رسول کریم صلعم کے گھر میں تشریف لے گئی۔[1] کچھ ضرور نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے زفاف بھی اس عمر میں کیا ہو۔

تیسرے یہ کہ خواہ انکی عمر ۹ سال ہو یا ۱۰ سال بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رض نے بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر بھیجا ہوگا۔ بقول تمہارے جو شخص نکاح کے وقت صغر سنی کا عذر کرتا تھا اور آنحضرت صلعم کا اسپر کوئی جبر بھی نہ تھا تو اُسنے [illegible] کے بعد بالغ ہونے پر ہی حضرت عائشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر میں بھیجا ہوگا۔ خواہ ان کی عمر ۸ سال ہو خواہ نوسال

---

[1] اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رض کا ۷ سال میں ہوا تھا۔ مگر حضرت عائشہ رض آنحضرت صلعم کے گھر میں بالغ ہونے پر ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں گئی تھیں

[2] عیسائی لوگوں کی تو الہامی کتابوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور کئی باتیں تخمینی لکھی ہیں۔ عمریں غلط لکھی ہیں انکے بموجب جب الہام میں تخمینہ یا غلطی ہو سکتی ہے تو ایک روایت میں تخمینہ کا ہونا کونسی بڑی بات ہے۔

اٹھارہ ۱۰ ساتھ سال - عورتیں ان امور میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوتی ہیں - یہ عقل میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی بیوی نے بغیر اطمینان بلوغ اپنی بیٹی کو حضرت م کے گھر میں بھیج دیا ہو - کیونکہ آنحضرت م کا جبر تو اُن پر کچھ تھا ہی نہیں - پس اسباب میں سارے جو اب آپکے اعتراضات کے آجاتے ہیں -

اور جو تم کہتے ہو کہ فن طب کے موافق ۹ سال کی عمر - عمر بلوغ نہیں ہو سکتی اور اس سال میں زفاف کرنے کو نسخہ عیاشی کا بتلاتے ہو -

اس معاملہ میں آپنے صرف عام لوگوں کو ہی دھوکا نہیں دیا - بلکہ اپنے پیشہ ڈاکٹری کو بھی دھبہ لگایا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ایسا ہی جاہل ڈاکٹر ہوتا ہے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو اور کتابوں میں پڑھتے ہو کہ سن بلوغ مختلف ممالک اور مختلف مزاجوں میں تو سے ۲۳ سال تک ہے اور کم و بیش اس عمر میں عورتوں میں بلوغ اور حاملہ ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے - ڈاکٹر بوتی صاحب جو علوم طبی اور طبابت کے ماہر اور انگریزوں میں بہت مشہور محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ممالک میں عورتیں آٹھ یا نو سال کی عمر میں شادی کے لایق ہو جاتی ہیں - اور حال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے وہ اپنی کتاب تدبیر بقاء النسل میں بعینہ یہی قول لکھتے ہیں - جو اوپر نقل ہوا - اور صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں - کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ نو یا آٹھ یا پانچ یا چھ برس کی لڑکیوں کو بھی حیض آتا ہے - ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا بھی نام لے کر حوالہ دیا گیا ہے - لیکن ڈاکٹر وآہ صاحب کا ایک چشم دید واقعہ لینسٹ نمبر ۱۵ مطبوعہ اپریل ۱۸۸۱ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے اس عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تھا - اور آٹھویں برس حاملہ ہوئی اور آٹھ برس - ۱۰ مہینے کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا - مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب ہنسنگو کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھ یا دس برس کی عمر میں نکاح

[1] زفاف کا حال حضرت تو کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتے کہ مباشرت کی باتیں بیان کرنی شرع میں منع ہیں - حضرت عائشہ رض بھی اسی اصول کے موافق بیان نہیں کر سکتی تھیں - پس اس کی بابت جو کچھ مردہ دل لوگوں کا خیال ہے -

کے قابل ہوجاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے قابل جوانی گویا ساتھ ہی شروع ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے مباشرت کرنا عیاشی یا زنا کے حکم میں ہے سراسر غلط ہے۔ آپکی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل کی نص سے اسکو ثابت کرتے۔ انجیل نے آپکو دھکے دیئے۔ اور وہاں نہ ہاتھ پڑا۔ تو گورنمنٹ کے قانون ۱۲ سالہ کے حساب سے۔ اعتراض کردیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے قانون کالوحی من السماء نہیں ہوتے جس میں ردوبدل نہ ہوسکے۔ یہاں بھی پہلے دہ سالہ قانون تھا جسکے موافق گویا نو اور دس سال میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور اب دوازدہ سالہ مقرر ہوا۔ اگر یہ قانون الہامی اور کالوحی من السماء ہوا کرتے تو ایک ہی ملک میں آئے دن بدلا کیوں کرتے اور ملک ملک کا قانون جدا کیوں ہو؟ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق انکی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بناپر تیار ہوتے ہیں۔ اُن میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی۔ یورپ میں خود ہر ایک ملک میں عورتوں کی بالغ ہونے کی نسبت جدا جدا قانون ہے۔ گو وہ اکثر خیالات کے لحاظ سے قانونی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ انکا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ اس سے کم عمر میں کوئی عورت بالغ ہو نہیں سکتی۔

اور عرب اور ہندوستان کے لئے ایک قانون ثابت کرنے کے لئے جو تم کہتے ہو کہ عرب و ہند کچھ بہت مختلف نہیں۔ دونوں میں دوازدہ سالہ کا قانون ہونا چاہئے یہ تمہارا حیلہ بہت کم ہے۔ عرب و ہند کی آب و ہوا میں بہت اختلاف ہے۔ ساری دنیا عرب کو بڑے بھاری گرم ممالک میں سے شمار کرتی ہے۔ عرب کی آب و ہوا۔ عرب کی چستی چالاکی۔ عرب کا نشو ونما۔ پہاڑی ملک۔ وہاں نو سال سے بھی کم عمر میں عورت کا بالغ ہونا ممکن ہے۔ تم عرب کو ہند کے قانون پر عمل کرنے کے لئے جبر نہیں کرسکتے اور نہ تمہارا قیاس ہی ٹھیک ہے۔ اپنے خیال کے موافق تمہاری تسلی کے لئے اسقدر بیان کردیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر تمکو غیرت حیا ہوئی تو فن ڈاکٹری کو چھوڑ چلو بھر پانی میں ڈوب مروگے۔

اب بتاؤ ہمارے سرکار کے حق میں آپکا اس طرح بدظنیاں کرنا اور گالیاں نکالنا کہاں

نعوذ باللہ گستاخیوں سے پیش آنا محض شیطانی فعل ہے۔ واقعی ان دو مقدس نبیوں یعنی آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح ع پر آپ کی طرح بہت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پہلے نبی کو تو زانی قرار دیا۔ جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیا۔ جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

کاش کہ آپ نے حضرت عائشہ رض کی کمسنی پر تو اعتراض کر دیا۔ جو الہامی کتاب کی بنا پر نہیں بلکہ محض ایک روایت کی بنا پر ہے حالانکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تکمیل نکاح کے واسطے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں بلوغ ہی شرط ہے۔ اگر ہندوستان میں دوازدہ سالہ قانون پاس ہوا ہے۔ تو یہاں کے لوگوں کی خاص حالت اور وضع کے مناسبت کے خیال سے۔ نہ کہ قدرتی قانون۔ قانون ہند کا پابند ہے۔ آنحضرت صلعم نے پچاس سال کی عمر میں جب کہ آپ پورے توانا۔ قوی۔ وتندرست تھے۔ معمولی رواج کے موافق درخواست کر کے نکاح کر لیا۔ اور حضرت عائشہ رض جیسی امیر گھر کی اور پرورش یافتہ لڑکی سے کم عمر میں بالغ ہونے پر زفاف کر لیا۔ تو کیا بری بات ہے۔ لیکن کم عمر بی بی حضرت مریم ع کا جو خدا کے بیٹے کی ماں تھی۔ سترے بہترے بوڑھے یوسف سے جو کئی بڑی بڑی عمر کے بال بچوں کا باپ تھا کاہنوں کا جبراً منگنی کر دینا۔ یہ آپ کی نظر میں عجیب معلوم ہوا۔ حالانکہ یوسف نے اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے عذر بھی کیا تھا۔ کہ میرے کئی بیٹے ہیں اور میں بوڑھا ہوں۔ اور یہ لڑکی بہت کم عمر ہے۔ سو میں ڈرتا ہوں کہ اسرائیل کی اولاد مجھ کو ٹھٹھا کرے۔ اس پر بھی کاہنوں نے اس بوڑھے میاں کا عذر نہ سنا اور جبراً مریم کو اس کے گلے منڈھ دیا۔ حالانکہ اس نکاح میں فائدہ بھی کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس منگنی سے تین ماہ بعد خود بخود روح القدس سے حاملہ بھی پائی گئی۔

پس دونوں واقعات میں عجیب طرح کا فرق ہے۔ حضرت عائشہ رض کے معاملہ میں لڑکی کے باپ نے عام رواج کے موافق اپنی لڑکی کی کم سنی کا عذر کیا یا نہ کیا۔ کیونکہ یہ بات کوئی کلام الٰہی سے ثابت نہیں۔ لیکن مریم کے نکاح کے معاملہ میں تو ایک سترا بہترا بڈھا تو یہ تاسف کرتا ہے اور اپنے بڑھاپے اور کثیر الاولاد ہونے کا قوی عذر کرتا ہے۔ پر اس کا کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔ جبراً لڑکی ۹۱ سالہ بڈھے میاں کے حوالہ کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو جبراً حضرت یوسف کے حوالہ کئے جانے اور حضرت مریم کے تین ماہ بعد حاملہ پائے جانے نے یہودیوں کو اُس طعن کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو وہ حضرت مریم اور مسیح کی نسبت ناگفتنی فعل کا الزام دیتے ہیں اور اس طعن سے عیسائی لوگ حضرت مریم کو کسی طرح بری نہیں کر سکتے ۔

ہاں ایک اور بات بھی سنتے جاؤ۔ تمہارے خدا کے جدامجد بلکہ جائے فخر حضرت داؤد ع نے جس کی طرف خدا کے بیٹے یسوع کو بڑے فخر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی آخری عمر اور کمال پیرانہ سالی میں ایک لڑکی سے جو حرکت کی وہ بھی تمکو معلوم ہوگی۔ اُس بیماری اور ضعف کی حالت میں اُس خدا کے بیٹے کے دادا سے کچھ ہو نہ سکا ورنہ اُس ننھی سی کنواری لڑکی کو بدن گرم کرنے کے لئے ہی ساتھ سلا لیا تھا۔ اس واقعہ میں شک ہو تو اپنی پاک اور مقدس کتاب سلاطین کے پہلے باب ۱-۴ کو مطالعہ کرو۔

اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر رض اس ڈر سے اپنی لڑکی چھڑانا چاہتا تھا۔ اگر حضرت ابوبکر رض نہ دیتے تو آنحضرت صلعم کا ان پر جبر کیا تھا۔ آنحضرت صلعم تو اُن دنوں خود آفات و مصائب کے تیر کا نشانہ اور کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اس حالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق نہ مانتے تو اس میں انکو مجبوری کیا تھی۔ شیعہ لوگ تو حضرت ابوبکر صدیق رض کے ایمان کو بھی (معاذ اللہ) منافقانہ ایمان کہتے ہیں۔ تو تعجب ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم سے منافقانہ ایمان رکھتے ہوئے پھر اپنی لڑکی اُس شخص سے بیاہ دے جس کا اس پر کوئی جبر یا زور یا تسلط نہیں ہے۔ یہ تو عقلاً ممتنع اور محال معلوم ہوتا ہے۔ حق یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی اپنی مرضی بھی یہی تھی کہ اس سرور کائنات سے کسی طرح رشتہ ہو جائے۔ مگر جہالت کے زمانہ کے رواج کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شبہ پیش کیا تھا کہ میں اسلام میں آپکا بھائی بنا ہوا ہوں۔ تو وہ بوجہ بھتیجی ہونے کے آپکے لئے حرام نہ ہو جس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ انت اخی فی دین اللہ وھی لی حلال تو میرا بھائی ہے خدا کے دین اور خدا کی کتاب میں اور عائشہ شرعاً میرے لئے حلال ہے یعنی تمہاری اور ہماری اسلامی اور دینی اخوت ہے حقیقی نہیں سو یہ سچا جواب تھا۔ اب خواہ مخواہ اعتراض کرنا معترض کی بدطینتی کے سوا اور

کچھہ ظاہر نہیں کرتا - اور تیسرا عیب اخلاقی جو آپنے بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض کا
مطعم بن عدی سے عہد شکنی کرکے آنحضرت صلعم کو بیٹی دینا - یہہ لائق التفات نہیں کیونکہ کسی
صحیح حدیث کی بنا پر نہیں ہے اور اگر ہوگا تو صرف اسقدر کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض کا
مطعم بن عدی کو لڑکی دینے کا خیال ہوگا - پختہ بات ہونے کے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ خلاف
وعدگی کرتے - جب کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے انکو کچھ جبر یا زور نہیں تھا - قطع نظر اس کے اگر
یہہ بات بالکل تسلیم بھی کرلی جائے تو آنحضرت صلعم کا اسمیں کیا قصور ہے - حضرت ابوبکر
صدیق رض نے آنحضرت صلعم کے سامنے تو یہہ عذر بیان ہی نہیں کیا - ان کے دل ہی
دل میں ایک اندیشہ پیدا ہوا -

اور یہہ جو تم کہتے ہو - کہ ابوبکر صدیق رض کی آرزو تو یہہ تھی کہ کسی طرح وہ اپنی چھوکری
کو اس مذہب کے پنجہ سے رہا کرائے -

یہہ نہایت ہی بے انصافانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ جیسے حضرت
ابوبکر صدیق رض آنحضرت صلعم کے وفادار - جاں نثار اور فرمانبردار صحابی تھے دنیا میں اس کی
کوئی نظیر ہی نہیں - یہاں تک **یار غار** کا لفظ اعلے درجہ کی دوستی و اتحاد کے لئے
ایک ضرب المثل ہی بن گیا ہے - پس ایسا جان نثار صحابی رض جو جان و مال اور عیال
اور خاندان کو آپ صلعم پر نثار کئے تھا کسی طرح سمجھہ میں نہیں آسکتا - کہ آپ کو ایک بیٹی دینے
سے دریغ کرتا شاید آپنے آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کو یسوع کے حواریوں کی طرح سمجھہ لیا ہوگا -
جو ساری عمر بے ایمان و ضعیف الاعتقاد رہے اور آخر کار ایک یار نے ۳۰ روپے رشوت
لیکر اسکو پکڑوادیا اور باقی کے سب رفو چکر ہوگئے - اور سب سے بڑے میاں پطرس نے عدالت
میں تین دفعہ مسیح کا انکار کیا اور قسم کہائی اور لعنت بھی کی - اور قسم کہا کر ہی بولا کہ میں یسوع کو
نہیں جانتا - جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا -

حضرت رسول کریم صلعم کے اصحاب تو بلا کسی غرض نفسانی کے آنحضرت صلعم پر سچا

۱؎ انجیل کے بموجب تمام عیسائی خدا کے بیٹے اور اسکی لڑکی ہیں - پس سب بہائی تھے حضرت ابراہیم نے خود اپنی علاتی
بہن سے نکاح کیا (پیدائش ۲۰ باب) ۱۲

ایمان لائے ہوئے تھے اور ایمان ہی کی بدولت انہوں نے گھربار۔ مال و عیال سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور آنحضرت صلعم کا ایسا ساتھ دیا تھا کہ دنیا میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ تمہارے سر ولیم میور اور ہنٹنگس صاحب اپنے ان اللہ کے یاروں اور آنحضرت صلعم کے یاروں کا مقابلہ کر کر کے سر دُھنتے اور شرمندہ ہوتے ہیں کہ سوائے کے سب یار محض دنیاوی اور نفسانی خواہشات کے لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کے یار سچے اور صادق مسلمان ہوئے ہوئے تھے۔ پس ایسے خالص ایمان والے اول درجہ کے اشخاص کی نسبت سوائے پاگل کے کوئی خیال کر سکتا ہے کہ انہوں نے ایک معمولی لڑکی دینے میں تامل کیا ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت عائشہ رضہ کی بریت

غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت مدینہ تھوڑی دور قریب تھا کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ کو قضاء حاجت کے لئے پڑاؤ سے باہر جانا پڑا اور لوگوں کی نگاہ سے بچنے کی غرض سے وہ پڑاؤ سے بہت دور چلی گئیں۔ وہاں ان کے منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں۔ ٹوٹ کر گر پڑا۔ یہ وہاں ڈھونڈنے لگ گئیں۔ اندھیرے میں ڈھونڈتے بہت دیر لگ گئی۔ کہ اسی اثناء میں قافلہ وہاں سے چلا گیا۔ ان دنوں حضرت عائشہ رضہ بیماری سے بہت دبلی پتلی تھیں۔ ہودج کے وزن میں کچھ تفاوت معلوم نہیں ہوا۔ ساربان سمجھا کہ یہ اپنے کجاوے میں بند ہیں۔ ہودج کا بند اونٹ پر لادا ۔ واپس تشریف لائیں تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈنے آئیگا اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا تھا جو لوگوں کی گری پڑی چیز اٹھا لیتا ہے۔ اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا۔ یہ شخص عابد و زاہد اور دیانتدار آدمی تھا۔ اس وجہ سے اسکو آنحضرت صلعم نے اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ کہ لوگوں کی گری پڑی چیز اٹھا کر اس کے مالک کو پہنچایا کریں۔ جب وہ

وہاں آیا تو دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھکر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رض ہیں آپ نے [illegible] بہت افسوس کیا اور ام المومنین عائشہ کو سوار کرا لیا اور مہار تھامے ہوئے لے کر آگے آگے چلا۔ بات تو اتنی تھی۔ منافقین کو گندے شگوفہ کا موقع ملا۔ سب سے زیادہ عبد اللہ بن ابی منافق نے اسکا چرچا کیا۔ اور بعض سیدھے مزاج مسلمان بھی اس کے فریب میں آ گئے۔ خود حضرت بھی اس سے کسی قدر متردد رہے۔ مگر بعد ازاں جب وحی سے معلوم ہو گیا۔ اور یہ امر محض افترا اور بہتان ہے۔ تب اطمینان ہو گیا۔ اس زمانہ میں واقعات دنیا پرست ہیں۔ اگر اسی قسم کے واقعات سے بدظنیاں کی جاویں تو پھر [illegible] بھی پردہ بالکل نہیں اور بے تکلف ایک دوسرے کے گھر جاتا آتا ہے [illegible] سے زیادہ بدظنی ہو سکتی ہے اور سب چال چلن مشتبہ سمجھے جا سکتے ہیں۔ [illegible] تو بجز ثبوت کسی بہتان کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ آپ جانتے ہیں [illegible] ہے کہ کسی امر کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس قدر [illegible] اقرارات بغیر [illegible] کے گواہوں کی اس اتہام کا گواہ کوئی بھی نہیں ہے جس نے آنکھوں سے کوئی برائی دیکھی ہو۔

باقی رہے چال چلن پر صفائی کے گواہ۔ حضرت رسول کریم نے حضرت علی سے پوچھا تو انہوں نے بریرہ پر شہادت حوالہ کی جو سب حالات خانگی سے واقف تھی۔ سو اس نے یہی جواب دیا۔ کہ خدا کی قسم میں نے اس میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ جس سے مجھکو کسی قسم کا شک ہو۔ البتہ وہ خورد سال ہونے کی وجہ سے ایسی غافل ہو کر سوتی ہے کہ بکری آ کر خمیر کیا ہوا آٹا کھا جاتی ہے۔ ام المومنین زینب بنت جحش سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے باوجودیکہ آپ کی سوکن تھی۔ اور اپنے تئیں حسین صاحب جمال اور عالی خاندان ہونے کی وجہ عائشہ رض کے برابر خیال کرتی تھی۔ یہی جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلعم میں اس بات کے کہنے سے جبکہ میں نے نہ کبھی دیکھا نہ کبھی سنا۔ بچنا چاہتی ہوں خدا کی قسم میں نے اس پر کبھی غیر خوبی کے سوا کچھ نہیں دیکھا سنا۔ صفوان بن معطل [illegible] کے گھر نہ داخل ہوئے ہی نہیں وما کان یدخل [illegible]۔ حضرت اسامہ بن زید سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی حضرت

ماں اور باپ دونو کی طرف سے وہ خاندان بنی امیہ سے تھیں۔ انکا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو پہلے مسلمان ہوگیا تہا۔ اور جب حبش کو دوسری بار لوگ ہجرت کرنے لگے وہ بھی اپنی بی بی ام حبیبہ کیساتھ ملک حبش کو چلا گیا تھا۔ وہاں جاکر عبید اللہ تو عیسائی ہوگیا مگر حضرت ام حبیبہ مذہب اسلام پر قایم رہیں۔ باوجودیکہ اُسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تہا۔ اور اُس کا خاوند عیسائی ہوگیا۔ پہربھی اسکا اسلام پر قایم رہنا واقعی اُسکے زبردست ایمان کی تصدیق تھی۔ عبید اللہ کے مرنے کے بعد آنحضرتؐ نے نجاشی بادشاہ حبش کو بطور ولی قرار دیکر کہلا بھیجا کہ آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کرے۔ چنانچہ ۶ھ ہجری میں بمقام حبش ام حبیبہ کا نکاح ہوا اور آنحضرتؐ کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔ اسوقت ام حبیبہ کی عمر ۳۶ سال تہی اور آنحضرتؐ کی عمر ۶۰ سال تہی۔ بعد نکاح کے حضرت ام حبیبہ ملک حبش سے آئیں اور آنحضرتؐ کے پاس رہیں اُنکی وفات ۴۴ھ ہجری میں ہوئی جب کہ انکی عمر ۷۳ سال کی ہوچکی تھی۔

اس نکاح سے آنحضرتؐ کی غرض مکہ والوں کی شورش کا کم کرنا بہی تہا اور ام حبیبہ کی پرورش اور خبرگیری تہی۔ شائق صاحب نے جو لکہا ہے کہ اُسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تہا جو حبشیوں یا اوروں کو پال سکنے کی مقدرت رکہتا تہا۔ یہہ سچ ہے لیکن بوجہ مسلمان ہوجانے کے وہ اپنی بیٹی کی خبرگیری نہیں کرتا تہا۔ بلکہ دشمن ہوگیا تہا۔ اگر کیا کرتا تو اپنی بیٹی اور داماد کو مکہ سے بلا وطن ہی کیوں ہونے دیتا۔

حضرت امّ سلمہ رضؓ

حضرت ام سلمہ رضؓ جنکا اصلی نام ہند تہا۔ اُنکی ماں کا نام عاتکہ ہے جو قبیلہ بنی کنانہ میں سے تہیں۔ مگر یہ عاتکہ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی نہیں تہیں بلکہ اُن کے باپ کا نام عامر تہا۔ حضرت ام سلمہ کے باپ حذیفہ تھے۔ جنکی کنیت ابوامیہ تہی اور عرب کے مشہور فاضل شہسوار لوگوں میں گنے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضہ کے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبداللہ مخزومی تھے۔ وہ انکے شوہر

دونو مسلمان ہو کر ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہاں ان سے ایک لڑکی زینب نامی پیدا ہوئی اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام درّہ تھا اور دو لڑکے مسلمہ اور عمر بھی اسی نکاح سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو سلمہ رض جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب انہوں نے ۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ تو حضرت ام سلمہ رض کا نکاح رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر ۲۶ سال کی تھی اور آنحضرت صلعم کی ۵۷ سال کی۔ حضرت ام سلمہ رض نے ۶۳ھ ہجری میں بعد وفات آنحضرت صلعم کے وفات پائی۔ اور انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۱ سنہ قبل ہجرت ہوئی تھی۔ ان سے ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں۔

ایک ضعیف سی روایت میں آیا ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ سے حضرت ابو بکر و عمر نے بھی پیغام نکاح بھیجا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ رض نے بعض وجوہات سے نامنظور کیا۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت ابو بکر رض کی فضیلت انکی نظر میں کچھ نہیں تھی۔ نکاح کے لئے کسی شخص کو منتخب کرنا امر دیگر ہے اور اسکی فضیلت کا قائل ہونا امر دیگر۔

رشک بیجا کے دور کرنے کے لئے دعا مانگنے کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس میں بھی طعن کی کیا بات ہے؟ اور حضرت ام سلمہ رض کے نکاح میں انکے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ آنحضرت صلعم اٹھاتے ہیں (مدارج جلد دوم ۲۰۷) دشمن دین نورشالیق اعتراضات نے اس بات کا اپنی کتاب میں ذکر تک نہیں کیا۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

حضرت زینب جو بسبب اپنی فیاضی کے ایام جاہلیت میں ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں قبیلہ بنو ہلال سے ہیں۔ اُن کے باپ کا نام خزیمہ بن حرث اور ماں کا نام ہند بنت عوف تھا۔ اُن کا پہلا شوہر عبد اللہ بن جحش اسدی تھا جنگ میں مرنے کے بعد ان کا نکاح ۳ھ

سمی جن لیا۔

آپ کس خیال میں ہیں ہوش تو کرو۔ قرآن شریف کے رو سے بے شک ہم حضرت مریم کو بتول۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ مقدسہ۔ مطہرہ۔ صادقہ اور قانتہ ثابت کرتے ہیں اور وہ ہیں بھی ایسی ہی مگر آپکی محرفہ انجیل کے رو سے جو کچھ حضرت مریم کی نسبت ثابت ہوتا ہے وہ بھی تو [illegible] سنئے لیجئے اجی میاں! تم فخر کس مریم پر کر رہے ہو۔ اسی مریم پر جو حضرت مسیح پر ایمان نہ لا سکی۔ اور جسکو مسیح صاف الفاظ میں دھتکار کر کہتے ہیں۔ کہ **اے عورت مجھکو تجھ سے کیا کام** ہے۔ جس کی نسبت آپکا پادری مفسر لکھتا ہے۔ کہ اے عورت کہہ کر تو ہم کافر اور کو بھی ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ جو حضرت یسوع مسیح نے اپنی ماں کی نسبت استعمال کیا۔ اور کیا یہ وہی مریم نہیں جس کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے میری ماں یا میرے بھائی؟ اور اپنی ماں کو خدا کی مرضی سے باہر نکالکر یوں کہتے ہیں کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری بہن اور ماں وہی ہے۔ کیا یہ وہی مریم نہیں جس کے بیٹے بھی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے (لوقا باب ۵) اور یہ وہی ماں نہیں جو اپنے بیٹوں سمیت مسیح کو بے خود دیکھکر پکڑنے کو نکلی (لوقا باب ۵ و ۱۰ باب ۲۰ مرقس ۳ باب ۲۱) پس اس مریم پر اتنا فخر کرتے ہو اور اسکی نسبت حق اللہ کہنے سے توبہ کراتے ہو۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی تہیں۔ انکی ماں کا نام زینب بن مظعون تہا جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے ہجرت کی تہی۔ حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر کا نام خنیس ابن حذافہ تہا۔ جنہوں نے حضرت حفصہ کے ساتہہ ہجرت کی تہی اور جنکا انتقال بعد غزوہ بدر کے ہوا۔ خنیس کے انتقال کے بعد انکا نکاح سنہ ۳ ہجری میں رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اسوقت انکی عمر [illegible] سال کی تہی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶۔ انکا انتقال سنہ ۴۵ ہجری میں بعد وفات

آنحضرت م کے ہوا۔ اُسوقت انکی عمر ۲۶ سال کی تھی اسی حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ولادت ۱۸ قبل ہجری میں ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت نے حضرت حفصہ رض کو طلاق رجعی دیدی تھی مگر یہ معتبر نہیں اور اس روایت کی اسناد میں ایک سلمہ بن کہیل شیعہ مذہب کا راوی ہے جس کی روایت حضرت عمر رض کی بیٹی کی نسبت قابل اعتماد نہیں۔

اگر بعض حرکات خاصہ کی بنا پر عبرت و تنبیہ کے لئے طلاق رجعی دے بھی دی ہو تاہم کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اما اگر آنحضرت م خلیفہ ثانی کے ساتھ رابطہ محبت و اتحاد قوی کرنے کے لئے حضرت حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کے خواہاں تھے۔ اور کسی کے ساتھ کسی بات کا تذکرہ نہ کیا اور حضرت ابوبکر رض نے اس خیال سے کہ جب تک آنحضرت م کا ارادہ ظہور میں نہ آئے۔ یا اپنے ارادہ سے رک جائیں۔ حضرت عمر رض کی بات کی نسبت کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس میں بھی کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ ادب و اخلاق ایسا ہی چاہتا ہے کہ جب تک ایک شخص کی بات کا فیصلہ نہ ہولے۔ دوسرا سلسلہ خیالی نہ کرے۔

اور جیسا کہ بقول تمہارے حضرت حفصہ خوبصورت، جوان اور بہ صفت موصوف نہیں تو حضرت عثمان کو ان کے ساتھ نکاح کرنے اور ام کلثوم سے نہ کرنے میں کیا مضایقہ تھا۔ مگر خواہ مخواہ اعتراض کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

اور حضرت ابوبکر رض کے انکار پر اگر حضرت عمر رض خفا ہوئے تو اس میں کیا برائی طعن ہے انہوں نے منظوری کی امید پر ایک بات کہی سو نہ ماننے کو ناگوار خیال کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رض کا اصلی نام رملہ تھا۔ انکے باپ کا نام ابو سفیان اور ماں کا نام تھا

ملہ آنحضرت م نے اصحاب اربعہ کے ساتھ تعلق قریب اس لئے پیدا کئے کہ تا کامل اتحاد و یگانگت پیدا ہو۔ چنانچہ دو صاحبوں (ابوبکر و عمر رض) کی تو لڑکیاں لیں اور دو صاحبوں (حضرت عثمان و علی) کو دیں۔

عائشہ رضہ کی عفت و عصمت بیان کی ہے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلعم مجھکو سوائے پاکی اور بہتری کے
اور کچھ خیال میں نہیں آتا۔ حضرت علی رضہ نے اگرچہ حضرت بریرہ پر شہادت دی مگر وہ خود
بھی کوئی شبہ پیش نہیں کر سکے۔ حضرت عمر خطاب رضہ اور حضرت عثمان رضہ جیسے جلیل القدر
صحابہ رضہ جو یسوع کے حواریوں سے بدرجہا عالم و فاضل اور اعلےٰ درجہ کے دیندار متقی آدمی تھے
غیرت خوبی اور طہارت ذیل کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ اپنی برئیت زور کے ساتھ
بیان کرتی ہے۔ صفوان بن معطل صاف انکاری ہیں۔ الزام لگانے والے گواہ ہونے کے
وجود اتہام بیان کرنے سے عاجز (لولا جاؤا علیہ باربعة شہداء۔
) ناحق کے اتہام لگانے والے حد قذف
کے سزایاب۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عائشہ رضہ کی برئیت پر وحی بھیجی ہے اسپر بھی اگر کسی
بے ایمان کو شبہ ہی رہے تو وہ جانے اور اسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔
آپ کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلعم ایک ماہ تک تردد میں کیوں رہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ بھی
آخر بشر ہی تھے۔ خدا کے بیٹے نہ تھے تا کہ دعویٰ غیب دانی ہوتا۔ بشریت کی وجہ سے
آپ کو بھی تردد لاحق ہوا۔ مگر آہستہ آہستہ معاملہ کی تفتیش فرماتے رہے۔ وہ بے قصور عورت کو
یک لخت نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اگر واقعی تحقیقات سے یا الہام الٰہی سے یہ الزام ثابت ہو جاتا۔ تو
یقیناً آپ چھوڑ دیتے۔ لیکن نہ تو تحقیقات ہی کے رو سے جرم ثابت ہوا نہ الہام الٰہی سے بلکہ بڑے
زور شور سے حضرت عائشہ رضہ کی برئیت میں وحی نازل ہوئی اور اسکی بعد آپکو کامل یقین ہو گیا۔
اتہام لگانے والوں کو سزا دی گئی اور حضرت عائشہ رضہ کی ہر طرح برئیت ثابت ہوئی۔

له خدا تعالیٰ اگر چاہتا تو معاً بعد معاملہ ہونے کے حضرت عائشہ رضہ کی برئیت کی آیات نازل فرماتا لیکن اسمیں ایک حکمت تھی
مخلصین و منافقین کی جانچ تھی۔ مقدسین کاملین کا امتحان تھا تیسرے دنیاوی طور پر تحقیقات ہو چکنے کے بعد
معاملہ کا فیصلہ ہو چکا تھا تاکہ عام لوگوں کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے اگر اسوقت آیات برئیت اترتیں تو آپکا مرشد
اور بھی افترا اور جعل کا الزام قایم کرتا۔ جیسا کہ اسکی عادت ہے اس لئے حکمت الٰہیہ نے حضرت عائشہ رضہ
کی دنیاوی طور پر جب برئیت ظاہر کر کے بذریعہ الہام منکشف کیا۔ جو تہمت پاک اور نیک لوگوں کو الزام
لگاتے ہیں تو دنیا میں انکی اور بھی برئیت ظاہر ہوتی۔

حضرت رسول کریم صلعم کو بشریت سے بڑھکر دعویٰ نہ تھا مگر یسوع جس کو آپ لوگ خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں ہر طرف یہودیوں کے خوف سے بھاگا پھرتا ہے۔ کاش کہ اگر اُسے خبر ہوتی کہ میں نے ابھی تین سال کے بعد کفارہ ہونا ہے تو ایسی بزدلی اور اضطراب کیوں۔ کھاتا پھر یہودا اسکریوطی کو معجزات کی طاقت بھی دی۔ اُسے حواریوں میں بھی منتخب کیا اور آسمانی بادشاہت میں تخت پر بیٹھنے کا وعدہ بھی دیا اور اتنا نہ جانا کہ یہ شخص ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مجھکو پکڑوا دے گا اس سے جھوٹا وعدہ کیوں نہ کروں۔ ایسا ہی حضرت مسیح نے آسمانی بادشاہت اور قیام قیامت کا وعدہ اپنی زندگی میں فرماتے رہے۔ حالانکہ سب جھوٹ تھا۔ پس جبکہ خدا کے بیٹے سے مقتضائے بشریت علیحدہ نہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے۔

الزامی جواب

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے جو ابن اللہ کی ماں مریم کا سچا ذکر الزامی طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے اس پر آپ بہت منہ آتے ہیں اور جامہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ تحقیقی اور اعتقادی طور پر حضرت مریم کو مقدسہ اور مطہرہ ماننا امر دیگر ہے اور الزامی طور پر عیسائی مذہب کے موافق مریم کی حالت کا نقشہ پیش کرنا امر دیگر ہے۔ انجیل سے جو کچھ مولوی نورالدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہی آمنا و صدقنا کرنے کے لائق ہے۔ یعقوب کا بیٹا یوسف ۸۰۔۷۰ برس کا بوڑھا اور از کار رفتہ جز مریم اسکے گھر جا بیٹھیں اکٹھا ہونے سے پیشتر منگنی ہی کی حالت میں وہ حاملہ پائی گئی۔ یوسف بدظن ہو کر اُسے نشر نہیں کرتا بلکہ چپکے سے چھوڑنا چاہتا ہے (متی ۱ باب ۲۰) ان باتوں کے بعد بجز خوش اعتقادی کے کون شخص یہ دعوے کر سکتا ہے کہ حضرت مریم رض اس الزام سے جو یہودی انکی نسبت لگاتے ہیں بری ہو سکتی ہے۔ مولوی نورالدین صاحب بالکل سچ فرماتے ہیں کہ وہ عورتوں پر زنا کا اتہام لگاتے ہیں کسی کی نسبت اتہام لگانے والے درجہ الہام سے ہی مجبور ہے۔ [illegible]

یہ آنحضرت صلعم سے ہوا۔ اُس وقت اُنکی عمر ۴۹ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶ سال۔ مگر وہ حضرت صلعم کے پاس صرف ۸ ماہ رہیں۔ آنحضرت صلعم کی زندگی میں سنہ ۴ ہجری میں رحلت فرمائی والم انتقال ہوئیں۔ انکی عمر اسوقت ۳۰ سال تھی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۶ قبل ہجرت واقع ہوئی تھی۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضہ نے اپنا نفس آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا۔ یعنی بے مہر نکاح میں آئی تھیں۔ مگر یہ روایات ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ جن ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت صلعم کا نکاح ہوا۔ اور اُن کا مہر ادا کر دیا گیا۔ اُن میں یہ بھی داخل ہیں۔ اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

بنی مصطلق کے رئیس حارث کی بیٹی تھی۔ جب بنی مصطلق کو شکست ہوئی اور اُن میں سے بہت آدمی اسیر ہو کر آئے تو جویریہ بھی انہی میں تھیں۔ یہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں انہوں نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے تو اپنا اسلام ظاہر کیا اور پھر کہا کہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں۔ وہ مجھے روپیہ لیکر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ آپ میری دستگیری فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بہتر تیرے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔ اگر تو منظور کرے انہوں نے پوچھا۔ کیا۔ آپ صلعم نے فرمایا۔ میں تجھے آزاد کرا کے اپنے نکاح میں لے لونگا۔ یہ سنکر انہوں نے منظور کر لیا تو آپ نے اُسی وقت ثابت بن قیس کو روپیہ دیکر اُن سے نکاح کر لیا۔

جب مسلمانوں نے یہ سنا تو انہوں نے بھی اپنے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ اب تو یہ لوگ آپ کی رشتہ دار ہو گئی۔ اب مناسب نہیں۔ کہ وہ بھی اس غلامی کی ذلت ...

لیکن بنی مصطلق کے سارے قبیلہ کو آزاد کر دینا تھا بس نہیں آتا کہ کیونکر اگر اچھی ... کرکے ... بچہ آزاد کر لیا۔

میں رہیں۔ اور آزاد نہ کردیئے جائیں۔ حضرت عائیشہ رض فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رض سے بڑھکر کوئی عورت زیادہ برکت والی ثابت نہیں ہوئی جس کے نکاح کی یہہ برکت ہوئی ہو کہ اسکی قوم کے سو سے زیادہ آدمی آزاد ہو گئے ہوں۔

اسی قدر صحیح ہے اور باقی روایات سب غلط اور غیر معتبر ہیں۔

حضرت صفیہ رض

جنگ خیبر میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار کنانہ مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال اسیر ہو گئے۔ ان قیدیوں میں سے اسکی بیوی صفیہ رض نے اسلام قبول کرلیا اور بعد میں جناب رسول اللہ[1] کے نکاح میں آئیں۔ بخاری وغیرہ معتبر کتب میں ان روایات میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ باقی واقدی وغیرہ کی سب روایات مسلمان خود معتبر نہیں سمجھتے۔ بلکہ واقدی کو محققین نے حاطب اللیل کا خطاب دیا ہے۔

اور حیی بن اخطب کے قتل اور یہود کی شکست پر جو تم ہمدردی ظاہر کر رہے ہو۔ یہہ تمہاری طینت کا خاصہ ہے۔ ورنہ شریروں اور مفسدین فی الارض کا کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا۔ کیا خیبر کے یہودی وہی لوگ نہیں تھے۔ جنہوں نے خندق کی لڑائی میں قریش کو خیبر ہی کے واسطے اکسایا تھا اور خود بھی اُنکے ساتھ شریک تھے۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے

---

[1] اگر ان روایات کو مان بھی لیا جائے تاہم تمہاری ان ذکر کردہ روایات کے موجب صفیہ رض کا اسلام لانا ثابت ہوا اور آنحضرت صلعم کا اسکو آزاد کرکے اور ملکہ دلہن کو مہر ٹھیرانا بھی ثابت ہے۔ اسکے ساتھ نکاح اور شادی کا لیہ کرنا بخاری سے ثابت ہو جاتی رہا صفیہ کی پہلی منزل پر صحبت سے منع کرنا اُس کا کوئی خاص باعث ہوگا ورنہ اگر وہ ناراض ہوتی تو پہلے نکاح پر ہی راضی نہ ہوتی اور نہ دوسری منزل پر وہ بات قبول کرتی۔ اور ابوایوب کا پہرہ دینا اگر صحیح بھی ہو تو انہوں نے اپنے خیال کے بموجب نبی صلعم کی خیر خواہی کے جوش میں ایسا کیا ہوگا۔ ان باتوں کو جبری نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور بانی آنحضرت صلعم کا زفاف وغیرہ کی بابت ارادہ ظاہر کرنا یہہ عقلاً محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی ہمیں جنگ کا بانی کہلاتا ہو اور تمام لوگ دنیا اپنی حالت غفلت و قلاش میں بیحد نظر جانتا ہو۔ رعب اور ہیبت اور سطوت کا خراشگی سے سنجیدگی اور متانت کو ترک کرکے جنگ کو ایسی باتیں کر۔ یہ سب منصف مورخ نے اپنے خیال کے موافق سمجھکر السیارہ ایسا کردیا۔

ساتھ بھی ان کا ساز باز تھا۔ اور اپنے مستحکم قلعوں کے گھمنڈ اور مذکورہ اسباب کے لحاظ سے نہایت مغرورانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلعم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ کہ حفظ ماتقدم کے طور پر انکی سخت سے سخت شرارتوں کا بدلہ دینے کے لئے آپ نے چڑھائی کی گئی اور وہ شریر بالطبع اپنی کیفر کردار کو پہنچے۔

کیا انہوں نے آنحضرت صلعم کی ہلاکت اور بیخ کنی میں کوئی دقیقہ نا مرعی رکھا تھا۔ کیا وہ آنحضرت صلعم پر حملہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ پس کیا اگر وہ حقیقی خداپرستوں کی جماعت کو تباہ اور برباد اور نیست ونابود کر دیتے۔ تو آپ خوش ہوتے۔ اور جب ظالموں اور شریروں کو انکی بدیوں کی سزا ملی (جیسا کہ توراۃ میں بھی حضرت موسی و یسوع وغیرہ دیتے رہے ہیں) تو تمکو انپر افسوس اور ساری ہمدردی ہوئی۔ کاش! تمہاری اس ذہنیت اور اوقات اور انصاف پر۔

اگر تم غور کرو تو سارے پیغمبر اور خدا کے دین کے برخلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں اور اللہ کی راہ میں لوگوں کو حق سے روکنے والوں کے لئے چٹان بن جانے والوں کو سزا دیتے رہے ہیں (سنۃ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا) انبیاء سابقہ حضرت موسی و یسوع و داؤد وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا ہے اور تو خدا کے دستور میں رد و بدل کبھی نہ پاؤ گے۔ پس جو کچھ حیی بن اخطب اور اسکی قوم پر گذرا انکی شرارتوں کی سزا اور بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر ہوتے۔ تو ضرور نبی کے مقابل جو حق کا[1] دعوی کرتا تھا انکی دال گلتی۔ لیکن وہ سب کے سب خاسر و خائب شکستہ اور ذلیل اور تباہ اور خوار ہوگئے۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔ وہ حق نمایاں ہوگیا اور باطل نیست ونابود ہوگیا۔ باطل نیست ونابود ہی ہونے والا ہے۔

آنحضرت صلعم کا دعوی مثیل موسی ہونے کا تھا اور مثیل موسی کی بشارت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو اس نبی کی نہ مانیگا خدا اس سے مواخذہ کرے گا (استثناء ۱۸ باب) اس بشارت کے موافق آنحضرت صلعم

[1] آنحضرت صلعم کا حیی بن اخطب کو کہنا کہ کیا اب کہ خدا نے خوار نہ کیا یہ حق کے غلبہ کی مہری دلیل اسپر ظاہر ہو گئی تھی پس کیا تو حق کے مقابل میں آکر حقیقی چاہو رسوا اور حق کے مقابل شکست پاکر کیا باطل ثابت نہ کر دیا اور کیا حق کی مخالفت سے تیرے فتنوں کی شکست تمہیں ملا کر بھسم کیا یہ تو ایک حق کی سنت کا اظہار تھا۔

نے حی بن اخطب کو یاد دلایا - کہ کیا حق کی مخالفت میں تجھے کچھ فائدہ نہ ہوا اور تیری ذلت ظاہر نہ ہوئی - فتفکروا یا اولی الالباب ﴿

حضرت میمونہ رض

صلح حدیبیہ کے قرارداد کے مواقف آپ دوسرے سال ۷ھ ہجری میں عمرۃ القضا کے لئے مکہ میں چلے وہاں آپنے پہلے تو مراسم عمرہ ادا کئے - عمرہ سے فارغ ہونے پر آپ م نے عباس بن عبدالمطلب کے ذریعہ سے انکی سالی میمونہ بنت حارث سے جنکی عمر اسوقت ۵۰ سال تھی نکاح کیا اور ارادہ فرمایا - کہ ولیمہ کی دعوت مکہ میں ہی کریں اور اسمیں مسلمانوں کے علاوہ اہل مکہ کو بھی مدعو کیا جائے - چنانچہ اس معاملہ میں اہل مکہ کی رائے اور اجازت طلب کی گئی - مگر انہوں نے نہ مانا جسپر آپنے فی الفور کوچ کا حکم دیا -

۵۰ برس کی بڑھیا کے ساتھ نکاح کرنا بھی سوائے اسکے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ آپکا مقصد مکہ والوں کی شورش کو کسی قدر کم یا فرو کرنے کا تھا - چنانچہ واقعی اس نکاح سے یہہ فایدہ ہوا - کہ عبداللہ بن عباس اور خالد رضی اللہ عنہ شخص شریک اسلام بھی ہو گئے -

---

لہ ڈاکٹر احمد شاہ نے خواہ مخواہ اعتراضات کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے اگر اسی طرح خواہ مخواہ ناحق بات بات پر اعتراض کیا جائیگا تو آپ میری طرف سے کہیں توریت و انجیل کی بات بات اور آیت آیت پر اس قدر اعتراض کر سکتا ہوں کہ آپ اور آپکی ساری قوم جواب دیتے دیتے تھک جائیں اور ہنوز روز اول کا مصداق ہو - اس طرح سید حمی اور صاف باتوں پر بھی اعتراض کرنا محض بد باطن لوگوں کا کام ہے - چنانچہ حضرت میمونہ کے نکاح پر جو آپ اعتراض کرتے ہیں نہ اس قدر واہیات ہیں کہ کوئی انسان ایسے اعتراض بے جا ہرگز نہیں کر سکتا - حضرت میمونہ اور ام سلمہ کو جو آنحضرت م نے پردہ کا حکم دیا یہہ حکم الہی پر عمل تعلیم تھی اسپر اعتراض کیا ہوا احکام الٰہی پردہ کے جو فایدے ہیں وہ ایسے اظہر من الشمس ہیں کہ جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے وہ بھی اسکو مستحسن خیال کرتی اور اس عمدہ خصلت پر رشک کرتی ہیں نہیں معلوم آپ خواہ مخواہ کیوں اپنی رشک کی آگ میں جل رہے ہیں اور خدا سے ذرا کا خوف نہیں کرتے -

حالات مزید

اور جس قدر آپنے حالات لکھے ہیں کہ کوئی عورت آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئی اور خارج ہو گئی۔ کوئی آپکی دعا سے مبروص ہو گئی۔ یہ سب واہی تباہی روایات ہیں اور بسند معتبر ثابت ہیں اسلئے انکی نسبت خواہ مخواہ کچھہ لکھنا کتاب کو بڑہانا ہے۔ یہ سب روایات نہ تو کلام الٰہی ہیں اور نہ سنت صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہیں آپکے لئے تورات و انجیل ہوں۔ تو آپ ان روایات کو گویا عین [illegible] مجید معتبر سمجھتے ہیں۔ ۲ لونڈیوں کا ذکر سو مختلف روایات کے جمع کرنیکو صرف دو حرموں ماریہ اور ریحانہ کا پتا لگتا ہے اور سب واہی تباہی روایات ہیں۔ سو حرموں کا جواز اور انکی مثلیں عیسائیوں کی مقدس کتاب تورات سے ثابت ہے۔ پس اسپر اعتراض کرنا گویا خدا پر اعتراض کرنا ہے جس نے تورت میں حرموں کی اجازت دی اور انجیل میں بھی لونڈی غلاموں کا رکھنا ہرگز ممنوع نہیں ہے۔

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا

زینب رضہ جحش کی بیٹی تھی۔ انکی ماں کا نام امیمہ تہا جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں۔ پس زینب آنحضرت صلعم کی پھوپھی کی بیٹی ہوتی۔ انکی ولادت ۳۰ سال قبل ہجرت ہوئی اور ۲۰ سنہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔ اس حساب سے انکی عمر ۵۰ برس کی ہوئی۔

پہلی دفعہ انکا نکاح زید بن حارث سے ۳ سنہ ہجری کے اخیر یا ۴ سنہ ہجری کے شروع میں ہوا۔ جب زید نے انکو طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے ۵ سنہ ہجری میں اُن سے نکاح کر لیا۔ اُسوقت انکی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ چھ سال آنحضرت صلعم کی زوجیت میں رہیں۔ اور

---

۱ بخاری میں ایک عورت کی نسبت صرف اتنا ذکر آیا ہے کہ ایک نکاحی عورت آنحضرت صلعم کی ملاقات کیوقت آپ سے پناہ مانگ گئی لہذا آپنے اسکی گستاخی علم پر صرف الحقی باہلک کہکر رخصت کر دیا اور اس سے زیادہ اور کسی روایت میں نہیں۔

۲ لونڈی غلاموں کی بابت گو کہ یک لخت ترک قرآن شریف نے نہیں کیا۔ لیکن فک رقبہ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنیکی کمال رغبت دیکر اور انسے ہی نکاح کرنے کی تحریک کرکے اس رسم کو بہت کچھہ اٹھا دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد انتقال کیا۔

زید بن حارث کی ماں کا نام سعدیٰ تہا وہ کہیں جا رہی تہیں کہ بنو قین نے رستہ میں اُنپر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کر عکاظ کے بازار میں بیچنے کو لائے۔ اسوقت انکی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ رضہ کے لئے ۴۰۰ سو درہم پر خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رضہ نے زید کو آنحضرت صلعم کو دیدیا اور آنحضرت صلعم نے اُن کو آزاد کر دیا۔

اتفاقاً زید کے باپ اور چچا مکہ میں آئے۔ اور زید کو پہچان لیا اور اُن کو ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر زید نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس لئے آنحضرت صلعم زید سے بیٹوں کی طرح پیار کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجر اسود کے پاس جا کر رسم عرب کے موافق متبنے بنا لیا تہا مگر درایتاً یہہ روایت صحیح نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے کہ زید کے بیٹے بنائے جانے کا وہ وقت بیان کیا جاتا ہے جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر ۲۵ سال کی تہی اور ابہی حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں (دیکھو امہات صفحہ ۴۴) عقلاً یہہ بات لغو اور باطل معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت جنکو خود حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی امید تہی۔ ایک غلام کو اپنا متبنے بنا کر اپنی اولاد کا شریک بنالیں۔ حضرت خدیجہ رضہ کوئی بانجہ نہ تہیں۔ آنحضرت صلعم ایک غیر شخص کو متبنے بنا لیتے۔ نہ آنحضرت صلعم کو حضرت خدیجہ رضہ کے ساتھ نکاح کئے دس پندرہ سال ہو گئے تہے۔ کہ اولاد ہونے کی ناامیدی تھی۔ نہ ابھی تک رسالت کا دعویٰ کیا تہا۔ کہ آپ صلعم کو کسی امر میں معاون بنانے کی ضرورت ہو۔ جس قوم قریش میں سے آپ تھے وہ آپ ہی سب پر زبردست اور سب میں شریف مسلم تہی۔ زید کے بیٹا بن جانے سے قوم کو کچہہ فایدہ نہیں پہونچ سکتا تہا۔ حضرت خدیجہ رضہ بہی ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تہی کہ ایک بیگانہ غلام آنحضرت صلعم کا متبنے بن کر انکی اپنی اولاد کا شریک ہو۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکہیں یہہ روایت بالکل غلط اور باطل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جیسا کہ مولوی فیروز الدین صاحب نے لکہا ہے۔ وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلعم پیار سے زید کو بیٹا کہکے پکارتے رہے اور لوگوں نے اس رسم کے موافق زید کو متبنے یا پسر خواندہ سمجہا۔

سعیا دیکہو قرآن شریف میں بہی کہیں متبنے کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ادعیاء (جمع دعی) کا لفظ ہے یعنی پسر خواندہ صفحہ ۔۔۔ جس زید کو بیٹا کہنے کے سوا شرکیبن عرب کے موافق متبنے بنانا بہی کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن شریف میں جو لکھا ہے کہ ادعوھم لاٰبائھم اسی باطل خیال کے دور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

حضرت زید سے واقعی آنحضرت صلعم کو بہت محبت تھی۔ اُن کے اسلام لانے نے اس محبت کو اور بھی قوی کر دیا تھا۔ کمال محبت ہی کا باعث تھا کہ آپ نے زید کا نکاح بڑے اصرار کے ساتھ اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا چونکہ شریف اور عالی خاندان سے تھیں۔ اور زید آخر غلام آزاد تھے۔ حضرت زینب اور اُن کے موافق مزاج پہلے نہیں پائے۔ مگر جب آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم تو انہوں نے مان لیا۔ اور حضرت زینب کا زید کے ساتھ نکاح بندھ گیا۔

چونکہ حضرت زینب خاندانی شریف آزاد اور خوش جمال عورت تھی اور زید غلام آزاد۔ اور صورت میں بھی زید زینب کے جوڑ نہ تھے۔ اس لئے نہ صرف ممکن بلکہ گمان غالب ہے کہ کچھ عرصہ بعد خاوند و عورت میں ناچاقی پیدا ہوگئی ہوگی کیونکہ بوجہ خاوند ہونے کے زید زینب کو مطیع رکھنا چاہتے ہونگے اور زینب اپنی شرافت خاندانی اور زید کے غلام آزاد ہونے کی وجہ سے انکی قدر و اطاعت جیسی کرنی چاہئے نہ کرتی ہونگی۔ بہرحال یہ ناچاقی سخت درجہ کے جھگڑے اور کشمکش تک پہونچکر آخر کار باہمی تفریق کا موجب ہوئی۔

زید نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کشمکش کو بہت دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے بیان کیا۔ مگر آنحضرت صلعم ہمیشہ زید سے زور دیتے۔ انہیں باہمی سلوک اور اتفاق کی ہدایت فرماتے رہے۔

---

[1] مولوی خیرالدین صاحب نے جو اپنی کتاب دفع طعن نکاح زینب میں بعض مفسرین کی بنا پر لکھا ہے کہ یہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت بہت پہلے نازل ہوئی تھی۔ ہاں آپ نے بطور حوالہ کے اسوقت پڑھی ہوگی۔ مفسرین کی یہ بڑی غلطی ہے کہ شان نزول پیدا کرنے کی غرض سے اور آئندہ آیات کو بھی خواہ مخواہ بعض قصوں کے ساتھ چسپاں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ادعوھم لاٰبائھم بہت پہلے نازل ہوئی۔ جب کہ ابھی آنحضرت صلعم کا زینب کے ساتھ نکاح بندھنے کا گمان بھی نہ تھا۔ مگر مفسرین نے کھینچ تان کر اس کو زید کے قصہ کے ساتھ ملا دیا۔ ایسا ہی ما کان محمد ابا احد من رجالکم بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ مگر مفسرین نے عادت کے موافق اس کو بھی چسپاں کرنے کے معنا صلابکم کا لفظ ہے ... نازل ہونا بیان کیا۔ جو بالکل انفر معلوم ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رض کو اس سید الرسل کی اندراج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنیکا بہت اشتیاق تھا کیونکہ بعض عورات فخر اور عزت کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اس لیے اسکا منشا ہوگا کہ اگر زید طلاق دیدے تو میں آنحضرت صلعم کے نکاح میں آسکوں گی۔ مگر یہہ کسی طرح بھی ٹھیک نہیں کہ آنحضرت صلعم اُسپر عاشق ہوگئے ہوں۔ یا آپ بھی اُسکے ساتھ نکاح کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ زینب کے لواحق زینب کو آنحضرت صلعم کے نکاح میں دینے کو پہلے ہی تیار تھے۔ جو آپ صلعم نے منظور نہ فرمایا اور طوعاً و کرہاً زید کے ساتھ اُسکا نکاح کرا دیا۔ اگر آپ صلعم کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش ہوتی۔ تو پہلے ہی بلا دقت کر سکتے تھے۔

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایکدن زینب رض کو ننگا نہاتے دیکھا اور اُسپر عاشق ہوگئے اور **زینب** کو زید سے طلاق دلانے کا موجب یہہ ہے۔ یہہ روایت بالکل غلط ہے اور کسی حدیث صحیح سے دکھا نہیں سکتے۔

منہ کو دیکھکر عاشق ہونا تو دنیا میں ایک بات بھی ہوتی ہے۔ مگر برہنہ عورت کو دیکھکر عاشق ہونا یہہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں سوائے عیسائیوں کے خدا کے داؤد حضرت داؤد ع کے قصہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جو اوریا کی بیوی کو ننگا نہاتے دیکھکر عاشق ہوگئے تھے اور شاید اسی سے طفیلی شایق صاحب نے مسلمانوں کی لغو اور غلط روایات میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہہ قصہ نکالا ہے تاکہ اعتراض نہ کر سکیں۔ سو مسلمان تو اس قصے گھڑنے والے پر لاکھ لاکھ نفرین لعنت کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر احمد شاہ داؤد ع کے قصہ گھڑنے والے کی نسبت کیا کہینگے۔ جو ان کی مقدس کتاب میں لکھا ہے۔

زینب حضرت رسول خدا صلعم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ جس کو آنحضرت صلعم نے بچپن سے دیکھا ہوا تھا۔ پس جو لوگ اس قصہ میں یہہ بہتان باندھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم زینب پر عاشق ہوگئے تھے اور یہہ امر موجب طلاق ہوا تھا وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جو فہم و درایت کے بھی بالکل خلاف ہے۔

زینب اور اُسکے لواحق کی تو مرضی یہی تھی کہ زینب کا نکاح حضرت رسول خدا ہی کے ساتھ ہو۔ اُنکو رسول صلعم کے ساتھ رشتہ داری کا فخر حاصل ہو۔ لیکن حضرت رسول کریم اسے اسوقت نہیں مانتا تھا۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بعد میں بھی آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز

زینب کے ساتھ نکاح کرنے کی نہیں تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ زید کو ان پر رعب الفاظ میں طلاق دینے سے منع کرتے تھے۔ کہ امسك علیك زوجك واتق الله اپنی عورت کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈر طلاق دینا اچھا نہیں) جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یہہ کلمات منافقانہ کہتے تھے۔ غلط نظر ہے کہ نص قرآنی کے یہہ بات بالکل برخلاف ہی۔ کسی صحیح روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہہ تو قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز نہیں تھی کہ زید طلاق دیدے تو زینب کے ساتھ میں نکاح کر لوں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس عورت نے میرے ہی اصرار سے زید کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ اب اگر زید نے چھوڑ دیا تو غالباً زینب میرے ساتھ ہی نکاح کی آرزو کرے گی اسکی اور اسکی لواحق کی دلجوئی اسی بات میں ہو گی۔ کہ چار و ناچار میں مانوں۔ یہ بات اگرچہ آپکی شریعت کے رو سے جائز تھی۔ کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نساء میں یہہ آیت اتر چکی ہوئی تھی وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم تمہارے اپنی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ کفار خواہ مخواہ کا طعن دینگے کہ اپنے خواندہ کی جورو سے نکاح کر لیا۔ آپ اس رشتہ سے ڈرتے اور جھینپتے تھے۔ حتی اینکہ زید نے زینب کو طلاق دیدیا۔ اور بوجوہات مذکورہ یہہ نکاح جائز سمجھکر آپ نے بیبہ نکاح کر لیا۔

کفار آپ صلعم کو طعن دینے لگے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جسپر اللہ تعالی نے آپکو سارا واقعہ یاد دلا کر حق میں صرف خدا سے ڈرنے اور کفار کے طعن کا کچھہ خوف نہ کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ آیات یہہ ہیں۔

واذ تقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه امسك علیك زوجك واتق الله وتخفی فی نفسك ما الله مبدیه وتخشی الناس والله احق ان تخشه فلما قضی زید منها وطراً زوجنکها لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطراً وکان امر الله مفعولاً۔ ما کان علی النبی من حرج فیما فرض الله له سنة الله فی الذین خلوا من قبل وکان امر الله قدراً مقدوراً الذین

يبلغون رسالات الله و يخشونه ولا يخشون احداً الا الله
وكفى بالله حسيبا۔ ماكان محمد ابا احد من رجالكم و لكن
رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما ۝ ترجمہ اور جب
کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جسپر اللہ نے احسان کیا اور تو نے بھی احسان کیا کہ تو اپنی بیوی اپنے
پاس ہی تھامے رکھ اور اللہ سے ڈر (یہہ اسبات کا جواب ہے کہ آنحضرت صلعم زید کے مربی اور
محسن تھے وہ اس سے ایسا فریب ہرگز نہیں کر سکتے تھے کہ زینب کو اس سے چھڑائیں اور
یہہ بھی کہ جس طرح آنحضرت صلعم اسپر پہلے احسانات کیا کرتے تھے اسی طرح اب بھی اپنا احسان
اسپر یوں ظاہر کیا کہ اُسے اپنی بیوی کے پاس ہی رکھنے کی ہدایت کی - اگر ان الفاظ سے
یہہ مقصود نہو تو یہاں انکا لانا بالکل بے سود ٹھیرتا ہے)۔

اگلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ امور شریعت کے جاری کرنے اور ان پر
عمل کرنے میں وہ کسی سے کبھی نہیں ڈرے اور اللہ کے کام ایک اندازہ سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ
گذشتہ لوگ جو پیغام الٰہی پہونچاتے رہے اور اُسی سے ڈرتے رہے - اور اسکے سوا انہوں نے
کسی کے طعن ملامت کا خوف نہ کیا اور اللہ حساب لینے کو کافی ہے (قیامت کیدن ہر ایک سے
اپنے فرائض مقررہ کی بابت حساب لیگا - نبی کو طعن کرنے والے لوگو - محمد تو تم میں سے
کسی ایک مرد کا بھی باپ نہیں ہے - یعنی انکی اولاد نرینہ ہے ہی نہیں تو زینب اس کی
بہو کس طرح ہو گئی - ہاں اللہ کا رسول ہے - اس جہت سے سارے ہی اُسکے بیٹے ہیں
اور نبیوں کا ختم کرنے والا (انکی وفات کے بعد انکے بیٹے کی حاجت ہی نہیں تا کہ رسالت اور نبوت
کا بوجھ اٹھائے) اور اللہ تعالی ہر شے کو جانتا ہے (اُسے یہہ معلوم ہے کہ اس رسول کے بعد
نہ کوئی نبی ہوگا - نہ کہ دین کی اشاعت کیواسطے کسی نبی کے مرد وارث کی ضرورت ہے - بلکہ اللہ تعالی
اسکا دین آپ پھیلائیگا - اور ہر طرح آپ متکفل ہوگا -

اور تو اپنے جی میں ایک بات چھپاتا تھا جسکو اللہ نے ظاہر کر دینا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا
(یعنی اس ارادہ کو چھپاتا تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی اور مصلحتاً مجکو اُس سے نکاح کرنا پڑا - شرع
کی رو سے تو ناجایز نہیں ہے مگر اُنکے ... تو مجھ سے ڈرتے تھے کہ لوگ مطعون کرینگے کہ اسپر ...

کی جورو سے نکاح کرلیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کردیا تہا اور اس کے علم میں یہی تہا کہ تم اس سے نکاح کرلوگے) اور ڈرتو ہر معاملہ میں تجکو اللہ ہی کا چاہئیے (جو امر شرع) کی رو سے روا ہو۔ اسپر عمل کرنے میں کسی لائم کے لوم اور طاعن کے طعن سے ڈرنا نہیں چاہیئے) سو جیسا کہ علم الہی میں مقدر تہا۔ یوں ظہور میں آیا کہ جب زید اس عورت سے تعلق قطع کرچکا۔ تو اُسے ہم نے تیرے نکاح میں دیدیا (یعنی یہہ امر ہماری شریعت اور ہماری مرضی کے موافق ظہور میں آیا) اور یہہ اسلئے ہوا تہا کہ آیندہ کو لوگوں پر اپنے پسر خواندوں کی بیویوں کے ساتھہ نکاح کرنے میں جبکہ وہ اپنی بیویوں سے قطع تعلق کرچکیں کوئی اضطراب اور دھکڑ پکڑ نہ رہے اور اس امر کی کراہت انکے دلوں سے نکل جائے۔ اور یہہ خدا کا کام اسی طرح ہوکر رہتا تہا۔ جبھی تو اُسکا سامان پہلے سے بنا ہوا تہا۔ نبی کے لئے اللہ تعالیٰ جو شرع مقرر کردے اُسپر عمل کرنے میں اُسے کوئی دھکڑ پکڑ اور تذبذب نہیں چاہیئے۔

جواب مطاعن

(۱) زید آنحضرت صلعم کا بیٹا تہا۔ آنحضرت صلعم نے محض اسی غرض کے لئے کہ اُسکی زوجہ کو نکاح میں لائیں آُسے تبنیت سے جواب دیا جسکو مدت سے ملے ہوئے تہے۔

جواب ۔ زید کو آنحضرت کا متبنے ماننا صحیح روایات سے ثابت نہیں اور نہ آپکو متبنے بنانے کی ضرورت تھی۔ جبکہ حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی آرزو تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضہ پہلے بہی صاحب اولاد تھی۔ اور آنحضرت صلعم سے بہی کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی اولاد کے ہوتے یا اولاد کی امید ہوتے متبنے بنانا محض اہمیات اور بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم جو محبت اور شفقت کی راہ سے اُسے بیٹا کہہ کر پکار لیتے رہے۔ لوگوں نے اسے متبنے سمجہا۔ لیکن اصل میں وہ متبنے اور لے پالک نہیں تہا۔ بلکہ پسر خواندہ کہنا چاہئیے

اور اگر حقیقۃً متبنے ہی سمجہ لیا جائے تاہم متبنے کو حقیقی بیٹا یا حقیقی بیٹے کی مانند نہیں کہہ سکتے جبکہ نسبی تعلق اُسکے ساتہہ نہیں اور نہ کسی کے نطفہ کے اجزا اُسکے وجود میں شامل ہیں اور تبنیت سے آنحضرت صلعم نے اُسکو جواب نہیں دیا۔ بلکہ زینب کا معاملہ واقع ہونے سے بہت پہلے یہ حکم آچکا تہا۔

کہ ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله اُن کو انکے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے سو اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے چیلے ہیں۔

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اگر منہ سے بیٹا بنانے کا اعتبار نہیں تو پھر آنحضرت صلعم کی ازواج اُمہات المومنین ہوکر کیوں دوسروں پر حرام ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اُمہات المومنین تو وہ رسول اور نبی کی صحبت سے ہیں اور انکا حرام ہونا اس سبب سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو امہات المومنین ٹھیرایا۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ ایک علیحدہ حکم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے ساتھ مومنین کا نکاح حرام ٹھیرایا ہے جیسا کہ فرمایا ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی ازواج کا امہات المومنین ہونا سورہ کے اوائل میں ہے اور اُن سے نکاح ناجائز ہونا سورہ کے اواخر میں ہے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ ایک جگہ ہی نہیں اور نہ ان دونو میں علت معلول کا تعلق ہے۔

(۴) زینب پہلے زید کی جورو تھی۔ اب ماں ہوگئی (امہات صفحہ ۷۹)۔

جواب۔ ہاں صاحب بیشک پہلے جورو تھی مگر اب اُسے ماں کا حق حاصل ہوگیا مگر اس اعتراض کیا ہوا اعتراض ہے تو یہ بات ہے کہ حضرت مریم ایک خدا (یسوع مسیح) کی ماں اور ایک خدا (باپ) کی معاذ اللہ جورو۔ اور مریم بستر سے پہلے تیسرے خدا روح القدس کی ہم بستر ہو کر وہ حاملہ پائی گئی۔ یہ سب واقعات تو انجیل کی رو سے ثابت ہیں۔ آپکو اس شنیع پر تعجب نہ ہوا۔ کہ یا تو مریم خدا کی بیوی تھی یا اُسکا خداؤں کے ساتھ کیا تعلق ہوگیا۔ اور حضرت زینب رضہ کی نسبت یہ اعتراض سوجھ گیا۔ اچھا لائق کب تک دوسروں کے تنکے کو دیکھے گا اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہ کرے گا۔

اور زینب کا آنحضرت صلعم کی بہو ہونا بھی غلط ہے۔ اگر بہو ہوتی تو ضرور آنحضرت صلعم کے گھر میں جگہ پاتی۔ نہ علیحدہ زید کے کسی گھر میں۔ رہتیں (امہات صفحہ ۷۴) پھر شرع اسلامی کے بموجب تو بہو کو پردہ کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن تمہارے بیان سے ظاہر ہوا کہ زینب آنحضرت صلعم سے پردہ کرتی تھی۔

(۳) اپنے بیٹے کی جورو سے عشق لگایا۔

جواب۔ یہ بات عقل اور نقل دونو کی رو سے غلط ہے۔ عقل کی رو سے تو اس لئے کہ قرآن یا کسی

حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور عقلاً اس لئے کہ زینب حضرت رسول کریم ص کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ جس کو آپنے ہزار ہا دفعہ دیکھا تھا اور آپ ہی نے اُسکا نکاح زید کے ساتھہ کر دیا۔ حالانکہ زینب اور اسکے رشتہ دار پہلے سے آپکے ساتھہ نکاح ہونے میں خوش تھے۔ پس یہ بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جسکا پہلے بلا مزاحمت کسی عورت کے ساتھہ نکاح ہو سکتا ہو پھر وہ اسقدر دقتوں سے اسکے ساتھہ نکاح کرے۔ قرآن سے تو ثابت ہے کہ عشق تو ایک طرف آنحضرت ص دل سے زینب کے ساتھہ نکاح کرنے کے ہی خواہاں نہ تھے جبھی تو آپنے فرمایا کہ امسك عليك زوجك واتق الله ح حضرت زینب کی مرضی بے شک ازواج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنے کی تھی اور انہی کی مرضی اور رشتہ داروں کی جوئی اور دلدہی کے لئے آنحضرت ص نے اُن سے نکاح کیا۔ اگر زینب کی اپنی مرضی نہ ہوتی تو کبھی یہ نکاح ہو ہی نہ سکتا تہا۔ اور عشق کا ہونا بالکل باطل ہے۔ اگر عشق ہوتا۔ تو ضرور حضرت عائیشہ رض سے حضرت زینب کے ساتھہ آنحضرت ص کی محبت چند سال ہمیشہ دس ان سے بھی زیادہ ہوتی۔ حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرت ص نے کبھی بھی زینب سے زیادہ التفات کی ہو۔ بلکہ وفات شریف بھی آپکی حضرت عائیشہ رض کے حجرہ میں ہوئی۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت ص کو زینب کا عشق مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ زینب کی خواہش فی امہات المومنین میں داخل ہونیکی تھی اور حضرت نے اس خیال سے کہ میرے اصرار کے ساتھہ اسکا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی کے ساتھہ کیا جسکا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا تو اسکی کنارہ کرنا اسکو زیادہ رنج دینے کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ ص نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ حضرت زینب رض کو اسوقت بھی بہت شوہر مل سکتے تہے۔ مگر بعض عورتیں فخر کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اُس نے ازواج النبی میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے آنحضرت ص نے بھی ملحوظ رکھکر اُسکی درخواست کو منظور فرمایا اور اُس سے نکاح کر لیا۔

ل چونکہ حضرت عائیشہ رض سب سے زیادہ عالم تہیں اور مسایل اسلام کی اشاعت و تعلیم سے آنحضرت ص کو زیادہ مدد دیتی تہیں اس لئے اُنکے برابر حضرت کی نظر میں کوئی بیوی بھی نہیں ہوتی۔ اگر حضرت ص کے نزدیک کسی بات کا عشق تہا تو صرف حضرت کے ذاتی علم و فضل کا۔ کیونکہ حسن کا حسن ہوتا تو ہمیشہ کے لئے حضرت زینب رض کی طرف انکی خاص توجہ منعطف ہو جاتی۔

(۴) حضرت صلعم منہ سے توبہ کیا کہ اپنی عورت اپنے پاس رکھ پر دل سے اس بات کے خواہاں تھے کہ کسی طرح وہ طلاق دیدے مگر یا منافقانہ کاروائی کرتے تھے۔

جواب یہہ روایت بالکل غلط اور واہی تباہی ہے۔ اگر سچ ہے تو بخاری یا مسلم یا موطا سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قریب تر کی کتابیں ہیں دکھانا چاہئے یا کسی اور معتبر حدیث و ثابت کرنا چاہئے قرآن شریف سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم برسے زید اور دھمکی کے ساتھہ کہتے رہے کہ امسك عليك زوجك واتق الله۔

جو لوگ تخفی فی نفسك ما الله مبديه میں آنحضرت کے مکنون خاطر سے زینب کا عشق اور محبت مراد لیتے ہیں کیسا لغو اور واہیات ہے۔ ذی عقل آدمی اس سے عشق مراد نہیں لے سکتا۔ ایک شخص جو نبوت کا دعوی کرتا جسکے لئے مقدر تھا کہ علی نفسه تزهق ہو کیا دنیا کے روبرو ظاہر کرتا کہ میں اسکا عشق دل میں چھپاتا تھا جو خدا نے ظاہر کر دیا۔ یہہ کیسی لغو اور پوچ بات ہے۔

(۵) زید وفادار کی سادہ لوحی اور نا سمجھی سے ناواجب فائدہ اٹھایا۔ اور اس سے وہ کیا کام کوئی نہ کرے۔

جواب زید ہرگز سادہ لوح نہ تھا بلکہ کئی دفعہ علم بردار اور افسر فوج رہا ہے۔ جس سے یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ وہ اول درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کے چیلوں سے تو وہ بہت دانا تھا۔ پس آپ کا یہہ لکھنا بالکل غلط ہے۔

ہاں تمہارے یسوع نے سادہ لوح حواریوں کی سادہ لوحی اور نافہمی سے بہت ناواجب فائدہ اٹھایا کہ ان کو آسمانی بادشاہت کا لالچ دلاتا رہا۔ اور تخت نشینی کا وعدہ دیتا رہا۔ ان سے اپنی مطلب براری کرتا رہا لیکن آخرکار انکو اسی بے بسی اور بے کسی اور مفلسی کی حالت میں چھوڑ کر آپ عالم بالا پر جا براجا۔

(۶) ان تمام باتوں کو آپ کیا اور خدا کی طرف منسوب کیا۔

جواب یہہ تمہاری سرشت کی خوبی ہے ورنہ آنحضرت صلعم نے جو کچھہ کیا اپنی شریعت کے موافق کیا۔ متبنی کی جورو کے ساتھہ نکاح کرنا نہ تم توریت میں حرام دکھا سکتے ہو نہ انجیل سے۔ قرآن میں

پہلے ہی جائز ہو چکا تھا۔ پس اگر آنحضرت صلعم شریعت کے موافق ایک جائز کام کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کا اضطراب اور فکر رفع کرنے کے لئے فرما دیا۔ کہ یہ سب امر میری مرضی کے خلاف نہیں اور اس لئے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ تو اس میں کیا قباحت ہوگی۔ ؟

انجیل میں پولوس کہتا ہے کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں۔ پولوس کا یہ مقولہ الہامی اور خدا کی طرف سے گنا جاتا ہے۔ اب ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پولوس نے نہایت کفر کیا کہ ایسی واہیات مسئلہ کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ جو شرائع سابقہ کے بالکل برخلاف ہے اور ایسا ہی مسیح کے احکام کی نسبت بھی مخالف پوری پوری بدظنی کر سکتا ہے کہ وہ سب اس کے اپنے ہی طبع زاد احکام ہیں جو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۷) آنحضرت صلعم نے بے نکاح و گواہ صحبت کی اور کہدیا کہ اللہ نے آسمان پر نکاح کر دیا اور جبریل شاہد ہے۔ گویا نکاح کا بھی انتظار نہ کیا۔ عشق ایسا دامنگیر ہوا۔

جواب یہ اعتراض وہ کر سکتا ہے جو بالکل پاگل ہو۔ کیا جو شخص اپنے لئے جتنے عذر چاہے گھڑ سکتا ہو آیات تصنیف کر سکتا ہو اس کی نسبت یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ عشق کی بیخودی میں مدت عدت یعنی دو تین ماہ کا تو انتظار کیا ہو اور نکاح کا جسے ایک آدھ گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا اس کا انتظار نہ کرے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نکاح کی ضرورت نہیں وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس میں عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ پس اس روایت کا غلط ہونا بالبداہت ثابت ہے۔

یہ بات متفق اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس نکاح کا ولیمہ نہایت عمدہ طور سے کیا۔ اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حسب دستور بعد طلاق زید کے زینب رض سے نکاح کیا تھا پس جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم بغیر نکاح کے زینب سے مقاربت کی تھی وہ سخت غلطی پر ہیں اور غالباً یہ خیال ان کے دل میں غالباً کہاں سے پیدا ہوا ہے جب کہ آسمانوں پر نکاح ہو جانے کا خیال سمجھا گیا تھا۔ مگر یہ دلی خیال محض غلط ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں جگہ قرآن مجید میں بندوں کے افعال کو بسبب علت العلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ فعل بندوں نے نہیں کئے۔ اگر

کسی روایت میں ہے اللّٰہ المزوج وجبریل شاھد اللّٰہ نکاح کرنے والا ہوا اور جبریل شاہد ہے۔ آیا یہی ہو تو یہہ آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے جواب میں کہا ہوگا جس نے اس نکاح کے عدم جواز کا اعتراض کیا ہوگا یعنی یہہ امر آسمانی اور الہامی حکم کے موافق ہوا ہے کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نسا میں یہہ حکم آچکا تھا تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تمپر حرام ہیں نہ لے پالکوں کی۔

کسی کو متبنے کر لینے یا مُنہ سے بیٹا کہدینے سے درحقیقت وہ صلبی بیٹا نہیں ہو جاتا اور نہ متبنے کرنے والا حقیقی باپ ہو جاتا ہے۔ پس جو حکم کہ صلبی بیٹے کی زوجہ سے متعلق ہے وہ اُس کی زوجہ سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ یہہ رسم جو نص الٰہی کے برخلاف عرب میں جاری تھی اُسکا معدوم کرنا نہایت مناسب اور ضرور تہا۔ اور متبنے کو بیٹا پکارنے سے شبہہ پڑتا تہا کہ شاید وہ اس شخص کا حقیقی بیٹا ہے۔ اس لئے حکم ہوا کہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم بافواھکم واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللّٰہ فان لم تعلموا اٰباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔ سورہ احزاب رکوع اول۔

(۷) محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا۔ زنا کیا اور اسکو حکم خدا بتلایا۔

جواب اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت صلعم نے خدا پر کوئی بہتان نہیں باندھا نہ زنا کیا بلکہ جو کچھہ آپ نے کیا شریعت ہی کے بموجب کیا۔ البتہ جیسا کہ منافقین کے اعتراض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس امر کا جواز پیچھے ظاہر کیا۔ حضرت مسیح نے نہ کوئی خدا پر بہتان باندھا ہے۔ نہ زنا کیا۔ کیا مسیح نے سبت کی حرمت نہیں توڑی۔ اُنکے سامنے اس کے یار لوگوں کے خوشے نہیں کہاتے رہے۔ پرائی انجیر کو کھانے نہ دوڑا۔ توریت کے برخلاف ناپاک کے لئے سب کچھہ پاک نہ بتایا۔ پس خصم کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح نے خدا پر بہتان باندھا۔ خدا کے محرمات کو حلال کر دیا اور اُس کو خدا کا حکم بتلایا۔ عذر نا معقول ثابت ہیں مگر الزام ہیں تعجب ہے کہ ساتھہ ہی تم یہہ کہتے ہو کہ حکم خدا بتلایا اور یہہ کہتے ہو کہ خدا پر بہتان باندھا اگر خدا کے حکم کے موافق کوئی کام کیا تو خدا پر بہتان نہیں باندھا۔ اور اگر خدا پر بہتان باندھا ہے تو وہ خدا کے حکم کے موافق نہیں ہونا چاہئے۔ حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ اسکو حکم خدا بتلایا اگر تو اُن کو

خدا کا کلام مان کر اعتراض کرتے ہو۔ تو جو کچھ یہ آنحضرت صلعم نے کیا۔ قرآن کے موافق کیا ہے۔ پھر خدا کے حکم بر خلاف کرنے کا الزام کیسا؟

شائق صاحب اگر آپ کو واقعی یقین ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت کلام ربانی نہیں ہے بلکہ حضرت صلعم کی خود ساختہ ہے تو اس کے ثبوت کے لئے میں آپ کو سہل ترکیب بتاتا ہوں

جس سے بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا۔ کہ آیا کلام ربانی اور احکام الہی تھے یا بناوٹی اور آنحضرت صلعم کے خود ساختہ۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اس آیت (**واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ** الخ) کا ترجمہ اردو لیکر کسی فصیح و بلیغ عربی دان عیسائی کو (خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی) دیدیویں کہ اسے عربی میں ترجمہ کرے۔ اگر فصاحت۔ بلاغت۔ متانت اور سلامت اور زور کلام وغیرہ میں اس آیت کے برابر بن گیا۔ تو میں بھی آپ سے متفق ہو جاؤں گا کہ یہ آیات کلام الٰہی نہیں تھیں بلکہ آنحضرت صلعم کی خود ساختہ تھیں جو از راہ فریب خدا کی طرف منسوب کی گئیں۔ لیکن اگر اس کلام کے برابر فصیح و بلیغ ترجمہ دنیا کے کسی عیسائی یا غیر عیسائی سے نہ ہو سکا۔ تو پھر آپکو اسوقت ایمان لانا پڑے گا۔ کہ یہ آیات حضرت صلعم کی خود ساختہ نہیں تھیں۔ بلکہ ربانی کلام تھیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم امی محض تھے۔ ساری عمر نہ کبھی لکھا نہ کسی مکتب میں بیٹھے نہ کسی سے علم حاصل کیا۔ پس اس امی شخص کے کلام کے برابر آپ نے کسی آیت کا ترجمہ کرا دیا۔ تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہ کلام ربانی نہیں۔ نہیں تو دنیا روز سے چندیں عاقبت کار ہا خداوند۔ خدا سے ڈرو۔ اور خدا کے سچے کلام پر ایمان لاؤ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے

آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں کہ پس اسکی بھی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت صرف اسکی تھی کہ حضرت صلعم متبنے کی جورو پر عشق لگا دیں اور اسکو طلاق دلوا کر جورو بنائیں۔ اور خدا پر بہتان باندھیں اور بندوں کو گمراہ کریں۔ اپنے خاص مولویوں کو نادم کریں۔ اس گستاخی کا پورا جواب تو خدا کے ہاں سے ملے گا۔ مگر ترکی بترکی جواب یہ ہے کہ پس عیسائیوں کے خدا کو بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ضرورت تھی تو اسبات کی کہ دنیا میں ویسے شراب کے مٹکے بنا بنا کر مدہوشی کی بیخودی میں اپنی ماں کو عورت سمجھ کر کیا کام کیا کہ جس سے ہی کی توہین ہو۔ لوگوں کو

مست اور متوالا کر کے انکی [illegible] اپنے دین کی بنیاد شراب پر رکھیں اور تمام
عیسائی دنیا کو شراب خوار بنا رکھا ہے یا اس ام الخبائث کے دریا جاری کریں [illegible]
سے عطر ملا ہویں [illegible] اور [illegible] ایک جیب کہلاوے۔ کسی
غریب کی [illegible] شاگردوں کو پرانے خوشے کہلا [illegible] سبت کی [illegible] توڑیں
[illegible] کوتاہ [illegible]
[illegible] دکھا کر دھوکا دیا [illegible]
[illegible] سادہ لوحوں [illegible]
[illegible] اور آخرکار [illegible]
[illegible] گناہ [illegible] تعلیم اور [illegible]
[illegible] اصول [illegible]
[illegible] چیزوں [illegible]
[illegible]
[illegible] آمین

[illegible] منقطع [illegible] شراب [illegible]
[illegible] مشہور ہے [illegible]
کو طلاق [illegible] ایک [illegible]
[illegible] طلاق [illegible] منع کر کے دوسرے [illegible]
[illegible] البتہ [illegible]
شخص [illegible] کی بات ہے [illegible]
صاحب [illegible]
ہے۔ اور [illegible] کون باطل [illegible]
کہ ایک قوم [illegible] کہ شراب [illegible] سور کا گوشت [illegible]
ہلاک [illegible]

حضرت کی لونڈیاں

ماریہ قبطیہ

ماریہ قبطیہ کے حالات میں آپ نے مختلف تفاسیر سے مختلف روایات کی بھرمار کر دی ہے
اور قرآن شریف کی سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول ماریہ قبطیہ کا واقعہ بیان کیا ہے
مگر ہمارے خیال میں جب بخاری کی ایک صاف اور صحیح حدیث سورہ تحریم کی ابتدائی
آیات کی شان نزول میں موجود ہے تو ماریہ والی روایت اس کے مقابل کچھ وقعت نہیں
رکھتی۔ مفسرین اسلام کی تو عادت ہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر روایات صحیح یا
ضعیف اُن کو مل جاتی ہیں۔ ایک ساتھ بھرتی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کام محققین کا ہے
کہ ان روایات کو ماخذ (یعنی قرآن و سنت) پر عرض کر کے صحیح یا غیر صحیح روایات کو جدا کریں۔
سو ہمارا یہاں تک خیال ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول قصہ عسل ہے
جس کو بخاری اور مسلم اور دیگر جلیل القدر محدثین نے منقول کیا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ
دونوں قصے ان آیات کا شان نزول ہوں اس لئے ترجیح اسی واقعہ کو ہوگی جس کا ساتھ سنت
صحیحہ ثابتہ بھی دیتی ہے۔ سو وہ قصہ تحریم عسل ہے جس کا واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن عائشة رض كان رسول الله صلعم يشرب عسلاً عند زينب
بنت جحش ويمكث عندها فواطيت انا وحفصة على ايتنا
دخل عليها فليقل له اكلت مغافير اني اجد منك ريح مغافير قال
لا ولكن كنت اشرب عسلاً عند زينب بنت جحش فلن اعود
له وقد حلفت ولا تخبري بذالك الخ۔

بخاری میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ام زینب کے
پاس کچھ دیر تک بیٹھا کرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلایا کرتی تھیں پس میں نے اور حفصہ نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول خدا صلعم تشریف لائیں - وہ یوں کہدے کہ
آپ نے مغافیر[1] کھائی ہے - آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے - رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ نہیں میں نے
تو زینب کے پاس شہد پیا ہے (سو اگر ایسی ہی بو آتی ہے تو آگے میں کبھی نہ پیوں گا - اور
میں قسم کھاتا ہوں اور تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا - اس پر یہہ آیات اُتریں - کہ اے نبی
تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کی اللہ نے تجھ پر تو اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے اور
اللہ غفور رحیم ہے - خدا نے تم پر (کفارہ ادا کرکے) نامناسب قسموں کا کھولنا ادا کردیا ہے
اور اللہ تمہارا مولےٰ ہے - اور وہی حکیم و علیم ہے -

پس یہی اصل واقعہ ہے جس پر آیت تحریم نازل ہوئی - یعنی عورتوں کی رضامندی کے لئے
آنحضرت صلعم کا شہد کو ترک کر دینا اور اپنی بیوی کو اس ترک کی اطلاع دوسروں کو دینے سے
ممانعت کر دینی تاکہ یہہ بات اُس بی بی کے پاس امانت رہے جس کی خاطر شہد چھوڑ دیا
ہے اور عام طور پر یہہ بات پھیل کر اُمت کے لئے ترک شہد پر حجت نہ ہو جائے - چونکہ یہہ
بات آنحضرت صلعم نے راز کے طور پر اپنی بی بی سے کہی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور بات
بھی تھی جس کے اظہار کرنے سے دنیائے اسلام[2] کے انتظام میں بڑا فرق آنے کا اندیشہ
تھا - یہی وجہ ہے کہ اُس بی بی کے یہہ راز افشاء کر دینے پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم
کو الہام سے اس واقعہ سے اطلاع دیدی اور قسم کا کفارہ ادا کرکے قسم کے کھولدینے کا حکم دیا اور
اس بھید کے ظاہر کر دینے پر عورتوں کو سخت تنبیہہ و تہدید کی -

سورہ کی طرز بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دوسری بات جو اُس بیوی نے ظاہر کر دی
کوئی بڑی قابل اخفا اور مہتم بالشان تھی - جس کی عام طور پر پھیلنے سے اسلامی سلطنت میں
سخت خلل پڑنے کا احتمال تھا - عسل یا ماریہ کی تحریم - ہرگز نہ تھی - کیونکہ ایک حرمت

---

[1] مغافیر ایک درخت کا گوند ہے جس کو عرفط کہتے ہیں - اسکی بو اچھی نہیں ہوتی - چونکہ شہد کی مکھیاں بعض اوقات وہ بھی چوس لیتی ہیں اسلئے شہد میں اسکی بو باقی رہ جاتی ہے - کچھ عجب نہیں کہ اس شہد میں عرفط کی بو آتی ہے -

[2] بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت تھی کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہونگے - لیکن چونکہ اس کے افشا سے کسی شخص کو بھی دلشکنی اور انتظام میں فرق آنیکا اندیشہ تھا اسلئے ہوا - کہ افشا سے آنحضرت صلعم نے ممانعت کر دی -

مباشرت ترک کر دینا۔ یا شہد کا اپنے اوپر حرام کر لینا۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں
جس پر عورتوں پر اتنا عتاب کیا جاتا۔ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا
وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ٭ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ
اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ
سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ٭ اگر تم دونوں (حفصہ و عائشہ) خدا کی جناب میں
توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کجروائی اختیار کی ہے۔ اگر نبی کے خلاف
ایسی سازشیں کرو گی تو ان کا حامی اور مددگار اللہ ہے اور جبرئیل اور اچھے نیک مسلمان اور
اس کے بعد ملائکہ کا لشکر اسکا معاون ہے۔ قریب ہے کہ اگر نبی انکو طلاق دیدے۔ تو اسکا رب تم سے
بہتر بیبیاں اسکو بدل میں دے جو فرمانبردار ایماندار خدا کے حضور میں گڑگڑانے والی۔ توبہ کرنے والیاں
عبادت گذار، روزہ دار ہوں بیاہی اور کنواریاں ہوں۔

آیت تحریم کی اصلی تفسیر مطابق کتاب و سنت کردی گئی۔ جس کے مقابل تفاسیر معتبر
کی عجیب و بالیس اور مختلف و متضاد باتیں محض ہیچ ہیں۔ اب صرف ایک اعتراض شایق
صاحب کا رہ گیا کہ آنحضرت صلعم حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا اور پھر حرام کو حلال کیوں
کیا سو اسکے جواب میں یہ گذارش ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ دو بیویوں کی خاطر آپ نے شہد کے پینے پر
حلف کھائی۔ چونکہ آپ نے شہد کو ترک کر دیا تھا اور ترک پر قسم کھانے سے خواہ مخواہ ایک حلال چیز
حرام ہوئے جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تنبیہ کیا تاکہ آپکا شہد کو چھوڑ دینا دنیا سے اسلام
کے لئے حجت نہ ہو جائے۔ اور وہ بھی برا سمجھنے لگ جائیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے
بسا اوقات ایک نبی یا ملہم سے کوئی غلطی یا خطا بشری ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ معاً بذریعہ
وحی یا الہام اسے صواب و سداد کی جانب رہنمائی کر دیتا ہے۔ دیکھو رویائے صادقہ میں
پطرس کو ہر قسم کے جانور دکھائے گئے اور ان کے کھانے کے لئے اسے ہدایت کی گئی۔
تب پطرس نے کہا کہ میں حرام چیز کو نہیں کھایا کرتا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فوراً پطرس کو متنبہ کیا۔ اور
کہا کہ حلال چیز کو حرام مت کہہ (اعمال رسولان ۱۰ باب ۹)۔

پھر منتوں کو توڑ دینی یا قایم رکھنے کی توریت میں بھی اجازت دی (دیکھو شمار
۳۰ باب ۱۳) حضرت مسیح ؑ نے پہلے ایک کام سے سخت انکار کیا اور پھر اپنی بات سے پھر کر
وہ کام کر لیا (متی ۱۵ باب ۲۳) عیسائیوں کا خدا خود بد عہد بنتا [illegible]
میری عہد شکنی کو دیکھ لوگے (شمار ۱۴ باب ۳۴) اور [illegible]
پچھتایا بھی کرتا ہو (پیدایش ۶ باب ۶) بلکہ پچھتا پچھتا کر غمگین ہو کر تا [illegible] ۱۵ باب
۶) اپنے نبیوں کو فریب بھی دیا کرتا ہے (یرمیاہ ۴ باب [illegible]
ایسے طریق سکھاتا ہے جو بہت برے اور ایسے احکام دیتا [illegible]
مردہ ہو جائے (حزقیل ۲ باب ۲۵) زناکار لڑکیوں کی لانے کی ہدایت کرتا ہے (ہوسیع [illegible]
باب) اپنے نبیوں کو گوہ کے ساتھ ملا کر روٹی کھانے کا حکم دیتا ہے (حزقیل [illegible]
اور کہاں تک گنواؤں فرصت کم ہے ورنہ یہی ساری توریت اور انجیل کا [illegible]
صاحب کے آگے دہر دیتا۔ ہاں اُنکے دوبارہ اطلاع دینے پر ضرور توریت اور انجیل کی
قلعی کھول دی جائے گی۔ وہ بذریعہ خط ضرور اطلاع دیں۔

باقی یہہ بات کہ آنحضرت ؐ کی عورات میں اس قسم کی باتیں کبھی وقوع میں کیوں آتیں
اسکا جواب یہہ ہے کہ وہ کوئی نبیہ یا فرشتہ نہیں تھیں۔ مقتضائے بشریت سو اُن سے کبھی کبھی
ایسی ایسی باتیں ظہور میں آتی رہیں۔ مگر آہستہ آہستہ آنحضرت ؐ کی تعلیم و تربیت [illegible]
دبدبہ اور سطوت سے روبہ اصلاح ہو کر آخر کار وہ بھی اعلیٰ درجہ شرافت کے ساتھ متصف
ہو گئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تاہم کسی نے حضرت سلیمان کی جورواں کی طرح اپنے نبی ؐ سے بت پرستی
نہیں کرائی۔ بلکہ آنحضرت ؐ کا دبدبہ اور وقار اور سیاست اسی قسم کی تھی کہ آنحضرت ؐ کے اخلاق سے
سب بیبیاں مستفیض ہو کر اخلاق ملکی سے حصہ پایا اور باوجود مختلف طبایع اور مختلف مزاج والی
عورات ہونے کے آنحضرت ؐ پر کوئی عورت اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اتنی عورات اس قسم کی عورتوں
میں اس قسم کا نباہ یہہ حضرت ؐ کی اعلیٰ اخلاق اور سیاست کا نتیجہ تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت اُمّہانی

آپ منے جو اپنی اُمہات کے صفحہ ۴۰-۴۱-۴۲ اور ۱۱۹ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کو بیہ الزام دیا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم کا اُمہانی سے ناجائز تعلق تھا۔ سو بیہ الزام اگرچہ ایسا ہے کہ اس جھوٹے افترا پر آپ پر نالش کر کے آپکو چند روز جیلخانہ کی سیر کرائی جاوے۔ لیکن اس حرکت کی جزا صرف اس احکم الحاکمین پر چھوڑ کر اسقدر گذارش کیجاتی ہے۔ کہ صاحب آپنے کہاں سے یہ معلوم کرلیا کہ آنحضرت صلعم کا اُمّہانی سے ناجائز تعلق تھا۔ آپ صلعم کی بعثت سے پیشتر آپؐ کی ساری قوم آپکے نیک چال چلن کی شاہد۔ امین و صادق آپ کا لقب۔ ہر مہم میں آپ قوم کے مرجع و ماوے۔ راستباز آپ مشہور۔ حضرت ابو طالب کی وفات کے وقت آپکے چال چلن کی شہادت دیتی۔ حضرت خدیجہ رضہ آپکا اعلیٰ چال چلن۔ دیانت۔ امانت۔ راستبازی دیکھکر آپ سے بلا تامل نکاح ڈالتی۔ ایسے سید المطہرین و امام المعصومین کے چال چلن پر بدظنی کرنا اور بدچلنی کا داغ لگانا صرف آپکی عیسائی سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی اعلیٰ چال چلن کی شہادت خود قرآن شریف سے بھی ثابت ہو۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہدے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ کہ میں نبوت سے پیشتر تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ تم نے میرے چال چلن۔ راستبازی۔ عفت و عصمت کے برخلاف کوئی بات نہیں دیکھی۔ افلا تعقلون پھر بھی تمکو اتنی سمجھ نہیں کہ ایسا پاک باطن۔ پاک چال چلن والا راستباز آدمی خدا پر افترا باندھیگا۔ جس شخص کا چال چلن مشتبہ ہو اور دال میں کالا ہو۔ وہ ان پر زور الفاظ میں کبھی قوم پر حجت پوری نہیں کرسکتا۔ کہ تم میرے ساری چال افعال و اقوال اور چال ڈھال کو جانتے ہو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔ کہ میں صادق۔ امین۔ راستباز اور اعلے چال چلن کا آدمی ہوں۔

یہ تو آنحضرت صلعم کے چال چلن پر قرآنی شہادت ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ میں جس قدر آنحضرت صلعم کی عفت و عصمت کی نسبت روایات وارد ہیں۔ اُن کو لکھا جائے تو صرف اسی کے لئے کتاب بکفایت نہ کرسکے۔ الحال ہم اسی قدر بیان کرتے ہیں

کہ صاحب اول جو تم نے اُمّ ہانی کی بابت روایت بیان کی ہے وہ کالوحی من السماء نہیں اگر اسکو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تاہم آنحضرت صلعم پر الزام لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ آنحضرت صلعم نے اُمّ ہانی کو پیغام نکاح دیا۔ اُم ہانی نے یہ جواب دیا کہ واللہ میں دوست رکھتی تھی تمکو جاہلیت میں پس کیونکر نہ دوست رکھوں میں تمکو اسلام میں۔

ان الفاظ سے بدظنی سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ اُم ہانی اور آنحضرت صلعم کا جاہلیت میں ناجائز تعلق تھا۔ سوائے اُس شخص کے اور کسی کا کام نہیں ہے جو اول درجہ کا بدباطن اور شیطان سیرت اور ناپاک طینت ہو ورنہ ان الفاظ کا تو مطلب اتنا ہی ہے کہ میں جاہلیت میں بھی پسند رکھتی تھی کہ میرا نکاح آپ سے ہو جائے سو اب کیونکر پسند کروں جب کہ آپ کی بدولت اسلام کی سی نعمت نصیب ہوئی۔ اس سے وہ مطلب سمجھ لینا جو آپنے سمجھا ہے۔ حقیقت میں آپ ہی کا کام ہے۔

اگر صرف انہی الفاظ سے یہ ناجائز تعلق مفہوم ہو سکتا ہے۔ تو اناجیل کے اُن بیانات کی نسبت کیا کہو گے۔ جہاں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرتھا کو اور اُسکی بہن وغیرہ کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) اور باوجود مجرد رہنے کے اکثر اوقات فاحشہ عورتوں کے گھر چلا جایا کرتا اور اُن سے عطر ملواتا تھا۔ اور (متی ۲۶ باب ۶-۹) اور مریم اور سوسنہ اور بہتیری اور عورتیں جو مال سے اُسکی خدمت کرتی تھیں وہ اُس کے ساتھ چلا پھرا کرتیں (یوحنا ۸ باب ۲-۳ (متی ۲۷ باب ۴)۔

بہرحال اگر اُم ہانی کے ان الفاظ سے آنحضرت صلعم پر صرف ظن ہو سکتا ہے تو تمہارے خدا کے بیٹے کے چال اور چلن سے نہ صرف ظن بلکہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ناگفتنی حرکات کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ اور عشق بازی میں غلطان رہتا ہوگا اور یہ صرف ایک الزامی جواب ہے ورنہ ہم حضرت مسیح اور حضرت رسول کریم صلعم دونوں کو یکساں اور مقدس چال چلن والا سمجھتے ہیں۔ واقعی اگر آپ حضرت اُم ہانی پر عاشق ہوتے۔ تو پھر اسکا کوئی عذر بھی تسلیم نہ کرتے بلکہ جہانگیر بادشاہ کی طرح شادی پر اُسے مجبور کرتے۔ لیکن آپنے تو اُسکا جھٹ بال بچوں کا عذر ایکدم منظور کر لیا۔ جس سے صرف ایک معمولی سی بات رد جانی سے اسکے [illegible]

اور جب حضرت صلعم [illegible] اپنے [illegible] اعتبانی سے نکاح کرتے تھے تو اُسوقت کیوں نہ فرمایا [illegible] بال بچوں کا [illegible] صرف نکاح کرے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم فی الواقع بچوں کی خبرگیری کے لئے تو تیار تھے کیونکہ یہ تو آپکو معلوم ہی تھا کہ اسکے بچے ہیں اور یہ نکاح کی درخواست [illegible] تھی [illegible] جب [illegible] کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ وہ اچھے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کی خبرگیری کرنے کے [illegible] ہے۔ تو پھر آپ نے بھی کچھ نہ فرمایا۔

حرمیں

اور حرموں کی نسبت آپکا اعتراض کرنا [illegible] ہے جب کہ انبیاء سابقہ کی کتابوں سے سنت سے حرموں کا جواز ثابت ہے تو اس امر پر آپکا اعتراض کرنا گویا اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ استثناء باب ۲۱ [illegible] عورتوں کو [illegible] صاف حکم لکھا ہے۔ اور [illegible] باب ۲۱ [illegible] میں اُن اسیر عورتوں [illegible] اچھا [illegible] سر منڈوا کر ناخن کٹوا کر جورو بنا لینے کا صاف حکم ہے۔ پھر اگر اس سے [illegible] نہ ہو تو جہاں اسکا جی چاہے نکل جانے کا حکم ہے۔ حضرت سلیمان [illegible] کے پاس ۳۰۰ حرم تھیں [illegible] حضرت مسیح [illegible] کو بیان کیا جاتا ہے حضرت ابراہیم [illegible] انبیاء [illegible] نہیں جو نکاحی بیاہوں کے علاوہ نہیں اور انجیل میں بھی [illegible] آپکا یہ سارا اعتراض آپ ہی پر الٹ رہا ہے فما هو جوابكم فهو جوابنا۔

لونڈی غلام بنانا

شایق صاحب آپ اچھی طرح یاد رکھئے کہ لونڈی غلام بنانا اسلام کی اختیار کی ہوئی رسم نہیں ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں لونڈی غلام بنانا جائز رہا۔ عرب وغیرہ ممالک میں لونڈی غلام

ملہ حرمت انخواب کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے۔ اُسکا جواب بھی یہاں آگیا۔

عام تھے۔ انجیل میں بھی لونڈی غلام بنانا منع نہیں کیا گیا بلکہ لونڈی غلاموں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس سے اس امر کی اباحت ثابت ہے۔ اسلام ایک دفعہ اس رسم کو یک لخت اٹھا نہیں سکتا تھا اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ کیا سو یہ کیا کہ انکی آزادی کی ہر طرح رغبت دی اور اسکو بے انتہا ثواب بیان فرمایا۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ فک رقبہ آیا ہے۔ اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے فاما منا بعد واما فداء اسیری کے بعد یا تو احسان کر کے چھوڑ دیا جائے یا قدرت پاکر کفارات میں لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھا گیا۔ اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال کیا تاکہ رفتہ رفتہ یہ رسم یک لخت اٹھ جائے اور دنیا میں خود بخود اصلاح ہو جائے۔

لونڈی غلاموں کے حقوق کی نسبت یہ فرمایا کہ العبید اخوانکم غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اور پھر کہ جیسا آپ کھاؤ ویسا اُن کو کھلاؤ۔ جیسا آپ پہنو ویسا اُن کو پہناؤ۔ اُن کی ہر طرح تربیت و تعلیم کرو۔ اور بھائیوں اور بہنوں کی طرح سلوک کرو۔ اب اسلام اس سے بڑھ کر کیا اصلاح کر سکتا تھا۔ لونڈی غلام بنانا اسلام کا جزو نہیں ہے۔ مگر اتفاقیہ لونڈی غلام ہوں انکو آزاد کرنا یا اُن سے اچھا برتاؤ کرنے کا البتہ سخت تاکیدی حکم ہے۔

چنانچہ مسٹر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم میں لکھتے ہیں کہ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ غلامی کی نسبت اسلام نے کیا کیا۔ چنانچہ اُس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کے باب میں بھی ترقی کی جانب قدم بڑھایا گیا۔ بلکہ عورتوں کے باب میں جو قانون بنایا گیا اسکی نسبت غلامی کے معاملہ میں زیادہ ترقی کی گئی۔ بے شک محمد صاحب نے غلامی کو بالکل مٹا نہیں دیا۔ کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب ہی تھا اور نہ ممکن ہی تھا لیکن انہوں نے لوگوں کو غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہ اصول قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے وہ آزاد سمجھا جائے اور اس سے بھی زیادہ تر اہم بات یہ کی کہ انہوں نے حکم دیا کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب کہ اُس نے محنت و مشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جائے انکی نسبت جو غلامی کی حالت میں ہوں یہ حکم دیا کہ اُن کے ساتھ مہربانی اور رعایت سے برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخیر الوداعی خطبہ میں جو اپنی وفات سے کچھ سال پیشتر مقام منا پڑھا تھا کہا کہ اے مسلمانو! تم غلاموں کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ

جیسا کہ تم خود کھاتے ہو ویسا ہی کپڑا پہنا ؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں اُنکو ستانا نہیں چاہئیے۔ پس ایک غلام جو تہذیب و ترقی اور ایسے اعلےٰ درجہ کے احکام مذہبی کی حفاظت میں ہو وہ اُن معنوں کے لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں غلام نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جسکا ترجمہ غلام ہے قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ جو جملہ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے "وہ جو تمہارے اپنے ہاتھ کے قبضہ میں ہیں" جسکے معنے صرف یہہ ہیں کہ جو ایک واجب طور کی لڑائی میں قید ہو کر آئے ہوں۔ اور اس طرح پر اپنی آزادی سے محروم ہو گئے ہوں۔ ایسے قیدی اگر مسلمان ہو جاتے تھے تو انکی نسبت یہہ حکم تھا کہ آزاد کر دیئے جائیں لیکن اگر اپنے مذہب پر قایم رہتے تھے تو آپکا حکم اپنے معتقدوں کے لئے یہہ تہا کہ پھر بھی تم انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو بُری طور پر استعمال میں لائے یعنی غلام کو ستائے وہ داخل بہشت نہوگا۔ ایک مسلمان نے اُن سے سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اُسے کتنی بار مجھے معاف کر دینا چاہئیے۔ نبی عربی نے جواب دیا۔ ایک روز میں ستر دفعہ محمد صلعم نے ایک نیم شائستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جایز رکھا۔ لیکن وہ عورت جس کی اسطرح پر اولاد ہو جائے اُسکی نسبت یہہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے جدا نہ کی جائے اور نہ وہ پھر بیچی جائے بلکہ مالک کے مرجانے کی حالت میں آزاد سمجھی جائے۔ یہہ رحیمانہ قوانین جیسے کہ اُمید کی جا سکتی ہے قوانین شریعت موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سی باتوں کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہیں۔ بلکہ ایسے ہیں کہ کسی یوروپین یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین میں اُس وقت تک درج نہیں کئے تھے جب کہ عیسائیت کی موج نے (انسانیت و شائستگی کی موج لکھتے تو معقول ہوتا) غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تہا اُسکی نسبت شریعت موسوی کا یہہ حکم تہا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کر لے تو آزاد سمجھا جائے۔ لیکن وہ عورت جس سے اُسکے مالک نے اُسکی شادی کر دی ہو معہ بال بچوں کے اُس سے جدا کر لی جائے۔ اور غلامی میں رہیں۔ جو مسلمان مالک اپنے غلام

پہ بلے وجہ خفا ہو تو اسپر واجب ہے کہ اسکو فوراً آزاد کردے - مگر بخلاف اسکے اگر کوئی یہودی اپنے غلام کو یہانتک ستائے کہ اسکو جان سے مارڈالے تو اسکے لئے ایک سزا کا حکم تھا لیکن اگر وہ اپنی سزا کی حالت میں ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جائے - جیساکہ انجیل کے انگریزی ترجمہ میں خوفناک سخت الفاظ میں اس مطلب کو یوں ادا کیا گیا کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے یعنی جس طرح چاہے اُسے استعمال کرے - امریکہ کی ان سلطنتوں میں جس میں غلامی جائز تھی غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تھا - اگر کوئی مالک اپنی لونڈیوں سے نیک برتاؤ کرتا تھا تو یہ صرف اسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی - نہ کہ اسلام کی طرح کہ اسکی (یعنی مالک کی) نہایت عروج کی حالت میں بھی عدالت کو جائز تھا کہ اسکو غلام پر مہربانی کرنے کے لئے مجبور کر سکے - تمام انسانوں کا خدا کی نظر میں برابر ہونا ایک ایسا اصول تھا جسپر محمد صلعم نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اس طرح پر چونکہ یہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو بالکل مٹا دیتا تھا - اس لئے غلامی کی ذلت کو بھی رفع کر دیا محمد صلعم کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تھا اور ملک عرب کی رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ بُرا کہنے کے لائق ہے لیکن اسی وجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم اور زیادہ مستقل تعلق ہو گیا - جو گھر میں دوسرے لوگوں سے خدمت لینے کے اُس طریقہ سے جو اَور ملکوں میں جاری تھا کچھ زیادہ بُرا نہیں کہا جا سکتا -

پھر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ شاید یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دن کے لئے بھی کس طرح اکٹھی رہیں - لیکن ہمکو تو حقائق سے بحث ہے اور یہ امر محقق ہے کہ غلامی بے شک عیسائیت کے ساتھ ساتھ رہی ہے بلکہ اُسکے عیسائیت کے رو سے جائز ہونے کا دعوے اس انیسویں صدی تک بھی کیا ہے - اور یہ کہ انجیل میں بیشک کوئی صریح ممانعت غلامی کی نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے اُس میں غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا - اور پولوس نے مالکوں کے ساتھ نوکروں کے فرائض کو (جنکو اس نے غلاموں کے نام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکوں کے فرائض کو اُن کے ساتھ - پس اسلام کی فضیلت آنحضرت صاحب پر لوہن حلقہ میں بھی ایسی ہی ثابت ہے جیسی کہ اور معاملات میں اب بمقابلہ اس عالی قدر مصنف کے شائق صاحب

شور و غوغا نہیں معلوم کس وقعت کے لائق ہے؟

مسئلہ طلاق

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اپنی اُمہات کے صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ طلاق و کثرت ازدواجی لازم ملزوم ہیں۔ اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ منطقی صاحب کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ کثرت ازدواجی اور طلاق میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ ورنہ وہ خود بھی مانتے ہیں کہ عہد عتیق سے پیشتر کثرت ازدواجی کا رواج تو تھا۔ پر طلاق کی اجازت صرف یہودیوں کو انکی سخت دلی کی وجہ سے دی گئی ہے۔ پہلے طلاق نہ تھی۔ پس انکا تلازم ایسا اڑ گیا جیسے گدہے کے سر سے سینگ۔

ہاں خداوند مسیح کے قول پر اُن کو فخر ہے کہ انہوں نے کثرت ازدواجی کو حرام ٹھیرا کر طلاق کو اڑا دیا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ نہ تو حضرت مسیح نے کثرت ازدواجی کو اٹھایا۔ اور نہ ہی طلاق کو کلیتہً منع کیا۔ جب زنا کی وجہ سے عورت کو طلاق دی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت درجہ کی نااتفاقی اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں جس میں زن و شوہر اکدوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔ طلاق نہ دی جاسکے بلکہ دوسری حالت میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پس جس مذہب میں کمال نااتفاقی کی حالت میں مرض لاعلاج کا آخری علاج یعنی قطع تعلق (طلاق) نہیں ہے وہ مذہب بھی ناقص اور اسکے پیروؤں کا گھمنڈ بھی فضول ہے۔

میں حیران ہوں کہ جب عہد عتیق میں کثرت ازدواجی حلال و مشروع تھی۔ طلاق بھی حلال و مباح تھی تو پھر اسلام پر آپکو اعتراض کیوں ہے۔؟ کیا عہد عتیق کا خدا کوئی اور تھا اور قرآن شریف کا کوئی اور شرائع میں جزوی اصلاحات تو ممکن ہیں مگر شریعتیں یک لخت نہیں اُٹھایا کرتیں اس لئے ہمارے رسول کریم صلعم نے ان رسوم میں مناسب اور قابل تعریف اصلاح کر دی۔ مگر یک لخت اُٹھا دینا حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔

اسلام نے وہی کیا ہے جیسا کہ عقل چاہتی ہے ۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ عام حالتوں میں تو بیوی ایک ہی ہو ۔ مگر چونکہ اشد ضرورتوں اور قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض دفعہ انسان دوسری یا تیسری بیوی کے کرنے کے لئے بھی مضطر ہو جاتا ہے اس لئے ایک حد تک کثرت ازدواج کی بھی اجازت دی جائے ۔ سو اسلام نے ایسا ہی کیا ہے اور یہ وہ بات ہے ۔ کہ دوسری قومیں بھی پھر پھرا کر اسی بات کی طرف جھکتی ہیں ۔

پھر چونکہ زناشوئی کا تعلق بعض باہمی محبت ۔ خلوص اور پیار پر موقوف ہے اور جیسا کہ تمام قوموں میں دیکھا جاتا ہے ۔ کئی دفعہ مرد و عورت میں نااتفاقی بھی ممکن ہے ۔ اور ایسی نااتفاقی بھی جس کا علاج ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ضرور ہے کہ شریعت الٰہی بطور علاج ایک مرض لاعلاج کے قطع تعلق کی بھی اجازت دے تاکہ اس قسم کی مشکلات اور تکلیفات کی زحمت سے محفوظ ہوں کہ مرد اور عورت ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں اور یا بھی مفارقت ہو کر مرد و عورت دونوں بدکاری پر مجبور ہوں ۔ انکا تعلق قطع کرا دیا جائے تاکہ مرد اپنا بندوبست کرلے اور عورت اپنا ۔

عیسائی قوم میں زنا کی حالت میں تو طلاق ہے جس میں ذرا بھی حکیمانہ عقل نہیں برتی گئی ۔ مگر کل نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق بالکل نہیں جس کا نتیجہ تمام عیسائیوں کو معلوم ہے ۔ کہ بیسیوں[1] مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت میں ہیں ۔ مرد کہیں عورت کہیں ۔ نیا نکاح کر نہیں سکتے باہمی نباہ ہو نہیں سکتا ۔ سوائے اسکے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی سبیل مل نہیں سکتی ۔

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے میں وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھکر کسی انسان کے خیال میں نہیں ۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ گویا بالذات اس کا بڑا رجحان اسی طرف ہے ۔ کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے ۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم ﷺ نے بھی بہت سی احادیث میں طلاق کو ناپسند فرمایا

---

[1] عیسائی قوم بھی مجبور ہو کر آخر اسلامی طلاق ہی کی تعریف کر رہی ہے اور [illegible] صاحب کا قول نقل کیا گیا ہے

اور بلا ضرورت طلاق کو تو ابغض المباحات اور خدا کا غصہ دلانے والی چیز ارشاد کیا ہے۔ غرضکہ شریعت اسلامی میں طلاق نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن اگر مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا۔ جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں ہے مگر مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جایز رکھی ہے مگر بڑے مضائقے اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور آئے تو زن و شوہر میں کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ ان دنوں میں میاں بی بی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو۔ تو جس کو طلاق دینی ہو۔ ضرور ہے کہ عورت نہا دہو چکی ہو۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ پہ طلاق کی عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت میں متواتر تین بار عورت کو دن آجائینگے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا۔ کہ حمل سے نہیں ہے عورت حمل سے ہو تو اُسکی عدت وضع حمل تک ہے۔ علاوہ عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع مل سکتا ہے کہ پھر ملاپ کریں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جس کو اصطلاح شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں۔ پھر طلاق میں اسکا بھی لحاظ ہے کہ بے فایدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت میں ضایع نہ ہو اسکو جلدی عدت پوری کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ دو طلاقوں میں رجوع ہو سکتا ہے۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد مرد و عورت میں دائمی مفارقت ہو جاتی ہے اور یوں اس شخص نے جس نے دائمی جدائی کی ٹھان لی ہو تیسری طلاق کوئی غیرت مند دے نہیں سکتا۔

جب نااتفاقی کی صورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع کرنے کی حتی الامکان سعی کی جائے۔ عورت کو تنبیہ و تہدید کر کے اسکی سرکشی کی اصلاح کی جائے۔ عورت کی سرکشی اور کج ادائی اور بد صورتی پر یہ بھی فرمایا کہ عسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اُس میں بہت بہتری رکھی ہو یعنی صاحب اولاد ہو جائے یا اُس میں کچھ اور خوبی کی بات پائی جائے۔ پس جتنے الامکان قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے

لہ یہ مطلب ہے کہ شاید دونوں میں پھر صفائی ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آسکے۔

ہاں جب کوئی حیلہ کوئی چارہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری علاج طلاق اور قطع تعلق بتایا گیا اور یہ عین حکمت کے موافق ہے کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت میں تو کوئی طلاق دیتا ہی نہیں اور جب پرلے درجہ کی نااتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہوجائے تو پھر قطع تعلق اس سے بہت بہتر ہے کہ دونوں ایک جگہ رہکر ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسری کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔

اب ہم قرآن شریف کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے سب کی تصدیق ہوجائیگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا۔ اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو اُن کو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہوں میں اُن سے جدا رہو۔ پھر اُن کو مار کر تنبیہ کرو سو اگر تمہاری فرمانبردار ہوجائیں تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتلاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے دیکھو عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو۔ پھر اگر اے لوگو تمکو میاں بیوی کی سخت مخالفت و عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدیگا۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

پھر فرمایا۔ للذین یؤلون من نساءھم تربص اربعة اشھر فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان

ینکحن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا۔ ترجمہ جو لوگ اپنی بیویوں سے جدا ہونے کے لئے قسم کھالیں وہ طلاق دینے میں جلدی نہ کریں بلکہ چار مہینے کا انتظار کریں سو اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاویں تو خدا کو غفور رحیم پائیں گے اور وہ ماسبق کی زیادتیوں کو معاف کردیگا۔ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے بشرطیکہ آئندہ عورت کی اصلاح کریں اور حسن سلوک سے برتاؤ کریں اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کریں تو سن رکھیں کہ خدا سمیع و علیم ہے۔ اگر ناحق طلاق دی گئی ہو تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کرے گا۔ اور چاہیے کہ جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کریں اور ان تین حیضوں میں جو قریباً تین مہینے ہیں دو دفعہ طلاق ہو گی۔ یعنی ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر میں خاوند عورت کو طلاق دے۔ حالت حیض میں نہ دے کیونکہ وہ نفرت کا وقت ہے۔ طہر کا انتظار کرنا چاہیے شاید موافقت ہو جائے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہو جانا چاہیے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر آباد کرے یا احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے وہ دے تو اب یہ عورت اس کی نہیں رہی اور ایسی جدائی ہوگی۔ تاوقتیکہ[1] وہ دوسرا خاوند نہ کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑ دے۔ اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے جو باوجودیکہ چار ماہ انتظار[2] اور تین دفعہ طلاق ملنے کے نہ سمجھے اور جب تم

[1] حلالہ جو مشہور مذہب میں طلاق مغلظہ کے لئے یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک رات کے لئے کسی سے نکاح پڑھ کر طلاق دلوائی جاتی ہے۔ مطلقاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

[2] یہ ایک بھاری غیرت اور تنبیہ ہے طلاق سے بچنے کے لئے کیونکہ بڑا ہی بے غیرت ہوگا جو اس سزا کو روا رکھے سو یہ اس شخص کے جو ایسا تنگ آگیا ہے کیونکہ اس نے عورت سے دائمی جدائی ٹھان لی ہے۔

عورتوں کو طلاق دو اور اُنکی مدت مذکورہ گذر جائے (یعنی حیض کے بعد تین طلاقیں ہو چکیں عدت بھی گذر جاتی) تو وہ عورتیں تمہاری نہیں رہیں انکو خارج کرنے سے مت رو کو اور خدا سے جو تمہارا رب ہے ڈرو — اور اُن کو عدت کے دنوں میں گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں (مصالحت و اتفاق کے لئے ایک موقعہ ہے) مگر یہ کہ اُن سے کوئی علانیہ بدکاری ظاہر ہو اور جب انکی مدت عدت گذر جائے تو یا تو اُن کو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑ دو اور تمکو یہ جائز نہیں کہ جو مال طلاق سے پہلے عورت کو دیا تھا واپس لو اور جو کوئی ان معاملات میں خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پرائیویٹ ہیں اور پرائیویٹ معاملات میں خدا کا خوف ہی بدمعاملگیوں سے روک سکتا ہے) تو خدا اسکو مشکلات سے رہائی دیگا اور اسکو وہاں سے روزی دیگا — جہاں سے اسکو وہم بھی نہیں ہوگا — یہ اللہ کا حکم ہے جو اُسنے تمپر نازل فرمایا — اور جو اللہ سے ڈرے گا (اور طلاق نہ دیگا) خدا اُسکے گناہ معاف کر دیگا اور اسکو بہت بڑا ثواب عطا فرمائیگا —

طلاق کے متعلق یہ احکام الٰہی ہیں جو اوپر بیان کر دیئے گئے اور جیسے [illegible] اور احسن اور حکیمانہ ہو نہیں سکتے — اسپر تعجب ہے کہ شائق صاحب یا کوئی [illegible] اور غیر مذہب کا اعتراض کرے — حق بات یہ ہے کہ اسلام کی یہ اعلیٰ و افضل تعلیم [illegible] عیسائیوں کے دلوں میں کھٹکتی ہے اور حسد اور عداوت پر برانگیختہ کرتی ہے — [illegible] تعلیم کا نقشہ سامنے آتا ہے تو وہ سوائے اسکے کہ بجز خوبیوں کو نقص کر کے بتائیں اور گھر سے گھڑ کر بتائیں اور کچھ نہیں کر سکتے اپنے مذہب میں کوئی خوبی نہیں جو بیان کریں — سارا گنا دان کا انہی باتوں پر ہے سکے مذہب کے محاسن کو مسخ و فسخ کر کے قبائح کی شکل میں دکھائیں اور اپنے اوپر اعتراض ہونے سے نجات پائیں — **فتفکروا یا اولی الالباب**۔

۔ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے جو حضرت امام حسن کی بے قاعدہ کثرت ازدواج کا ذکر کیا ہے (اہانت صفحہ ۳۰) یہ کوئی وحی الٰہی نہیں جسکو ہم خواہ مخواہ واجب التسلیم [illegible] قرآن ہی نہ احادیث صحیحہ میں اسکا ذکر کہیں آیا ہے [illegible] کسی غیر کے کہنے سے ہم سر طرح مان لیں [illegible] خیال میں تو محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقدس امام کلام ربانی کو یوں کھیل بنا لے [illegible] معمولی بات [illegible] بعض مجبوریوں کی وجہ سے مجبور [illegible] نکاح کئے ہوں [illegible] بفرض محال [illegible] امام حسن نے ایسا کیا — تو انکو فعل سے اصل مسئلہ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا —

متعہ

مصنف امہات اپنی کتاب کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ عورات کی نسبت صرف اتنی قدر کارروائی اسلام کی شریعت میں ہوتی تو صبر ہی کیا جاتا۔ حضرت کی شریعت میں متعہ بھی حلال ہے - جو صریح زناکاری ہے ۔

متعہ کے متعلق جواب میں اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ متعہ اسلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر متعہ اسلام میں ہوتا تو جس طرح نکاح اور طلاق کے مسائل و احکام کتب فقہ میں موجود ہیں ضرور متعہ کے احکام بھی ہوتے لیکن آپ کسی فقہ کی کتاب میں متعہ کے احکام و مسائل دکھا نہیں سکتے جس سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ اسلام میں حرام ہے

جس قدر روایات مختلفہ آپ نے متعہ کی بابت نقل کی ہیں وہ بخاری اور مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مقابل کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں جو حضرت علی رض سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا۔ پس جبکہ رسول خدا صلعم نے خود متعہ کو منع کر دیا تو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رض کی نسبت متعہ کی حرمت وغیرہ منسوب کرنا صریح غلطی ہے اور آپکا جو صفحہ ۴۰ میں یہ لکھنا کہ متعہ کبھی حرام نہیں ہوا۔ بالکل مغالطہ ہے۔ متعہ حضرت رسول صلعم نے ہرگز جائز نہیں کیا۔ کیا آنحضرت صلعم سے پیشتر ہی نکاح موقت عرب میں جاری تھا۔ مختلف روایات اور مختلف بیانات سے بقدر مشترک اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنگوں یا سفروں میں جب صحابہ رض تشریف لیگئے اور وہاں ایک عرصہ تک ٹھیرنا پڑا۔ تو حرام سے بچنے کے لیے رسم عرب کے دستور کے موافق کسی عورت سے نکاح موقت کر لیا۔ سفر سے واپس آئے تو اسے چھوڑ آئے۔ چونکہ عرب کی رسم قدیم تھی اور قرآن شریف میں فی الحال اسکی بابت کوئی حکم صریح نہیں آیا تھا اور نکاح بھی آخر نکاح ہی گو موقت ہی سہی۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے بھی چند ایک بار نکاح موقت کی اجازت دیدی۔ جب قرآن شریف میں نکاح اور طلاق کے احکام مکمل ہو گئے اور متعہ کی بابت کوئی حکم نازل نہ ہوا تو آپ نے تفہیم الہی سے خیبر کے دن ہمیشہ کے لیے نکاح متعہ حرام کر دیا یہ ساری نکاح متعہ کی اصلیت ہے۔ باقی یہ امر کہ آنحضرت صلعم نے شروع ہی سے اس رسم کو کیوں نہ منع کیا؟ اور بعض مواقع پر اسکی

اجازت کیوں دی تہی اسکا جواب یہہ ہے کہ مصلح اور ریفارمر کسی ملک کی رسوم و عادات کو آہستہ آہستہ رفع کرتا ہے۔ یہہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ایک دفعہ ہی سب رسوم و بدعات قبیحہ کی مخالفت کر کے اپنے تئیں معرض خطر میں ڈال دے۔ چنانچہ شراب وغیرہ اسی طرح حرام ہوا ہے پہلے یہہ حکم دیکر کہ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ شراب کو کم کیا اور جب اسکا اثر کم ہوا تو ایک سخت حکم دیدیا کہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس۔

متعہ کی بابت بے شمار مختلف روایات ہونیکا موجب صرف شیعہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل سنت جماعت کی ضد میں اور حضرت عمر خطاب رضؓ کو الزام دینے کیلئے بہت سی موضوع روایات گھڑ کر بات کا بتنگڑ بنادیا۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے جس قدر اوپر مذکور ہوئی۔ چنانچہ ہمارے دوست مولوی محمد فیروزالدین صاحب نے اپنی ایک کتاب میں جو متعہ کی بابت چند ابیات لکھی ہیں۔ انکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم

اب متعہ کی جو رسم ہی اسلام میں نہیں
پھر اس پہ اعتراض تہا مناسب نہیں

رسم عرب پہ جاری رہا تہا یہہ چند روز
ختم الرسل کو منع کا کچھ حکم تھا نہیں

جاتے تہے جہاد تہے غازی عرب کے سب
اک مدت تک وہ جنگ میں ہوتے بدا نہیں

کرلیتے تہے چند دن کسی عورت سے وہ نکاح
آتے تو جبر طلاق انہیں چارہ تھا نہیں

حضرت بہی اک دو جنگ میں یہہ حال دیکھکر
ساکت تہے وہ اس سے تعرض کیا نہیں

کامل ہوئے جو حکم نکاح و طلاق کے
قرآں میں حکم متعہ کا تھا مطلقا نہیں

خیبر کے روز تب ہوئی کلی ممانعت
اب روز حشر تک اسے کرنا روا نہیں

قرآن شریف میں متعہ کا کہیں حکم نہیں صرف ایک آیت ہے فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ یعنی ان سے جن عورتوں سے تمنے فائدہ اٹھایا ہے انکو انکے مہر مقررہ دیدو۔ جہاں سے بعض لوگ متعہ کا حکم نکالتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف کا سیاق اور سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں اس حکم سے پیشتر متعہ کا اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس سے پیچھے ان عورات کی تفصیل ہے۔ جن سے نکاح حرام ہے اور آخر میں

یہہ کہ گیا ہو کہ کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ۔ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما۔ ان عورتوں کے ساتھ نکاح تمکو خدا نے حرام مقرر کیا ہے اور اُن کے سوا تمہارے لئے سب عورتیں حلال ہیں کہ اپنے مال یعنی مہر دیکر ان سے بیاہ کرلو۔ مگر شہوت نکالنے کے لئے عارضی اور چند روزہ تعلق اُن سے ساتھ نہ رکھو۔ بلکہ بطور احصان یعنی ہمیشہ کے لئے اُن کو قید نکاح میں رکھنے کے لئے مزاوجت کرو۔ جب سے متعہ صاف حرام ہوگیا) سو اُن میں سے جن عورتوں سے تمنے فائدہ اُٹھایا ہے یعنی صحبت کرلی ہے تو اُن کو اُن کے مہر مقررہ ادا کرو اور مقرر ہونے کے پیچھے رضامندی سے اگر کم و بیش کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ اسرار قدرت سے آگاہ اور رموز فطرت سے واقف ہے اس سے اپنے علم و حکمت سے یہہ احکام نازل فرماتے ہیں۔ انتہے۔

اب دیکھئے اس آیت کے سیاق سباق کے دیکھنے سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ کو اس آیت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ محصنین غیر مسافحین کے لفظ سے متعہ حرام ٹھیرتا ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ موجود ہیں انکی تفسیر صحیح جو سیاق و سباق کے مطابق ہے کردی گئی ہے۔ اب بھی اگر کسی کی تسلی نہ ہو تو وہ جانے اور اسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں چونکہ شیعہ لوگ تمام حال متعہ کے جواز کے قائل ہیں اس لئے انکی کتابوں سے ایک معتبر و مشہور روایت یہاں درج کئے دیتے ہیں جس سے متعہ کی اصلیت کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

شیعوں کی کتاب فقہ الرضا میں یہہ حدیث موجود ہے اعلم یا اخی الخ ترجمہ راوی کہتا ہے کہ اے بھائی میں نے امام رضا سے پوچھا کہ یا حضرت میری جان آپ پر قربان ہو فرمایئے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہے آپ کے واد امیر المومنین علی رضی سے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا تھا کہ فتح کے دن۔ اور حرام کر دیا خیبر میں اور ممنوع کر دیا اسکو امام نے۔ امام رضا نے کہا سچ فرمایا امیر المومنین علی رضی نے خدا کی قسم متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دیگئی تھی شروع میں پھر امام نے فرمایا کہ حضرت نے متعہ کو روا نہیں رکھا تھا مگر جوانان عرب کے لئے کہ جو مسافرت میں رسول خدا کے ساتھ موجود تھے۔ اور

شکایت اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ رسول خدا صلعم نے اجازت متعہ کی نہیں دی تھی۔ تاکہ ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ وہ بہی نکاح پر یا خریدی لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اُس نے مباح کیا اپنی نفس کو اُس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ نے اسکے لئے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ عاصیوں میں۔ اسی سبب سے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطراب اور ضرورت کے جیسا کہ جائز ہے وقت ضرورت کے گوشت سور کا اور مُردار اور خون۔

احادیث صحیحہ ثابتہ متعلق حرمت متعہ

جنکے مقابل صاحب اُمہات کی واہی تباہی روایات بالکل لغو اور ناقابل تسلیم ہیں:۔

عن بن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا نسائنا فقلنا الا نختصی فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح الرجل بالثوب الی اجل (بخاری ومسلم)۔

وعن سلمۃ بن اکوع رض قال رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثم نہا عنہا (بخاری ومسلم)۔

وعن ابن عباس رض قال انما کانت المتعۃ فی الاول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یریٰ انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح بہ شانہ حتی نزلت الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فقال بن عباس فکل فرج سواہما حرام اخرجہ الترمذی۔

وعن محمد بن حنفیۃ ان علیاً کان لابن عباس ان رسول اللہ صلعم

لہ حدیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح موقت کی درخواست کی تھی اُنپر ایسی حالت اضطراری طاری تھی کہ وہ خصی ہونے پر آمادہ تھے۔ چونکہ عرب میں متعہ کا رواج تھا آنحضرت صلعم نے اجتہاداً دستور عرب کے موافق اجازت دیدی۔ پھر قرآن شریف میں اسکے جو نکاح اشارہ نہ پایا گیا تو ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا گیا۔

نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد۔

اسلام میں عورات کی حیثیت

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام میں عورات کی عزت یا حقوق کچھ محفوظ نہیں رکھے گئے لیکن انجیل میں عورات کی عزت و حقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ افسوس ہے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی عقل و دانش پر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی قرآن شریف کو ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اور یہی وجہ آپکے اسلام سے مرتد ہونے کی بھی ہوئی۔ ورنہ جس نظر سے آپ انجیل کو دیکھتے ہیں۔ اگر اسی نظر سے قرآن شریف کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عورت و مرد کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط کا نقشہ جس طرح پر قرآن شریف میں کھینچا گیا ہے انجیل اس سے بالکل بے نصیب ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هن لباس لكم وانتم لباس لهن (عورتیں) تمہارے لئے بمنزلہ لباس کی جگہ ہیں اور تم ان کے لئے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھکر مرد و عورت کے باہمی تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا اور طریقہ کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا لباس ٹھیرایا اور مرد کو عورت کا لباس بتایا۔ آپ جانتے ہیں لباس کیا چیز ہے؟ انسان کے لئے باعث زیب و زینت عزت و جلال کا موجب الناس باللباس مشہور مقولہ ہے۔ انسان کی زیب و زینت ساری لباس سے ہے۔ پس اس استعارہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک دوسرے کا لباس ارشاد فرمایا۔ ایک دوسرے کی عزت و حرمت زیب و زینت اور دبدبہ و جلال وغیرہ سب کچھ ہی اس میں آگئے۔ پس تمہاری انجیل کو سبق ملتا ہے۔ عورت کی عزت کرو۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ خدا میں نہ عورت مرد کے بغیر ہے نہ مرد عورت کے بغیر۔ قرآن شریف کی ایک ہی جامع و مانع افضل و اعلیٰ آیت میں آگئے کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لئے زیب و زینت عزت و حرمت اور اظہار جاہ و جلال کا باعث خیال کرتی ہے اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہیں چاہتا۔ اب آپکا انجیلی فقرہ

لکھہ کر شوہر جورو کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور ویسا ہی جورو شوہر کا الخ فخر کرنا اور شیخی بگھارکر یہہ کہنا کہ موا جب اور حقوق انہیں کہتے ہیں آپ ہی کو ہی کے مقابل میں کوئی شریعت اسلامی ہی سنائیں (۱۳۲ صفحہ) بڑے ہی افسوس اور ترحم کی بات ہے۔ بلاشبہ تم نے آج تک قرآن شریف کبھی ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا، ورنہ اگر تم قرآن شریف کا دوسرا سیپارہ ہی دیکھتے تو تمہیں یہہ آیت پڑھکر سخت شرمندہ ہونا پڑتا جو اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اور مردوں پر بھی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ عورتوں کے مردوں پر ہیں۔

اور یہاں تک کہ اگر تمہیں اپنی عورت کی کوئی بات نا پسند بھی آئے تا ہم اُن سے خوش سلوک کرو۔ کما قال وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا اور تم اُن سے خوش سلوکی سے گذران کرو سو اگر تم کو انکی کوئی بات ناپسند آئے تو شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالی اُس میں بہت سی بھلائی رکھدے (یعنی اُسے اولاد عطا فرمائے یا اُس سے کوئی اور خوبی ظاہر ہو) مطلب یہہ کہ اگر اُس میں ایک عیب دیکھو تو اُسکے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ ممکن ہے کہ اُس میں بہت سی اور خوبیاں بھی ہوں۔ پس اُن خوبیوں کا خیال کرکے اُسکی ناپسند حرکات سے درگذر کرو۔

احسان سب سے بڑھکر یہہ کہ اللہ تعالی نے سورہ روم میں عورت مرد کے اخلاص پیار کو اپنی رحمت و قدرت کا نشان قرار دیا اور فرمایا کہ ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون اللہ خدا کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک یہہ ہے۔ کہ اُس نے تمہیں میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم اُنکی طرف چین پکڑو اور اُس نے تمہارے درمیان اخلاص اور پیار محبت و رحمت پیدا کردی۔ یقینا اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو خدا کی آیات میں فکر کرتے ہیں۔ ایک بڑا نشان قدرت ہے۔

اور پھر فرمایا کہ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن

مرد کے لئے اُنکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے اُنکی کمائی کا۔ یعنی مرد اپنی کمائی کا مالک اور عورت اپنی کمائی کی مالک۔ پھر میراث میں عورت مرد کے ساتھ ہر جگہ برابر حصہ پاتی ہے۔ پس یہ تو وہ حقوق و مواجب ہیں۔ جو ازروئے نص قرآنی کے عورات کو حاصل ہیں۔ اب عیسائیوں میں جو حقوق عورات کے ہیں انکی کیفیت سنئے "قومی رسوم وغیرہ سے ہم قطع نظر کرکے صرف انگلستان کے قانون پر نظر کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا معارا نخوذ نامہ ہے۔ قانون انگلستان کے بموجب نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی قایم نہیں رہتی۔ وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کرسکتی۔ اور اسکی ذاتی جایداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے ملک میں ہو جاتی ہے اور اُسے اختیار رہتا ہے کہ جیسے چاہے اُسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے مزد یا چیز خرید کرلے۔ یا منگوا بھیجے گو مرد پر نان و نفقہ عورات کا واجب ہے مگر یہ انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو نان کپڑے کی نالش کرسکنے کا مقدور ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جنکا کچھ چارہ نہیں نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھ کرسکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کرکے مدت سے الگ رہے۔ مگر جو کچھ جایداد وہ حاصل کرے گی۔ وہ شوہر ہی کی ہوگی۔ اگر عورت پیشتر سے بندوبست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُس کے شوہر کے قرضخواہ اُسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جایداد کا اختیار حاصل ہے جسے چاہے وہ اپنی عین حیات میں غیروں کو دیجائے۔ عورت کو کچھ نہیں مل سکتا جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور مُوم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ اور خاص کر اُسوقت جب اتفاقیہ مرد کا عورت کے ساتھ نباہ نہ ہوسکے اور دونو کی طبیعتیں نہ ملیں تو ایک دوسرے کی بڑی ہی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں مفارقت تو ممکن ہے مگر چونکہ طلاق نہیں ہے اس لئے نہ تو مرد دوسرا نکاح کرسکتا ہے نہ عورت ہی دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ اور دونوں کی زندگی سخت ضیق اور تنگی کی حالت میں گذرتی ہے۔ مرد یہ راہ

اُدھ ڈھونڈتا رہتا ہے کہ کسی طرح میری عورت زنا میں پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اُدھر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہاں ہوتی ہے۔ عورت اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہیں کر سکتی اور مرد اپنی حاجت روائی بجز زنا کے نہیں کر سکتا۔ یہ بدترین نتایج ہیں۔ انجیل کے احکام نکاح و طلاق کے اور تعلقات زناشوئی کے۔ جس کی اصلاح ہر زمانہ میں نئے نئے قانون کے ذریعہ بتدریج کی جاتی ہے۔ مگر تابکے۔ جب اصل میں ہی وہ احکام ناقص ہیں تو اُن کی اصلاح کیا خاک ہوگی۔ بنظر بریں حالات میں بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں جس قدر عورت کے مواجب و حقوق اور عزت و حرمت وغیرہ قایم کی گئی ہے۔ انجیل میں اسکا پاسنگ بھی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف اُن کے ساتھ عمدہ طریق سے معاشرت کرو ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اُن کے حق بھی ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔ علاوہ اسکے جس گناہ سے عورت سزا پاتی ہے اُسی گناہ سے مرد بھی سزا پاتا ہے۔ البتہ مرد کا معاشرت میں درجہ کسی قدر عورت سے زیادہ رکھتا ہے وللرجال علیھن درجۃ مگر انجیل میں بھی ایسا ہی عورتوں کو مردونکی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔ مگر مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف محبت کرنے کا حکم ہے۔ دیکھو (افسی ۵ باب ۲۲) اسی طرح مردوں کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو نہیں (۱ قرنتی ۱۴ باب ۳۴-۳۶) (۱ تمطاؤس ۲ باب ۱۱-۱۲) علاوہ اسکے آجکل جو عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے پر بہت زور لگایا جاتا ہے۔ بہت کتابیں لکھی جاتی ہیں مگر پھر بھی قدرتی تفاوت معدوم نہیں ہو سکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہاں چاہے لیجائے۔ عورت مرد کو جہاں چاہے نہیں لے جا سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں تو عورت اپنے مال کی مالک ہوتی ہے اس میں جسطرح چاہے آزادی سے تصرف کرنے کی مختار ہوتی ہے۔ مگر عیسائیوں میں تو عورت اپنا مال ہی نہیں رکھتی ہے جو کچھ وہ باپ کے گھر سے لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملک ہو جاتا ہے اور شوہر کے مال میں بلا اجازت کسی طرح کا تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ غرض عورتوں کا درجہ اسلام میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ہے۔ عورت کی کجی اور شقاق پر بھی صبر کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا کیونکہ عورتوں سے فایدہ اُٹھانا ہے تو اسی ٹیڑہ پن میں اُٹھالو۔ اگر بہت سیدھا کرنا چاہوگے

تہا جو ہر ایک میں [illegible] طرق دو نگے (مسلم) ۔ ۱۔ پھر فرمایا کہ ہر ایک مومن عورت سے بغض
نہ کرے اگر کوئی وصف ناپسند ہوگا تو دوسرا کوئی فعل پسند بھی ضرور ہوگا ۔

۱۔ پھر فرمایا کہ کبھی کوئی اپنی بی بی کو غلام کی طرح نہ مارے ۔ جیسے کہ حضرت اسامہ سے بھی
اکثر ہے ۔ آنحضرت [illegible] کا قول ہے کہ نہیں چھوڑا میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ
ضرر پہونچانے والا ہو مردوں پر عورتوں سے ۔ اس سے عورت کی حقارت مقصود نہیں
بلکہ مردوں کو اُنکی بے جا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بے دینی کی حد تک پہونچا کر
انسان کے لئے موجب فتنہ ہو جاتی ہے ڈرایا گیا ہے ۔ یعنی ان کے فریفتہ کرنے کے اثر
کی نسبت ایسا کہا گیا ہے یعنی کہ انکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے ۔ جس سے کئی مصیبتیں
برپا ہوتی ہیں اور یہ اس مثل کے موافق ہے کہ تین چیزیں زر ۔ زمین ۔ زن فتنہ کی
چیزیں ہیں ۔ یہ ایک مثل ہے اور اس سے کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا کہ اس مثل میں زن زر
زمین کی حقارت مقصود ہے ۔ صرف اُن کے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے ۔

غرض کہ امثال و حکمت میں کسی شے کو اس کے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا
یہ کوئی اعتراض کا موجب نہیں ہوتا ۔ حضرت مسیح نے خود تمثیلوں میں لوگوں کو سور اور کتے اور
بندر اور بھیڑیے وغیرہ کہا ہے ۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا ۔ کہ وہ فی الواقعہ سور اور کتے وغیرہ تھے صرف
اُن کی طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے ۔ تو تمثیلوں میں کسی خاص غرض
کے لحاظ سے کسی شے کی نسبت کوئی لفظ کہدینا یہ ظاہر ہے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فی الواقعہ
اس کلمہ سے مقصود اُس چیز کی ہجو یا ذم ہے ۔

ایسا ہی اگر حضرت رسول کریم نے عورت کو حبائل الشیطان (شیطان کے پھندے)
فرمایا ہے تو اس سے بھی انکی حقارت مقصود نہیں ۔ بلکہ انکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ
سے استعارہ کیا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کو مکر و حیل کے پھندے سے ڈال دیتا ہے اسی
طرح عورتوں کا حسن ایک قسم کا جادو ہے جس میں انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا
پس انسان کو عورتوں کا فریفتہ نہیں ہونا چاہئے ۔

اور آپکا یہ قول کہ بانی اسلام نے عورت کو کتے اور گدھے کے بیچ میں جتلایا ہے ۔ سو

تمہاری شرارت ہی۔ حدیث میں تو صرف اتنا بتایا ہے کہ کتے اور عورت اور گدھے کے آگے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ سو عورت کو آگے گذرنے سے نماز ٹوٹنے کا باعث اُسکی پلیدی نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ عورت مرد کی خواہش پیدا کرنے والی ہے اور اسی سے اُسکے آگے گذرنے سے خیال اُسکی طرف جائے گا اور نمازی کے خیال میں خلل واقع ہوگا۔ اسکی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ انسان کا گوشت حرام ہے تو کیا اس وجہ سے کہ وہ نجس اور پلید ہے۔ نہیں۔ بلکہ انسان کے گوشت کی حرمت اُسکی شرافت اور عظمت کی وجہ سے حرام ہے اور کتے کا اُسکی ناپاکی کی وجہ سے۔

... میں ان الفاظ سے عورت کو کتے اور گدھے کے برابر ہی سمجھتے ہو ... تعالیٰ ...
... نہیں کیا گیا ہے۔

اور عورت ... گھوڑے ہیں کہ سنت کا ہونا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اُس کے معنے یہ ہیں کہ اگر نحوست اثر کرے تو شاید ان تین میں ہو کہ عورت نافرمان اور سخت مزاج ... نکل آئے یا گھر کی ہوا صحت کے خلاف ہو۔ گر کوئی امر موجب نحوست ہو تو یہ ہے یہ ایک احتیاط قول ہے اس سے عورت کا باعمرم منحوس ہونا کہاں پایا گیا۔ حدیث کی عبارات اور اُنکے معانی کا سمجھنا بھی آپ ہی پر موقوف ہے۔ غالب نے سچ کہا ہے ... سلام ... روشن ... ہے لیکن عیب نیت کے علاقہ میں ... اور قرآن شریف میں اِنَّ کیدکن عظیم آیا ہے۔ یہ ... عزیز مصر کا مقولہ نقل کیا گیا ہے۔ نہ قول خداوندی ہے اور نہ آنحضرت صلعم کا فرمان پس یہ ... اعتراض کرنا محض حماقت سے ہے اور عورتوں کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ اکثر فرمانبرداری ... خاوند اور ناشکر گذار ہوتی ہیں ایک امر واقعہ کے بیان کرنے سے کسی فرقہ کی توہین مقصود نہیں ہوتی بلکہ اُنکو متنبہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ... سرکش ہے ... تو اس سے اُنکی توہین مقصود نہیں ہوتی بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار اور سرکشی کے نتائج سے انذار۔

اس بائبل میں عورت کو گناہ کا بانی ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ آدم نے ... نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی (ا تمطاؤس ۲ باب ۱۴) اور پھر عورت کی تحقیر یہاں تک کی گئی ہے کہ ... سے نکلنے والے انسان کو بھی ناپاک ...

گنہگار ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۲۵ باب ۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت
سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے اور عورت کو نجاست اور ناپاکی میں یہاں تک شامل کیا گیا ہے
کہ ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائیبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر شائق صاحب نے چند ایک اسلامی مقدس نفوس
پر جو اس سوانح اور حالات پر خاص غرض کے لئے لکھے گئے ہیں اعتراض کر دیا ورنہ سچ تو یہ ہے کہ
پادریاں را چاہ در پیش سو بیجا الزام لگا کر اپنا قصور چھپانا ہے۔ ... حضرت
... زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے تھے اور انکی غیرت کو صدمہ پہنچاتے تھے اعتراض
... ہے بلکہ خدا پر ہے جس نے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرائع میں روا رکھا۔ یا حضرت
ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت یعقوب ؑ پر جس کی چار بیویاں تھیں۔ یا جنہیں
خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ؑ پر جنکی ۱۹ عورتیں تھیں اور اپنے کفایت نہ کر کے ایک عورت
کے ساتھ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروئیں اور تین سو حرمیں تھیں۔ بہرحال آپکا
یہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزون نہیں۔ اگر موزون ہے تو بائیبل مروجہ پر۔ اسلام نے
اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے
موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بابت کچھ اصلاح ہو گئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا
اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں پھبتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائیبل مروجہ نے عورتوں
کو ناپاک اور گناہگار کہکر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
غیرت کو کہکر انکی زندگی کو وبال کیا کنواری عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے انکو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکھلایا
اور حضرت امام حسن ؓ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بیجا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
تو ان کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی منشاء ثبوت
نہیں۔ لیکن بائیبل مقدس جس میں داؤد ؑ کی سو جوروئیں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروئیں تسلیم
ہیں آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور لسنا رکو حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوحرثکم انّٰی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللّٰہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا انفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللّٰہ اور اللہ سے ڈرو۔ اشارہ ہیں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بدافعالی کو عملاً قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دُکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ تبلا رہا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اُس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدایش کی اُمید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفت نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان تب ہی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اُس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجائز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت فی الحیض[1] وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں۔ وہ حرث کے نتیجے کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے حرث لغوی معنے مقصود نہیں یعنی عورتوں سے ملا بینہ جس کو یہود نارو اسمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیً۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتیٰ یطھرن۔

ٹہرایا گیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو اور وہ جو عورت
سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھیرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہانتک غلو کیا گیا ہے
کہ ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر شائق صاحب نے چند ایک اسلامی مفروضہ
بیہودہ خاص خاص مواقع اور حالتوں میں خاص خاص غرض کے لئے کہے گئے ہیں اعتراض کر دیا ورنہ سمجھا
جاتا ہے کہ چاہ کن را چاہ در پیش ہے میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ اور یہ جو
کہا کہ مسلمان زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے ہیں انکی غیرت کو کھوتے ہیں۔ یہ اعتراض
اسلام پر نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے جس نے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرایع میں روا رکھا۔ یا حضرت
ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت یعقوب ؑ پر جس کی چار بیویاں تھیں۔ یا جنہیں
خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ؑ پر جنکی ۹۹ عورتیں تھیں اور اس پر کفایت نہ کر کے ایک عورت
کے ساتھ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تھیں بہر حال آپکا
یہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزوں نہیں۔ اگر موزوں ہے تو بائبل مروجہ پر۔ اسلام نے
اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے
موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا
اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائبل مروجہ نے عورتوں
کو ناپاک اور گناہگار کہکر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
غیرت کو کھو کر انکی زندگی کو وبال کیا کنواریوں عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا دکھلایا
اور حضرت امام حسن ؑ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بے جا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
تو اُن کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت
نہیں۔ لیکن بائبل مقدس سے جس میں داؤد ؑ کی سو جوروآں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروآں مندرج
ہیں۔ آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور نساءکم حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہ ایسا فصیح بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا انفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللہ اور اللہ سے ڈرو۔ اس بارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو عملاً قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کرکے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا رہا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے۔ جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کرکے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدایش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تشبیہ دیگئی ہے تو اسمیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت فی الحیض[1] وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں۔ وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے مراد لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملنا جلنا جس کو یہود نا روا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن۔

مفہوم میں ہرگز نہیں آ سکتے۔ بلکہ اس لفظ حرث کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے رنڈی بازی وغیرہ کی بھی ضمناً ممانعت کر دی۔ کیونکہ انکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہیں رہتے بلکہ زمین شور کے حکم میں آ جاتے ہیں اور اس جگہ لفظ ارض نیز بجائے حرث کے استعمال نہیں کیا۔ تا کسی کو خلاف وضع فطری کا گمان بھی نہ آئے اور اگرچہ ایک لحاظ سے حرث بھی زمین ہی ہے اور جیسے کہ اقسام کے قطعات زمین پہاڑی۔ ٹیلے۔ سطح۔ سخت اور شور ہوتے ہیں۔ وہ سبھی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہیں لیکن حرث اس قطعہ کو کہا جائیگا جو زراعت کے قابل ہو پس دیکھو کہ ایک حرث کے لفظ کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر فلاسفی رکھی ہے کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری اور رنڈی بازی وغیرہ سے بھی ضمناً ممانعت ہو گئی

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر۔

آپ نے جو آیت نساءکم حرث لکم کو لیکر عورتوں کو آلہ شہوت رانی کا قرار دیا ہے اور خلاف وضع فطری امور کی طرف آپ کا خیال گیا۔ اگر آپ میں عربی دانی کا مادہ یا علمی لیاقت ہوتی تو ہرگز ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ بلکہ اس علمی لفظ پہ قربان ہو ہو کر قرآنی فصاحت و بلاغت اور الٰہی فلاسفی کی داد دیتے۔ مگر آپ نے تو اعتراضات کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ خواہ حق ہوں خواہ ناحق۔ آپ کو انصاف سے کیا کام۔

ہمکو تو کلام ربانی کی اس آیت کے پڑھنے سے ایک عجیب حقیقت اور فلاسفی معلوم ہوتی ہے۔ نہیں معلوم آپ کیوں اسے محل اعتراضات میں لے آئے جس حالت میں حرث کا لفظ صرف اس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو خاص پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورت کے حقیقی اور ضروری تعلق کو ظاہر کر دیا ہے۔ تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم حرث کے کچھ اور معنے پیدا کرنے شریروں کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر آپکو چشم بینا عطا ہوتی تو اسی ایک لفظ سے قرآن شریف کی عظمت اور شان آپکو نظر آتی کہ جس نے اس امر کے لئے ایسا جامع لفظ بولا ہے جس سے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت۔ لواطت۔ مشت زنی اور رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کر دی اور جس کے لفظ لفظ نے انسان کو ٹھوکروں سے بچایا۔ مگر

رہے نصیب اُنکے جنکو چشم بینا عطا ہو۔ چمگادڑ کو روشنی سے کیا کام؟ ۔

آنحضرت صلعم کی معصومیت

مصنف اُمّہات نے اپنی کتاب کے ٹائیٹل پیج پر ایک حدیث کے یہ کلمات لکھکر جو آنحضرت صلعم نے اپنی اُمّت کو سکھائے ہیں (اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت خدایا میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ہے) یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آنحضرت صلعم سخت گناہگار تھے۔ لیکن اس قسم کی تعلیمات اور تعلیمانہ کلمات سے جو محض اُمّت کی تلقین کے لئے ہوتے ہیں۔ سوائے احمق کے کون شخص گمان کرسکتا ہے کہ اس سے کسی بانی مذہب کا یہ مقصود ہے۔ کہ میں نے واقعی شرعی یا اخلاقی گناہ کئے ہیں۔

حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے حواریوں کو ایک دعا سکھائی ہے جس میں لکھا ہے کہ اے خدا تو ہمارے گناہوں کو بخش (لوقا ۱۱ باب ۴) تو کیا اس سے عیسائی یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انکی اس دعا سے جو وہ واقعی آپ بھی مانگتے ہونگے حضرت عیسیٰ گناہگار۔ سمجھے جا سکتے ہیں حاشا وکلا یہ سب تعلیمی کلمات ہوتے ہیں جو پیشوایان اُمّت اپنی قوم کو طرف دعا و مناجات سکھانے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔

پھر انبیاء کا گناہوں سے استغفار مانگنا سوائے ایک پاگل آدمی کے کسی سے کون سمجھ سکتا ہے کہ وہ واقعی مجرم یا اخلاقی گناہگار تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو سب سے نزدیکان را بیش بود حیرانی جس قدر خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو بڑھتا چلا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے نزدیک وہ کیسا ہی مقدس اور معصوم آدمی ہو اُسی قدر وہ اپنے تئیں خدا کے دربار میں اور اُسکے تقدس کے مقابل نکارہ ناقابل ناچیز اور عاصی و خطی خیال کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میری یہ حالت ناقصہ (جس کو وہ گناہگارانہ حالت تعبیر کرتا ہے) رفع ہو سکے دربار میں دعا مانگی جائے اور اس سے ہر گز وجہ علیا و حالت کاملیت حاصل ہو۔ استغفار کا مادہ ہے غفر۔ غفر کے اصلی معنے عربی زبان میں چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ اسکے

نبی نے اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہمیشہ یہی التجا کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت ناقصہ (خواہ بمقابلہ عام لوگوں کے وہ کیسی ہی حالت کاملہ ہو) ہم سے ڈھانپی جائے اور ہم سے اعلیٰ درجہ کا ملیت عطا فرمایا جائے۔ خدا کی عظمت وعزت جلال اور تقدیس کے سامنے ان کو اپنی موجودہ حالت گناہگار اور بری نظر آتی ہے اور اسی لئے وہ بے اختیار خدا کے دربار میں اپنی ناقصہ حالت کو ذلت اور گناہ سے تعبیر کرکے اُس سے مغفرت مانگتے اور اعلیٰ علیین پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر خاص مقرب انبیاء اور اولیاء اپنی بشری حالت اور بشری حجب کو بھی وصال الٰہی کا حائل اور گناہ قرار دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان بشری حجب اور انسانی مقتضیات سے نجات پاکر ہمہ تن میں فنا ہو جائیں اور فنا فی اللہ کا درجہ پائیں۔ انکی اس اضافی حالت ناقصہ کو ذلت یا گناہ قرار دینے سے یہ سمجھ لینا کہ وہ واقعی اپنے شرعی گناہ سے استغفار مانگتے تھے اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے جس میں وہ اپنے وجود بشری کو حجاب اور ایک بڑا گناہ قرار دیتے ہیں تو اس سے واقعی اور بشری گناہ سمجھ لینا سوائے شیطانی آدمیوں کے اور کسی کا کام نہیں۔ حافظ سہ

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز
نشاط جرم ایں وجود تست کہ جزو سے گناہ نیست

ہمارے خیال میں جو شخص خدا سے مغفرت نہیں طلب کرتا۔ خواہ وہ کیسا ہی مقدس اور اعلیٰ درجہ کا خیال کیا جائے۔ جب مغفرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تو وہ شیطان اور مردود آدمی ہے خدا کے دربار میں کسی شخص کو مغفرت مانگنے سے چارہ نہیں۔ ہاں ہر ایک شخص کی مغفرت کا درجہ علیحدہ ہے سہ عاصیاں از گناہ توبہ کنند ۔ عارفاں از عبادت استغفار۔ گناہگار گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خدا کے عارف اپنی عبادت سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عبادت کو گناہ سمجھتے ہیں کہ شاید انکی دربار مقدس کے لائق یہ عبادت ادا ہوئی نہیں۔ غرض کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی حالت اور درجہ کے موافق خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اُس سے بہتر حالت کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور یہی استغفار کی فلاسفی ہے۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ کا اس طلب مغفرت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک شخص شرعی گناہگار ہو کر ہی

مغفرت طلب کر سکتا ہے میری حماقت اور اعلیٰ درجہ کی جہالت ہو۔

خدا تعالیٰ کے انبیا معمولی بشری گناہوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور کیوں نہ رکھے جائیں انہیں اور عام لوگوں میں یہی تو فرق ہے کہ انکا ایمان اور ایمانی طاقت بڑی پُرزور ہوتی ہیں۔ اصلہا ثابتٌ وفرعہا فی السماء انکی جڑ زمین میں قائم اور انکی شاخ آسمان میں ہوتی ہے اُن کے اعمال کا درخت کبھی بُرے پھل لا ہی نہیں سکتا اور عام لوگوں کی ایمانی طاقت ویسی قوی نہیں ہوتی اسی لئے اُن سے گناہ ممکن نہیں مسلمان اس بات سے قطعی منکر ہیں کہ کوئی نبی کبھی کوئی شرعی گناہ عمداً کرے ہاں خطائے بشری اُن سے ممکن ہے مگر اُس خطا میں بھی اللہ تعالیٰ انکو رہنے نہیں دیتا۔ فوراً آگاہ کر دیتا اور صواب کی جانب ہدایت کر دیتا ہے۔ پس مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ دعویٰ واقعی سچا ہے کہ آنحضرت صلعم سے کبھی کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا جس میں آپ نے اپنی شریعت کا عمداً خلاف کیا ہو یا کوئی ایسی خطا بھی کی جس کی فوراً صواب اور اصلاح نہ کی گئی ہو۔ لیکن نیو مہا کا شوق ہرگز پورا نہ ہوا۔ وہ ہرگز اپنی کتاب میں ثابت نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ خواہ وہ شریعت آنحضرت صلعم کی ذات خاص سے متعلق تھی۔ یا عام طور پر سب لوگوں کے لئے جس میں آنحضرت صلعم بھی شامل تھے یا کوئی ایسی خطا اجتہادی کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنے دیا ہو اور اسکی اصلاح نہ کی ہو۔

ایک نفسانی آدمی الٰہیات کی بابت کیونکر واقف نہیں ہو سکتا ورنہ اس بات کا سمجھنا کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ انبیا کا مغفرت مانگنا اور عام لوگوں کا مغفرت مانگنا ان دونوں میں کیا فرق ہے اور کہ انبیاء لوگ باوجود تقدس تام پھر بھی اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے مقابل بُرا اور ناقص اور گناہگار خیال کرتے ہیں اور اس کسر نفسی کو جو بالکل سچے دل سے اور بلاتصنع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب اور وصال حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ انبیاء لوگ اگر عبادت نافلہ میں بھی خطا کی ہو جائے یا اجتہادی امر میں کچھ سہو یا غلطی ہو جائے یا اباحتی امر میں خلاف افراط و تفریط کر جائیں تو اپنے عالی مرتبہ اور تقرب اور تقدس کے لحاظ سے اسکو بھی گناہ اور ذنب ہی قرار دیتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سے بھی بہتر حالت میں ہوں اور کمالات میں ترقی کرتے جائیں اسی وجہ سے وہ اپنی اچھی حالت کو بھی بمقابلہ بہت اچھی ہونے کے بُری سمجھتے اور بہت اچھی کو بمقابلہ بہترین کے ناقص

خدا اُن کے کبھی سکو نہ کبھی خطا اور کبھی ظلم سے تعبیر کرتے ہیں اور سب سے بہتر کام کرنا اپنا فرض جانتے ہیں۔ لیجزیہم اللہ احسن ما عملوا ویزیدہم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

بائبل میں ایک گروہ کثرت سے ایسے فرماتے ہیں۔ کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک اور اپنے نیک ہونے اور بڑے نیک کہلانے سے سخت بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت مسیح بہت ہی بُرے اور ناپاک آدمی تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ امر حق یہی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی اعلیٰ تقدیس اور اعلیٰ پاکیزگی اور عظمت اور جبروت کے سامنے اپنے تئیں ہیچ کارہ ناچیز اور گناہگار سمجھا اور حقیقی تقدیس خدا ہی کے لئے روا رکھی اور اپنے تئیں گناہگار اور ناپاک آدمی سمجھا ورنہ اصل میں مسیح تو خدا کے مقدس اور مقرب آدمی تھے اور یہاں تک مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ شیطان کبھی قریب بھی نہیں پھٹکنے۔

اور اب شاید صاحب یہ بتا سکتے ہیں بائبل مجموعہ میں جو ابتک حال دیکھا ہے کہ کسی نے زنا کیا کسی نے قتل کیا کسی نے بیاہتی کی کسی نے بت پرستی کی کسی نے گوہ کھایا کوئی ننگا ہو کر ناچا زمین پر پھرتا رہا کسی نے بچھڑا پوجا۔ ان حالات کو دیکھ کر آپکا خیال ہوگا کہ یہ سب انبیا عام لوگوں کی طرح مرتکب ذنوب ہوئے ہیں۔ اور انبیاء کو ایسے ہی بدترین نمونہ دکھایا کرتے ہیں سو یاد رکھیں کہ مسلمان لوگ ان باتوں کے ہرگز قائل نہیں۔ اور ان گناہوں کو جو انبیا کی نسبت گھڑے گئے ہیں سب بزرگوں کی بناوٹ اور تحریف خیال کرتے ہیں۔ اُن کے ضمیر کے موافق یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ جن گناہوں سے بہت سے عام لوگ بھی بچ سکتے ہیں انبیاء لوگ جنکو دنیا کے لئے نیک اعمال اور تقویٰ و طہارت کا ایک نمونہ بنانا چاہئے تھا۔ ہرگز بچ نہ سکیں اور اُن میں اتنا بھی نور بصیرت نہ رہے کہ معمولی بازاریوں کی طرح زنا اور بدکاریوں کے مرتکب ہوجائیں۔ حاشا وکلا یہ سب جھوٹ اور بہتان الزامات ہیں جو مروجہ بائبل نے اُن مقدس انبیاء کی نسبت جڑے ہیں اہل اسلام کے اعتقاد کے بموجب یہ سارے انبیا دنیا و آخرت کے نور اور صداقت سے بھرپور تھے انہوں نے کبھی کوئی شرعی گناہ نہیں کیا جو بدکاری کے نزدیک ٹھہرے۔ ہاں بغوائے الانسان مرکب من السهو والنسيان کے اجتہادات وغیرہ میں خطائے بشری انکو ممکن ہے

سہوات خطاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ غلطی کے لئے نہیں رہنے دیتا بلکہ فوراً اصلاح کر دیتا ہے۔ اور
ما مضے سے درگذر اور آیندہ صواب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔
چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے ہمارے مقدس رسول سید المطہرین و امام القدسین کی نسبت
جھوٹا الزام گناہگار ہونے کا لگایا ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے خداوند بیٹے
کے چال چلن اور گناہگاری کی حالت کا بھی کسی قدر بیان کیا جائے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ جس قدر
بہتانات آنحضرت م کی نسبت جڑے ہیں وہ سب واہی روایات پر مبنی اور ناقابل
تسلیم ہیں مگر آپکی انجیل نصوص ظاہرہ سے مسیح کو گناہگار بناتی اور خدا کا مجرم ٹھیراتی ہے
جس کی تسلیم سے کسی عیسائی کو چارہ نہیں۔ یہ مضمون مولوی محمد قمر الدین صاحب کی
کتاب ایک سچے مسیحی کی مناجات میں مفصل درج۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ بالفعل
اسی قدر بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ نے جو اپنی عیاشانہ طبع سے اپنی اُمہات کے صفحہ ۵
میں آنحضرت م پر عیاشی کا الزام لگایا۔ ہم یہ الزام بالکل غلط اور باطل ہے۔ بیشک اگر
آنحضرت م کسی عورت سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتے یا اُس زمانہ میں کثرت ازدواج کا عام رواج نہ ہوتا یا
انبیاء سابقہ کی یہ سنت نہ ہوتی یا کسی فاحشہ عورت سے اختلاط رکھتے۔ اُس سے عطر ملوایا کرتے
یا نامحرم عورتوں کے مال خورد برد کیا کرتے۔ پرائی عورتوں سے خدمت لیا کرتے تو البتہ شایق صاحب
کا یہ قول آنحضرت م کی نسبت درست ہوتا۔ لیکن جبکہ آپ صلعم نے پاکدامن اور عفیفہ بیبیوں
سے تعلقات نکاح پیدا کئے اور ایسی عورتوں کے ساتھ جو وصف تقویٰ سے موصوف نہیں
اور جنکی اوصاف میں قانتات۔ تائبات۔ صالحات۔ عابدات۔ سائحات
وارد ہوئے ہیں اور آیہ تطہیر اُنکی شان میں آئی ہے۔ اول درجہ عابدہ زاہدہ پردہ دار نہایت
درجہ کی صالحات اُن میں سے بہت سی عالمہ فاضلہ دین کے احکام کو پھیلانے والی تھیں ایسی
عورتوں کے حق میں بدگمانی شایق صاحب کی اوباشانہ طبیعت اور عیاش مزاج کا نتیجہ ہے
ہاں عاشق مزاجی کا طعن اگر درست ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا کے
بیٹے یسوع مسیح پر جنکا شب و روز غیر عورتوں سے اختلاط تھا یا انکی دادیوں اور نانیوں پر جو مشہور
فاحشہ اور کسبی عورتیں تھیں (دیکھو بائبل) اُنکے خداوند کے بیٹے کے جد امجد داؤد م پر جو باوجود

۹۹ عورتیں رکھنے کے پھر بھی بدکاری سے نہ ٹلے اور اُوریا کی عورت بنت تبع سے زنا کیا اسکے خاوند کو قتل کرایا بنت سبع کو گھر میں داخل کیا یا حضرت سلیمان ؑ پر جس کی ۷۰۰ عورتیں اور تین سو حرمیں تھیں اور باوجود نبی ہونے کے عورات کی محبت میں بت پرستی بھی شروع کر دی پس عیاشی کا طعن آپکے بزرگوں پر چپتا ہے نہ کہ سید المعصومین امام المطہرین حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر۔

آیات گھڑنا

آپ نے اپنی کتاب اُمہات میں بار بار کہا ہے کہ آنحضرت ؐ جا بجا اپنے مطلب کے موافق آیات گھڑ لیا کرتے اور انکو خدا کی طرف منسوب کر دیا کرتے۔

اس کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ آپکا یہ وہم سراسر خطا پر مبنی اور باطل ہے۔ قرآن شریف میں سیکڑوں آیات و احکام ایسے ہیں جو برائے نفس کے سخت مخالف اور آنحضرت صلعم کے لئے ایک قید شدید ہیں پس آنحضرت ؐ کی نسبت آیات گھڑ لینے کا الزام معترضین کی بدظنی کا نتیجہ ہے۔

مثلاً ان ازواج ہی کے معاملہ میں دیکھو۔ غور کرو کہ آنحضرت ؐ کے لئے یہ حکم کہ لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک کیسی شدید قید ہے کہ تجھکو آئندہ نہ کوئی اور عورت کرنے اور نہ ایک کو طلاق دیکر اُس کی جگہ دوسری بدل لینے کا اختیار رہے۔ اگر آنحضرت ؐ آپ آیات گھڑ لیا کرتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے لئے ایسا حکم صادر کرتے۔ وہ صاف کہدیتے کہ تم جتنی جورو کرنا چاہو حلال ہیں۔ پر اُمت کو چار سے زیادہ حلال نہیں۔

پھر اس آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ؐ کو عورات کی وہ قسمیں گنوائی ہیں جو آنحضرت ؐ پر حلال ہو سکتی ہیں ایک یہ قید لگا دی ہے کہ اللاتی ھاجرن معک وہ ہی عورتیں حلال ہیں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو۔ اب دیکھئے کہ آنحضرت ؐ کی نسبت

رشتہ داروں سے نکاح کرنے میں یہہ قید زیادہ لگی ہوئی ہے کہ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہوئی ہو - حالانکہ اور مسلمانوں کو رشتہ دار عورات سے نکاح کرنے میں یہہ قید نہیں ہے -

پھر آیت تخییر جس میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہدے - کہ اگر تم دنیا اور زینت دنیا کی خواہاں[1] ہو - تو میں بخوشی خاطر تمکو رخصت کر دوں اور اگر دین کی خواہاں ہو تو اسی فقر و فاقہ پر صبر کرو - اور دنیا کی بہبودی تمکو حاصل نہ ہوگی -

اب سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت ﷺ کو ایسے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی - آپ تو سارے عرب کے بادشاہ تھے عورتوں کو زیورات لباس و خوراک انکی حسب مرضی دیدینا کونسی بڑی بات تھی - مگر نہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو صاف صاف پہونچایا اور آپ کی ازواج کو بھی ہرگز ان آیات کی بناوٹ یا افترا کا وہم تک نہ ہوا -

ایک اندھا آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن شریف کی بعض آیات دریافت کرنے آیا - آپ ﷺ اسوقت رؤسائے قریش کی طرف مخاطب تھے - اندھے کا بات کاٹنا برا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے عتاباً فرمایا - عبس و تولّٰی ان جاءہ الاعمٰی - چین بجبین ہوا اور منہ پھیرا - اس بات سے کہ اسکے پاس اندھا آیا - اب اس الزام کو اپنے حق میں آپ ہی لے لینا سوائے پاگل کے اور کوئی شخص بناوٹ پر محمول نہیں کر سکتا -

ایک آیت میں آیا ہے کہ اگر یہہ نبی ہم پر افترا کرے تو ہم بھی اسکا داہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی رگ دل کاٹ دیں - اور پھر اسکا کوئی مددگار نہ ہو -

سورۂ مزمل میں آدھی تہائی یا دو تہائی رات تک رات کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کا شدید حکم ہے وہ پرلے درجہ کی مشکل ریاضت اور سخت مجاہدہ ہے - کوئی شہوت پرست اور متبع نفسانی کا پابند آدمی اپنے حق میں ایسی قید نہیں رکھ سکتا - آپ ﷺ نے ساری عمر

[1] سب سے پہلے حضرت رسول کریم نے آیت تخییر حضرت عایشہ رض کو سنائی تھی - اور کہا تھا کہ اپنے والدین سے مشورہ لے لینا یہہ اچھی ہے کہ تاجو کچھ مرضی ہو باپ کی بھلی سو ہو - دونوں مخیرہ دونوں کو فتنہ رکھکے بات ہو بیٹی مگر حضرت عایشہ رض کی ہمت دیکھو انہوں نے صاف فرمایا کہ مجھے باپ سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا - باقی عورات نے بھی ایسا ہی کیا -

کبھی رات کا جاگنا اور عبادت کرنا نہیں چھوڑا ۔

ماہ رمضان کے روزے رکھنے جو بعض وقت سخت سے سخت گرمیوں میں آپڑتے ہیں کفار کے ساتھ لڑنا اور جہاد کرنا جس میں بمقابلہ تمام اقوام مخالف کے اپنی جان جانے کا سب سے پہلے خطرہ تھا۔ پانچ وقت نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا اور یہاں تک لوگوں کی بہبودی کا حریص اور قوم کا ہمدرد ہونا کہ آپکی نسبت یہ نازل ہوا۔ لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دیگا اس بات سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہ سب شدید احکام اور مشکل مجاہدات جو ہوائے نفسانی اور شہوت پرستی کے سخت مخالف ہیں آپنی نسبت ایک شخص کا آپ ہی وارد کر لینا کوئی عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی ۔ ہاں اگر جعلی اور بناوٹ اور احکام گھڑ لینے کا خیال کسی کی طرف منسوب ہو سکتا ہے ۔ تو وہ آپکے انبیاء موسیٰ داؤد وغیرہ کی نسبت ہو سکتا ہے ۔ جنہوں نے ایسے ایسے احکام دیئے اور ایسے ایسے جنگ کئے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے ۔ پھر حضرت مسیحؑ کی نسبت جس نے اپنی قوم سے ڈر کر محض خودغرضی کی بنا پر قانون فطرت کے برخلاف یہ ہدایت دی ۔ کہ جو تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو بائیں گال بھی اسکی طرف پھیر دو وغیرہ وغیرہ ۔ تا کہ کسی طرح آپکی قوم ان پر رحم کرے اور ستانا چھوڑ دے ۔ مگر انہوں نے بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا ۔ تا وقتیکہ صلیب پر چڑھا کر ملعون نہ بنا دیا پھر اپنے شاگردوں سے جھوٹا وعدہ کیا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا ۔ اور تم بارہ تختوں پر خلافت کرو گے آسمانی بادشاہت کے قریب آنے کا یہاں تک وعدہ کیا کہ یہ نسل ابھی گذرنے نہ پائے گی ۔ کہ یہ سب کچھ ہو جائیگا ۔ ان میں بعض وغیرہ مرنے نہ پائینگے کہ ابن آدم کو اپنے جلال میں آتے ہوئے دیکھیں گے (متی ۲۴ باب ۳۳ - ۳۴) ۔

چنانچہ رسول بھی یہی یقین کرتے رہے کہ یہ آخری زمانہ ہے اور اب مسیح آنے والا ہے (عبرانی ۹ باب ۲۶) اتسلاؤس ۲ باب ۱۵ وغیرہ ۔ لیکن ۱۹ صدیاں گذر گئیں ابن آدم کا اترنا ہنوز دہلی دور کا مصداق ہے ۔ اپنے تئیں بڑا ثابت کرنے کے لئے دوسرے پاک نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا (یوحنا ۱۰ باب ۸) یونس نبی کے ساتھ اپنی جھوٹی مشابہت دی ۔ حالانکہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تھے اور بعد تین دن اور تین رات جب کہ مسیحؑ مردہ قبر

میں رہا۔ اور صرف عورات اور ایک جوان (مرقس ۱۵ باب ۴۲)۔ اپنی غرض کے لئے سبت کی حرمت توڑی (متی ۱۲ باب ۱) یرمیاہ نبی نے جھوٹی آیت گھڑ کر شاہ صدقیاہ سے کہا کہ تو امن سے مرے گا (یرمیاہ ۳۴ باب ۵)۔ حالانکہ یہہ بادشاہ قید میں مرا۔ اسکی آنکھیں نکالی گئیں۔ اسکے بیٹے اسکے سامنے قتل کئے گئے (یرمیاہ ۵۲ باب ۱۱)۔

پھر حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے۔ مجھہ سے بڑے بڑے کام کرے گا۔ لیکن غلط حواریوں سے کہا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو اس پہاڑ سے کہتے کہ وہاں چلا جا۔ تو چلا جاتا۔ اور تمہاری کوئی بات ناممکن نہ ہوتی۔ (متی ۱۷ باب ۲۰) اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا تو تمہاری مانے گا۔ (لوقا ۱۷ باب ۶) اب یہہ ایسی باتیں ہیں کہ جو یہود یا عیسائیوں سے آجتک وقوع میں نہیں آئیں۔ یقیناً یہہ سب خود ساختہ اور بناوٹی ہیں۔ اور لاف گزاف سے بڑھکر ہیں۔

پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جو کچھہ تم میرے نام سے مانگو گے۔ میں وہی کرونگا۔ تاکہ باپ بیٹے میں جلال پاوے (یوحنا ۱۴ باب ۱۳) یہہ بھی سب غلط ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا۔ نہ ہو سکتا ہے۔ پھر پولوس یہہ کہتا ہے کہ پاکوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں پر ناپاکوں کے لئے کچھہ پاک نہیں۔ یہ آیت بھی یقیناً پولوس کی گھڑی ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اپنی غرض کے لئے اور سب کچھہ حلال کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہہ حکم وضع کر لیا گیا۔ نجات کے لئے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہہ بھی اعمال نیک سے بچنے اور تقوی و طہارت سے نجات پانے کے لئے اپنی طرف سے حواریوں نے بنالیا۔ ورنہ حضرت مسیح تو تورات کی تعمیل کا ہی حکم دیتے ہے اور آپ تعمیل کرتے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

عیسائیوں کے مذہب میں خونریزی

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ نے آئینہ کتاب میں آنحضرت صلعم پر خونریزی کا الزام لگایا ہے حالانکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز پہل نہیں کی۔

بلکہ اس آیت قرآنی کے موافق کہ وہم بدو وکم اول مرۃ اُس وقت صرف اُنکے حملوں کی مدافعت کی - جب کہ انکی شرارتیں اور فساد تعدی سے بڑھ گئے اور پرولیس میں بھی اگر مسلمانوں کو امن نہ لینے دیا -

اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شایق صاحب کا شوق پورا کرنیکے لئے اُن کی بائیبل کی کسی قدر خونریزیاں بھی اُنکی نظر کے سامنے لائی جائیں تاکہ انکو انصاف کے ساتھ موازنہ کرنیکا موقع ملے -

پیدایش ۳۴ باب ۲۵ میں دیکھو کس فریب اور دھوکے سے سکم اور حمور اور انکے شہروالے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے - دیکھو گنتی ۳۱ باب - انہوں نے مدیانوں سے لڑائی کی - جیسا کہ خداوند نے موسیٰ کو فرمایا تھا - اور سارے مردوں کو قتل کیا - اوی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیانوں کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا - مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا - مکشی و مال و اسباب کو لوٹا - شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا - موسیٰ اُن پر اس لئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا - حالانکہ یہی تو گناہ کا باعث ہیں - کل باب دیکھنا چاہیئے -

گنتی ۳۳ - ۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یوں ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دوگے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے - اور کانٹوں کی مانند تمہارے پہلوؤں میں چبھیں گے -

استثنا ۳ باب ۴ - اور ہم نے اسی وقت اُس کے سب شہر لے لئے وہاں ایک شہر بھی نہ رہا جو ہم نے اُن سے نہ لے لیا - ساٹھ شہر - اور حوب کا سارا ملک ۲ باب ۳۴ - مرد عورتوں اور بچوں کو حرام کیا -

استثنا ۱۲ باب ۳ - ۴ - اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو - گھنے باغوں میں آگ لگائیو - اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو ٹکڑا چور کیجیو -

استثنا ۲۰ باب میں خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنوں سے مت ڈرو - تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے ساتھ لڑے گا اور

تمہیں بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کر دے تو اسکا محاصرہ کر۔ اور جب وہ ملک قبضہ میں آجائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کر۔ مگر عورتوں۔ لڑکوں۔ مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اسکا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہروں میں کسی سانس لینے والی چیز جیتا مت چھوڑو۔ تاکہ اُن کا مکروہ کام تم میں اثر نہ کرے۔

استثناء باب ۷ - ۲ - جب خداوند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالہ کرے تُو انہیں مار ڈالیو حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ گنتی ۲۱ - ۱۶ - ۳۱ باب میں سخت درجہ کی خونریزی کا ذکر ہے۔

یشوع ۵ باب ۱۴ - الہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہو کر آیا۔ تب اُس نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل۔ کیا بھیڑ اور گدہا۔ سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

یشوع ۶ باب ۲۴ سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔

یشوع ۷ باب ۵ مجرم آدمیوں کا جلایا جانا۔ یشوع ۸ باب ۲۵ - ۱۸ باب ۲۲ ۲۲ ۲۹ x ۱۰ باب ۲۶ سنگسار کر کے جلانا۔ اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگایا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑدی قاضی ۴ باب ۲۱ - پھر قاضی ۵ باب ۲۴ - اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھیرے۔

قاضی ۵ باب ۳۰ مال و دسے کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔ قاضی ۹ باب ۴۹ سکم کے بیچ میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔ قاضی ۸ باب ۱۶ سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کئے گئے۔

۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۱ - داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اُتار اپنے سر پر رکھا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی دہاری گاڑیوں کے نیچے کیا اور انیٹوں کے جلتے پژاوے میں جلا دیا۔ ۱ تواریخ ۲۰ باب ۳ ۲ سلاطین ۱۰ باب ۱۱ ہو نے اخی اب کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ ۲ سلاطین ۱۵ باب ۱۶ مناخم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔

۲ سلاطین ۲۳ باب ۱۶ قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الہی حکم سے جلائیں۔

عہد عتیق کے خونی اور آتش فشاں جہاد۔ مختصر طور پر نقل کر کے ہم نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب انصاف اُنپر ہے کہ آیا اسلام کا جہاد جو نہایت اعتدال پر مبنی اور قانون قدرت کے بالکل موافق ہے۔ قابل اعتراض ہے یا مسیحی مذہب کا آتش فشاں جہاد جس میں یہہ قہر الٰہی ہو کہ سب کا نوں کو ڈھانا شہروں کو آگ لگا دینا۔ باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔ قتل عام کرنا۔ سروں میں میخ گاڑنا۔ آروں کلہاڑوں سے چیرانا۔ بھٹوں میں جلانا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑنا اور اسپر بھی قوت غضبی کا فرو نہ ہونا۔ تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم جس مذہب میں یہہ ظلم اور یہہ غضب الٰہی ہو اور اس مذہب کا بانی بھی کہے کہ میں دنیا میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی) اور جس کے پاس تلوار نہ ہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچائے۔ کیا اس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کر سکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے کون شخص ہے جو ان احکام کو سنکر تھرا نہیں اُٹھتا۔ تو اُن سے عہد مت باندھو۔ اُن پر رحم نہ کیجیو۔ بخلاف اسکے وہ رحمت اللعالمین صلعم اور آپکے خلفاء جانشین جب کہیں لشکر روانہ کرتے سب سے پہلے سردار لشکر کو یہی کہتے کہ ملک مقبوضہ کی عورتوں۔ بچوں بوڑھوں خانقاہوں عبادت گاہوں کی حرمت کرنا۔ کھیتوں کو مت جلانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور صرف اُنہیں سے بدلا لینا جو تمکو ستائیں یا مقابلہ کے لئے پیش آئیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے یہہ دنیاوی جنگ تھے بالکل غلطی کر رہے ہیں دنیاوی جنگوں کو کتاب الٰہی میں ذکر کرنے سے کیا کام ہے جب تک اُن کے ساتھہ دینی تعلق نہ ہو۔ کیا اگر یہہ دینی جنگ نہ تھے تو بالکل فضول تھے جنکا ذکر خواہ مخواہ کتاب ربانی میں کیا گیا۔ اگر یہہ جنگ ان قوموں کے گناہوں کی سزا تھی تو پھر دنیاوی جنگ نہیں بلکہ انکو دینی جنگ سمجھنا چاہیئے اور پھر کیا اگر دین کے لئے جنگ ناجائز ہو تو دنیا کے لئے جایز ہو سکتی ہے۔ اور توریت میں صراحت موجود ہے کہ یہہ سب کچھہ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا۔

پھر حضرت موسیٰ کے افعال کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی (استثناء ۳ باب ۱۰)

حضرت داؤد نے تو وہی کام کئے جو خدا کی نگاہ میں اچھے تھے (اسلاطین ۱۴ باب ۸) (اسلاطین ۱۵ باب ۵)
یشوع بن نون روح قدس کی دانائی سے معمور تھا (استثنا ۳۴ باب ۹) پھر انجیل میں بھی ان جہلا ت
کی تعریف کی گئی ہے جہاں لکھا ہے کہ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام
کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ لڑائی میں بہادر بنے اور غیروں کی فوجوں کو ہٹا دیا (عبرانی ۱۱ باب
۳۲-۳۵) تو کیا یہ تمام مدح و ثنا جو بائبل ان نبیوں کی کرتی ہے۔ محض لغو و رایگان
ہے۔ جب کہ وہ کام خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے رہے۔ نہیں نہیں۔ وہ بالکل
خداوند کی مرضی پر چلے اور اسکے حکم سے سب کام کئے۔

آنحضرت صلعم کی گذران کا بیان

باوجودیکہ آنحضرت صلعم دنیا اور دین کے بادشاہ تھے ایسی حالت میں اگر چاہتے تو دولت کے خزانے
جمع کر لیتے۔ عورتوں کو عمدہ عمدہ زیور بنوا دیتے۔ اعلیٰ درجہ کی امیرانہ غذائیں کھایا کرتے۔ مگر
قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ صلعم نے اپنی بیویوں کو صاف کہدیا۔ کہ میرا تمہارا تعلق محض
دینداری کے لحاظ سے ہے یعنی میں تم سب کو دین کی معاونت و مسایل دین کی اشاعت
کے لئے نکاح میں لایا ہوں۔ دنیا کے مال و اسباب و زیورات وغیرہ کے لئے نہیں۔ سو اگر تم کو
دین کی خوبیاں مطلوب اور فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے نکاح میں رہو۔ ورنہ تم میں سے جو جو
دنیا و دنیا کے اسباب اور زیورات وغیرہ کی خواہاں ہے۔ انہیں میں حسن سلوک اور خوشدلی کے
ساتھ رخصت کر دیتا ہوں۔ یہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے مگر اعلیٰ درجہ کی صحیح احادیث
نبویہ صلعم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران نہایت سادی اور فقر و فاقہ
میں ہوا کرتی تھی۔ یہ نہیں کہ آپکو کچھ میسر نہیں ہوتا تھا۔ آپ تو تمام عرب کے بادشاہ تھے بلکہ آپکی
طبیعت میں دنیاوی لذتوں کی محبت ہی نہ تھی۔ کل محبت آپکو دین کی اشاعت میں
اور پوری لذت خدا کی یاد میں ملتی تھی (ولذکر اللّٰہ اکبر) ان احادیث صحیحہ کو جو تواتر کی حد تک
پہونچ چکی ہیں۔ اور ان صحابی تباہی روایات سے جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہیں برخلاف مبتلا بہ سینہ زو

ہیں اور انجیل سے بڑھکر مسلسل و معتبر۔ مخالفین اسلام کو سخت شرمندہ ہونا چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ کیا وہ شخص جس کی زندگی باوجود میسر ہو سکنے طعام دنیاوی کے اس فقر و فاقہ میں گذری ہو شہوات نفسانی کا پابند ہو سکتا ہے اور اسکی نسبت کسی قسم کی بدظنی کی جا سکتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے گھر والے دو دن برابر بھی جو کی روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم اور آپکے گھر والے کئی کئی راتیں خالی پیٹ سو رہا کرتے تھے اور جب کھانا کھاتے تھے تو اکثر اوقات کھانا آپکا جو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

سہل بن سعد رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نے کبھی میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی۔ وہ بولا تو کیا ان باتوں سے پوچھتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے تو وفات ہونے تک میدہ کو آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ کھانا تو کجا۔ پھر سائل نے اُسی سہل بن سعد سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تمہارے آٹا چھاننے کی چھلنیاں بھی ہوا کرتی تھیں اس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے پوچھا کہ پھر تم جو کی روٹیاں بغیر چھانے کیسے کس طرح کھاتے تھے۔ اس نے کہا پھونک لگا دیتے تھے۔ جو کچھ اس پھونک سے موٹا موٹا آٹا ہوتا اڑ جاتا باقی کو خمیر کر لیتے۔

حضرت انس بن مالک آپکے خاص خادم بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے مثل امیروں کے بڑے بڑے خوانچوں پر بیٹھکر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی چینیوں کی رکابی میں کھایا ہے اور نہ کبھی آپکے لئے پتلی پتلی چپاتیاں کسی نے پکائیں۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے اُستاد قتادہ سے پوچھا کس چیز پر آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام روٹی رکھکر کھایا کرتے تھے۔ اس نے بتلایا۔ اسی چمڑے کے دسترخوان پر۔ حضرت ابوہریرہ رضہ ایک جماعت کی طرف گذرے ان لوگوں کے آگے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے ابوہریرہ کو بھی کھانے کے لئے بلایا۔ انہوں نے انکار کیا اور فرمایا رسول کریم صلعم نے دنیا سے کوچ کیا اور جو کی روٹی سے بھی اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

رسول اللہ صلعم کے حضور میں انس جو کی روٹی اور بگڑی ہوئی چربی لائے آپکے ایام گذاری کی یہ حالت تھی کہ آپ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے ہاں سے اپنی زرہ گرو رکھکر گھر والوں کے لئے کچھ جو لائے تھے۔ انس سے یہ بھی فرمایا۔ رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کے

پاس کوئی وقت ایک صاع گیہوں یا اُسکی قدر غلہ نہ رہتا تہا۔ اور آپکی بیبیاں نو تہیں۔ ابو طلحہ رضؓ
سے فرمایا۔ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے بھوک کا شکوہ کیا اور ہم لوگوں کے پیٹوں پر ایک ایک پتھر
بندہا ہوا تہا اُسکو دکہایا۔ تو آپنے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندہے ہوے جو دکہائے۔ ایک بار لوگوں نے بھوک کا
شکوہ کیا تو آپنے اُن لوگوں کو ایک ایک خرما دیا۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا میں رسول اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں
کہ آپ کھجور کی کہری چٹائی پر لیٹے ہوے تہے میں اور چٹائی کے نشان آپکی پہلوئے مبارک میں پڑگئے
ہیں اور ایک تکیہ چمڑے کا لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تہا۔ میں نے یہ حال دیکھکر
عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ آپکی اُمت کو فراخی نصیب کرے۔ دیکھیے فارس و روم کو
کیسی فراخی ہے اور وہ خدا تعالی کو پوچھتے بھی نہیں۔ آپنے فرمایا اے عمر رضؓ تو ابہی اسی خیال میں ہے
یہہ کفار لوگ وہ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا گیا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے
کہ کفار کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا میں ۷۰ اصحاب صفہ کو دیکہا کہ
اُن میں کوئی ایسا نہ تہا جسکے پاس چادر ہوتی۔ بس کسی کے پاس فقط تہبند تہی کسی کے پاس
فقط کملی۔ اُسکو اپنی اپنی گردنوں میں باندہے رہتے۔ وہ تہ بند اور کملی کسی کے پنڈلیوں تک پہونچتی
کسی کے ٹخنوں تک۔ اور وہ شخص ستر کھل جانے کے ڈر سے اُن کو سمیٹے رہتا تہا۔

ابوذر رضؓ نے کہا کہ مجکو میرے دوست (حضرت رسول اللہ) نے سات باتوں کا
حکم دیا۔ (۱) مسکینوں کی محبت رکھنا۔ اُن سے قریب رہنا (۲) اپنے سے کمتر شخص کو دیکھنا
اور جسکے پاس دنیا کا سامان بڑہا ہوا ہو اُسکو نہ دیکھنا (۳) ناتے والوں کو ملائے رکھنا اگرچہ وہ
نہ ملنا چاہیں (۴) کسی سے کچھ نہ مانگنا (۵) حق کہہ دینا اگرچہ کسی کو بُرا لگے (۶) دین کے بارے
میں کسی سے نہ ڈرنا۔ اچھی بات کہہ ہی دینا اور بُری بات سے روک ہی دینا۔ کسی کی
ملامت سے نہ ڈرنا (۷) لاحول ولاقوۃ بہت کہا کرنا۔

اخلاق نبوی

انس رضؓ فرماتے ہیں میں نے دس برس نبی ص کی خدمت کی۔ آپنے مجکو کبھی اُف بہی نہیں کہا

اور نہ کبھی یہہ فرمایا تو نے فلاں کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہہ فرمایا۔ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا۔

رسول اللہ صلعم سے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی کہ آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلعم سے ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان بھیڑ بکریاں مانگیں آپ نے اُسے دلا دیں۔ پھر وہ تو اپنے لوگوں میں پہونچکر کہنے لگا۔ اے لوگو! جلدی مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کی قسم محمد صلعم تو اتنا دیتے ہیں کہ اپنے محتاج ہونے سے بھی نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صلعم بے حیائی کی بات نہ بولتے۔ نہ لعنت کرتے اور نہ کسی کو گالی دیتے۔ غصہ میں بس یہہ فرماتے۔ اُسکو کیا ہوا ہے۔ اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

ایک بار لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم آپ مشرکوں کے لئے بددعا کیجئے۔ فرمایا میں اس کام کو نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ میں تو رحمت کے لئے ہوں (مسلم)۔

نبی صلعم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے۔ آپ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو صحابہ رضہ آپ کے تیور سے پہچان لیتے (متفق علیہ)۔

بی بی عائشہ رضہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح پر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ آپکا منہ کھل جائے۔ اور کوا نظر آنے لگے۔ بس آپ مسکرایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی باتیں نہیں فرماتے تھے۔ آپکی باتیں ایسی ہوتی تہیں کہ کوئی انکو گننا چاہتا۔ تو گن لیتا۔

رسول اللہ صلعم جب گہر میں تشریف لاتے تو گہر والوں کی خدمت میں مشغول ہو جاتے۔ پھر نماز کے وقت تشریف لیجاتے۔ (بخاری)۔

رسول اللہ صلعم کو جب کسی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ اُنہیں کا آسان ہی کام اختیار فرماتے۔ اور گناہ کا کام ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپ نے کبھی کسی سے اپنا (ذاتی) بدلہ نہیں لیا۔ ہاں خدا کے مجرم کی سزا ضرور دیا کرتے (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو۔ نہ خادم کو۔ اللہ کی راہ میں جہاد البتہ کیا۔ (مسلم)

انجیل متی کے پہلے باب کی غلطیاں

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے مسلمانوں کو انکی بعض روایات ضعیفہ کے نہ ماننے پر مضحکہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایات کلام الٰہی نہیں جو کالوحی من السماء اور قطعی سمجھی جائیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو انکی الہامی کتاب کی چند ایک غلطیاں بطور نمونہ دکھاؤں تاکہ ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے اور عشار ربانی کے نشہ سے ہوش میں آئیں اور سمجھ لیں کہ جب ہماری خاص کتاب مقدس میں صریح اغلاط موجود ہیں۔ تو ہم دوسروں کی معمولی روایات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جنکو وہ لوگ خود بھی وقعت اور اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سو واضح ہو کہ انجیل متی کے پہلے باب ہی میں اسقدر غلطیاں ہیں کہ اُن کے لئے ایک علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے چند ایک غلطیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ اول غلطی یہ ہے کہ متی ۱ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ ہیں۔ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اسیر کر چلے گئے چودہ میں ہے۔ اور بابل کو اسیر جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔ حالانکہ انجیل سے گن کر دیکھ لو۔ یہ تینوں قسمیں چودہ چودہ پشتوں کی سراسر غلط ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم و داؤد کو بھی شامل کریں۔ تب پہلی قسمت میں ۱۴ ہوتی ہیں اور دوسری قسمت میں یہکنیا کو شامل کر لیں۔ تب چودہ پوری ہوتی ہیں لیکن تیسری قسمت میں سب نام حضرت عیسیٰ کو ملا کر صرف ۱۳ ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ دوسری قسمت میں جو حضرت سلیمان سے شروع اور یہویقیناہ پر ختم ہوتی ہے متی ۱۴ پشتیں بتلایا ہے۔ حالانکہ اول تواریخ ۳ باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان سے یہکنیا تک ۱۸ پشتیں ہوتی ہیں اور اسی باب میں نیوٹن صاحب افسوس کی راہ سے کہتے ہیں کہ دین عیسوی میں تین اور ایک کو ایک ماننا پڑتا تھا۔ اب ۱۸ اور ۱۴ کو بھی ایک ہی گننا

پڑا۔ کیونکہ کتب مقدسہ میں تو غلطی کا امکان ہو نہیں سکتا۔ سوم یہ کہ متی ۱ باب ۸ میں عوزیا کو یورام کا بیٹا لکھا ہے اور تین نام رہ گئے حالانکہ وہ اسکے پوتے کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ ۲ باب ۲۲-۲۶) چہارم یہ کہ متی ۱ باب ۱۱ میں یہوکینیا کو یوسیاہ کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اسکا پوتا تھا۔ اور یہاں بھی ایک نام رہ گیا۔ پنجم یہ ہے کہ متی نے یہوکینیا کے بھائی لکھے ہیں حالانکہ عہد عتیق کی کتابوں سے اسکا کوئی بھائی ثابت نہیں ہوتا۔ وہ اپنے باپ کا صرف اکلوتا بیٹا تھا (۱ تواریخ ۳ باب ۱۵)۔ ششم یہ کہ متی نے زروبابل کو شلتائیل کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ اسکا بھتیجا اور فدایا کا بیٹا تھا۔ ہفتم متی نے ابیہود کو زروبابل کا بیٹا لکھتا ہے۔ حالانکہ اسکے بیٹوں میں ابیہود کسی کا نام نہ تھا۔ ہشتم یہ کہ متی ۱ باب ۱ میں مسیح کو داؤد کی نسل سے لکھتا ہے۔ لیکن لوقا ۱ باب ۳۶ میں مریم کو الیسبات کی رشتہ دار لکھا ہے جو زکریا کاہن کی بی بی اور ہارون کی بیٹیوں میں تھی (لوقا ۱ باب ۵) جس سے ظاہر ہے کہ مریم اور یوسف لیوی کے فرقہ سے تھے۔ جو کہ کہانت کے لئے مخصوص تھا (گنتی ۱۸ باب ۲۰-۲۴) یشوع ۱۳-۱۴ باب اور داؤد یہوداہ کے فرقے سے تھے۔ نہ کہ لیوی کے فرقے سے اور ہر فرقہ کی لڑکی اپنے ہی باپ کے فرقہ میں بیاہی جاتی تھی (شمار ۳۶ باب ۸-۹)۔

پس مسیح یا داؤد کی نسل سے نہ تھے تو متی نے غلط لکھا ہے۔ یا الیسبات مریم کی رشتہ دار نہ تھی۔ تو لوقا نے غلط لکھا۔ نہم یہ کہ جب مسیح یوسف کے نطفہ سے ہی نہ تھا۔ بلکہ کنواری مریم کے پیٹ سے بوساطت روح القدس پیدا ہوا۔ تو یوسف سے حضرت مسیح کو تعلق ہی کیا تھا کہ انکا شجرہ لکھا گیا۔ اور خواہ مخواہ جبراً یوسف کا بیٹا قرار دیا جا کر داؤد کی نسل میں داخل کیا گیا۔ حالانکہ حضرت مسیح داؤد کی نسل ہونے سے بھی انکاری ہیں (متی ۲۲ باب ۴۵)۔

(۱۰) دہم یہ کہ الوہیت کے لئے نسب نامہ کا ہونا تعجب ہے۔ عبرانیوں کے خط ۵ و ۷ باب میں حضرت مسیح کو ملک صدق (پیدائش ۱۴ باب ۱۸-۲۰) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب ملک صدق کا باوجود انسانیت محض کوئی نسب نامہ نہیں ہے تو باوجود کامل الوہیت یسوع کا نسب نامہ کیونکر جائز ہوگا۔

یہ چند غلطیاں اختصار کے طور پر پہلے باب متی کی بیان کی گئیں۔ اگر مفصل بیان کریں تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ انہیں اغلاط کی طرف خیال کر کے ڈاکٹر احمد شاہ کی مولانا مولوی علاء الدین اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۷۷ میں لاچار ہو کر زبان مبارک سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے لیکر نام لکھ دیئے۔

اگر سارے ابواب متی پر ریمارکس کئے جائیں تو اغلاط کا ایک طومار جمع ہو جائے۔ ڈاکٹر احمد شاہ کی خاطر یہ چند اغلاط نقل کر دئے گئے۔

متی ۳ باب ۱۴ میں حضرت عیسیٰؑ کو حضرت یحییٰ نے خوب پہچان لیا اور باتیں کر کے بپتسمہ دیا۔ اور متی ۱۱ باب ۲ و ۳ میں یحییٰ نے قید خانہ سے اپنے شاگردوں کو بھیجا کہ مسیحؑ سے پوچھیں کہ آنے والا تو ہی ہے یا کسی اور کی راہ تکیں۔ متی ۲۷ باب ۹ میں۔ یرمیاہ کا غلط حوالہ بجائے زکریا دیا اور متی ۲۳ باب ۳۵۔ زکریا بن یہویدع (۲ تواریخ ۲۴ باب ۲۰) کی جگہ زکریا بن برخیاہ لکھا ہونا۔ متی ۲ باب ۲۳ میں مسیحؑ کا اگلی کتابوں میں ناصری کہلانا۔ حالانکہ عہد عتیق میں کہیں نہیں۔ انجیل متی کے یہ سب اغلاط مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ایسا ہی انجیل لوقا کا یہ مبالغہ کہ مسیحؑ کے اگر سارے حالات لکھے جاتے تو کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں (انجیل لوقا کا آخری باب) اور نامہ اول یوحنا ۵ باب ۷ میں تثلیث کی آیت تراش کر شامل کتاب کرنا۔ انجیل مرقس ۱۶ کا سہو کاتب کا پایا جانا۔ جن میں سے کسی ایک کی نسبت بوثوق نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے۔ پھر مذہبی کے باہم سخت اختلافات و تناقض ان باتوں کی طرف اگر شائق صاحب بنظر انصاف غور کریں تو پھر ساری عمر اسلام کے برخلاف لکھنے کا نام نہ لیں۔ اور گرجے کی ٹھوکر پر جا گریں۔

عیسائیوں کے خدا کے بیٹے نے بیاہ کیوں نہیں کیا

اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ عیسائیوں کے خدا یا خدا کے بیٹے نے بیاہ نہ کیا ہو۔ کیونکہ انجیل میں آپ کے بیاہ و یا ازدواج کا ذکر نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے بیاہ کیا ہی نہیں۔ انجیل [illegible]

کا ذکر نہایت ہی تھوڑا ہی - ۳۲ برس کی عمر تک کا تو اسکا کچھ حال معلوم ہی نہیں کہ کن خیالات میں گذرا
باقی تین سال کی نبوت یا خدائی کا حال یہہ ہے کہ انجیل میں اسکا ایک شمہ بھی نہیں بیان کیا گیا - ابھی
اسکا اسقدر حال بیان سے رہ گیا ہے - کہ اگر مفصل ذکر کیا جاتا تو کتابیں جو بنائی جاتیں تو جہان
میں نہ سما سکتیں (یوحنا کا آخری باب) پس اندریں حالت نہیں معلوم - کہ عیسائیوں کے خدا اسنے
کسنے ہمدردیاں کیں اُن کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا - کس قدر دکھ اٹھائے - جنکا حال
ہمکو کچھ بھی معلوم نہیں - اگر کوئی عیسائی اپنے ابن اللہ کا حامی ضد و اصرار ہی کرے - کہ
اسوجہ سے کہ تمام بیاہ نہیں کیا بلکہ ساری عمر مجرد ہی رہا تو بھی کوئی مخالف اسکو خوبی کی بات ہرگز ہرگز
نہیں قرار دے سکتا - بدو وجہ (۱) شاید عیسائیوں کا خدا نامرد ہی ہو جو انبیاء سابقین کی سنت
سے محروم رہا - کیونکہ اگر وہ مرد ہوتا - تو جیسا کھاتا پیتا - بول براز کرتا اور سب حوائج انسانی اسے
لاحق تھے - اگر بیاہ بھی کر لیتا تو اسکی خدائی کی شان میں کیا بٹا لگ جاتا - کھانے پینے سے بول براز
کرنے سے اسکی خدائی میں کیا فرق آگیا ہو - جو بیاہ کرنے سے آجاتا - پس جب تک کہ عیسائی لوگ
انجیل کی نص سے یہہ ثابت نکر دیں کہ اُن کا خدا واقعی مرد تہا - اور قوائے تناسل اسکی قایم تھے -
اور باوجود قوت مردی وہ بیاہ شادی کرنے سے محروم رہا - تب تک ہرگز ہرگز یسوع کا بیاہ نکرنا عیسائیوں
کے خدا کی خوبی میں داخل نہیں ہو سکتا - کیونکہ خلق کا کمال یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد ہو کر اور قوائے
شہوانی رکھتے ہوئے پرہیز کرے - جس شخص کے قوائے شہوانی ہی مردہ و افسردہ ہوں - یا
مخنث ہو - تو اسکا بیاہ نہ کرنا کوئی فضیلت یا صفات حسنہ میں داخل نہیں ہے -
(۲) دوسری وجہ شاید یہہ ہو کہ عیسائیوں کے خدا کا عورتوں سے اختلاط و ربط ضبط پیار و اخلاص
ثابت ہی ہے - جیسے کہ کسبی اور فاحشہ عورتوں سے پیر ملوانا اس کا بدن سے بدن لگانا اور عطر
پاؤں پر ملوانا اور اجنبی عورات سے پیار کرنا انجیل سے متواتر ثابت ہے - پس ایسی حالت میں اسکو
بیاہ کی ضرورت نہ ہو - کیونکہ کام تو اُن کا چلا ہی جاتا تہا - ایسی مفلسی کی حالت میں بیاہ کرنا
اُن کے لئے وبال جان تہا -

عیسائی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ساری عمر بیاہ نہیں کیا - یہہ
کس قدر فخر کی بات ہے - تمہارے پیغمبروں نے بہت سی ازواج کیں یہ کس قدر شہوت پرستی ہے

اس کے جواب میں میں ترکی بہ ترکی اسی قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے خدا کے بیٹے کا بیاہ نہ کرنا (بشرطیکہ تم ثابت کر دو کہ وہ قوت مردی رکھتا تھا) کوئی تعریف کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بقول ڈاکٹر احمد شاہ صاحب **زر نیست عشق ٹیں ٹیں** کا مصداق ہے اس بیچارے کو ساری عمر سر رکھنے تک کے لئے تو جگہ ہی نہ تھی۔ غریب خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا ایک دفعہ اسکے منہ سے نکل گیا جس کی وجہ سے یہودی مخالف ہو گئے۔ اس دعویٰ کو چھوڑ دیتا شفقت تھی۔ جان کے لالے پڑ گئے۔ یہودی تنگ کرنے لگے۔ جبکہ اسکو ساری عمر سر رکھنے کے لئے جگہ نہ ملی۔ تو ایسی صورت وہ بیاہ کیا کرتا۔ اسے بیوی رکھنے کا کیا حق تھا۔ علاوہ اس کے انجیل کے بیان کے موافق عورات خدمت کرنے والی تو موجود ہی تھیں۔ پھر بیاہ کرنا سراسر حماقت تھی ہزارہا سکھ اور گسائیں بیاہ نہیں کرتے۔ عورتیں انکی یونہی خدمت کرتی رہتی ہیں۔

ابجی تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا بیاہ کیا کرتا۔ بیاہ کرنا تو مردوں کا کام ہے۔ اور ہمارے رسول اکرم صلعم تمام مردوں کے مردار اور بہادروں کے سردار تھے۔ جنہوں نے ملک کے دستور اور سنت انبیاء کے موافق ۹-۱۱ ازواج کے ساتھ بیاہ کیا۔ اور حسن معاشرت اور تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ عادات۔ معاملات۔ محاسن اخلاق۔ اشاعت دین۔ اثر تعلیم۔ جہاد بالکفار۔ ہر ایک امر میں آپ کا پایہ بلند بلکہ بلند سے بلند ہے۔ جس کا ایک شمہ بھی عیسائیوں کے خدا کے بیٹے کو نصیب نہیں۔

عیسائی قوم کا شیطان کو سجدہ کرنا

انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے۔ کہ تم دنیا میں دولت مت جمع کرو۔ بلکہ مال اپنے لئے آسمان پر جمع کرو (متی ۶ باب ۱۹) اور اپنا مال محتاجوں کو دیدیا کرو۔ (متی ۱۹ باب ۲۰) اور اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا اس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند آسمان کی بادشاہت میں داخل ہو اور نجات کا وارث ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) حضرت مسیح کے ان اقوال سے [illegible] ظاہر ہے کہ کوئی دولتمند آدمی نجات کا وارث ہو ہی نہیں سکتا تا وقتیکہ ساری دولت خدا کی راہ میں دیکر بالکل فقیر نہ بن جائے۔ پس یہ عیسائی قومیں جو اسقدر دولت مند ہیں اور [illegible] کی غلام ہیں

ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت مسیح کی مرضی اور منشا پر نہیں چلتے اور اسوجہ سے اُس دن ڈاکٹر احمد شاہ جیسے بہتیرے یسوع کو کہینگے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی۔ اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سی کرامات نہیں ظاہر کیں۔ پر اُسوقت یسوع اُنہیں صاف جواب دیگا کہ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۲)۔

جس وقت پہاڑ پر شیطان خدا کے بیٹے یسوع کا امتحان لینے گیا ہے اور اُسکو گمراہ کرنے کی فکر میں ہوا — اُسدن اُسنے یسوع کو دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت دکھائی تھیں اور اُس نے کہدیا تھا۔ کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہ تمام دولتیں تجھے دیدونگا۔ جو حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تھی۔ اور مسیحیت کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جب عیسائی قوم اُسکو سجدہ کریگی تو دنیا کی تمام دولتیں اُنکو دیجاوینگی۔ اور وہ حقیقی خدا کو چھوڑ کر شیطان کی ساجد ٹھیرینگے سو حقیقت میں ایسا ہی ہوا۔ جب سے یسوعی قوم نے مسیح کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان کو سجدہ کرکے دولت کی غلام بن گئی ہے۔ تب سے اُنپر دنیا کی دولت کے خزانے کھل گئے ہیں اور دولت اور شان و شوکت اور دنیا کی بادشاہت اُنکے قبضہ میں آگئی ہے۔ لیکن آسمانی بادشاہت میں اُن کا داخل ہونا اس سے بھی محال ہے کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب ۔

انجیل کی تعلیم کا اثر

اگرچہ مصنف کتاب کے سارے اقوال اور ساری منطق ہی بالکل لایعنی اور قابل حیرت ہے لیکن سب سے تعجب انگیز کلام وہ مقولہ ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کیا ہے کہ اسلام اپنی اصلاح اسلامیت سے مخالفت کرکے کر سکتا ہے برخلاف دین عیسوی کے کہ جہاں تک اُسکی پیروی کی جائے۔ جہاں تک اُسکے احکام کو [illegible] جائے اصلاح ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دینی اصلاح کا منبع ہے۔

حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسائیت میں نہ کچھ احکام ہیں نہ کوئی شریعت ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب نے شریعت کے احکام ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنے برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں تقوی طہارت کا اس مذہب میں نام نشان تک نہیں۔ پولوس کے مقولہ "پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے" کے موافق اگر عیسائی انسان کا گوہ بھی کھا لیں تو اُن کے لئے جائز ہے۔ خدا کے حلال، حرام سے اُن کو کوئی تعلق نہیں اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہوسکتی ہے۔

جہاں عیسائیت کا قدم پڑتا ہے۔ تقوی اور طہارت خداترسی اور اتقا کوسوں دور بھاگتا ہے اور شرابخواری۔ زناکاری وغیرہ کی کثرت ہوجاتی ہے۔ چنانچہ مشہور پادری ایزک ٹیلر صاحب نے بھی اس امر کا بڑے زور سے اقرار کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لئے تین لعنتیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی جہاں عیسائی مذہب جاتا ہے۔ یہ تین لعنتیں لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ شرابخواری۔ زناکاری۔ اور قماربازی جس ملک کے رہنے والوں نے کبھی شراب کا مُنہ تک نہ دیکھا ہو۔ عیسائیوں کی برکت سے وہاں بھی یہ اُم الخبائث موجود۔ جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا۔ وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لئے ضرور تھوڑی سی مئے پی لیتا ہوگا۔ یا عشائے ربانی سے محظوظ ہوتا ہوگا۔ پس عیسائی مذہب کو تہذیب شایستگی اور اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ ہم نے تو آجتک کبھی نہیں سنا کہ عیسائی مذہب میں بھی حقیقی تہذیب۔ یا تقوے وطہارت یا زہد و اتقا کا دخل ہو۔ اور حقیقت میں جب مسیح سارے گناہ اٹھا چکا اور گناہوں کی سب سزا بھگت چکا۔ تو اب گناہ سے بچنے اور تقوے اور طہارت کی عیسائیوں کو ضرورت ہی کیا ہے۔ جہاں اسلام جاتا ہے۔ تقوے۔ طہارت۔ زہد اتقا۔ خداترسی۔ خداپرستی اُن لوگوں کی جزو جزو میں رچ جاتی ہے۔ جہاں عیسائیت کا قدم جاتا ہے بدکاری۔ بدچلنی۔ شرابخواری۔ ناخداترسی۔ قماربازی۔ دنیاداری۔ شیطان کی کام دست بستہ ہوکر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس عیسائی مذہب کو اصلاح سے تعلق ہی کیا۔ اصلاح کی صورت ہے اصول نیک۔ جب عیسائیوں میں اعمال نیک کی حاجت ہی نہ اعمال بد سے بچنے کی ضرورت ہی تو اصلاح اس مذہب سے ایسی گئی ہے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

اور دنیا کی دولتمندی اور اقبال پر آپ کو گھمنڈ ہو گیا۔ تو اس کے جواب میں میں عرض کرتا ہوں کہ ملک داری اور دنیا کی سیاست و حکمرانی کی عقل الگ چیز ہے اور سچی اصلاح سچی تہذیب سچا تقویٰ و طہارت اور دیگر۔ بسا اوقات بت پرستوں آتش پرستوں اور بری سے بری مذہب والوں کا انتظام سلطنت و نظام سیاست اعلیٰ سے اعلیٰ رہا ہے اور رہ سکتا ہے لیکن حضور مدبر ہیں کیا ان لوگوں میں حقیقی تہذیب بھی کچھ اثر ہے۔ پس اگر عیسائی قومیں دنیا کی دولتمندی و اقبال میں بڑھ گئیں تو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ اسی قدر وہ تقویٰ و طہارت اور حقیقی تہذیب میں بھی آگے بڑھ گئیں بلکہ دنیا کی زیادہ دولت اور اقبالمندی تو حضرت مسیح کے قول کے بموجب آسمانی بادشاہت سے بے نصیبی کا نشان ہے اور حضرت مسیح نے صاف فرمادیا ہے کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے بھی مشکل ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ کا داخل ہو۔ پس اس قول کے بموجب دولت دنیا آخرت سے محرومی اور سنگ دنیا کا موجب معلوم ہوتی ہے نہ کہ حصول تقویٰ اور حقیقی تہذیب کے باعث ہو۔ اگر آپ کو مسیح کی پیاری تعلیم پر گھمنڈ ہے تو اس کے جواب میں بھی یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تمہارے خداوند یسوع مسیح کی وہ تعلیم بھی اس زمانہ کی فطرت کے بر خلاف ہے اور دنیا کی اصلاح تو ایک طرف رہ گئی کوئی شخص اس پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ابھی کسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اصلاح کی جڑ تھی جو تو ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جہاں عیسائی مذہب کا قدم جاتا ہے وہاں سے تقویٰ طہارت خدا پرستی خدا شناسی ذکر الٰہی یاد عقبیٰ بالکل کافور ہو جاتی ہیں اکثر کو بجز خلاف دنیا پرستی شراب خواری زناکاری حد سے زیادہ غفلت۔ عاقبت فراموشی اس مذہب سے کام ہی نہیں ہے گویا بند بند ہو ایک دفعہ ہی ٹوٹ گیا۔ چنانچہ یہ بات آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس پر دلیل لوگوں کی حاجت نہیں اور دنیا پرستی اور شراب خواری وغیرہ آئی بھی کیوں نہ۔ یہ تو اس مذہب کا خاصہ ہی ہے کیونکہ مسیح کی لعنتی قربانی اور صلیبی موت اور خودکشی الٰہی خدا کی نہایت تعلیم کسی نیکی کے کرنے اور برائی سے بچنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہنے دیتی۔ یا کوئی لئے سب کچھ پاک ہو کر حرام حلال کی قید اٹھ جاتی ہے اور انسان شتر بے مہار ہو کر بالکل وحشی بن جاتا ہے۔ مسیح کو گناہوں کا اٹھالینے کا خیال نیکی کی طرف جھکنے اور بدی سے بچنے ہی نہیں دیتا جبکہ مفت میں خدا کے فرزند بن گئے آسمانی بادشاہت میں تو حصہ مل ہی چکا ہے ہو چکا پھر تقویٰ طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کیا ضرورت۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد پادری کبھی شائق صاحب آئندہ یہ ہرگز نہ نکالیں گے کہ عیسائیت سے ہی کچھ اصلاح یا نیکی ہو سکتی ہے۔ یہ مسیحی مذہب میں جب انبیاء کی حالت کی اصلاح نہیں ہو سکی اور یہ زنا قتل شراب خواری سے بچ نہ سکے اور اخلاق شنیعہ سے بچ نہ سکے تو دوسرے لوگوں کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اگر اصلاح آپ کی یہ غرض ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم پر لوگ عمل کرنے لگ جاتے ہیں تو اس کے جواب میں میری گذارش ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہے کیا؟ کیا یہی کہ تم کسی حالت میں اور کسی صورت انتقام نہ لو اور دشمنوں کا مقابلہ

انکو عورتیں رکھا او مت ہرگز مت چھوڑو کیونکہ انکی نسبت زنا یا مرض کی حالت میں بھی عورتوں کو طلاق نہ دو۔ دشمنوں سے پیار کرو۔ لینے
کی نیت پر قرض مت دو۔ سوا انکے کسی عیسائی نے کبھی عمل نہیں کیا اور نہ کسی شخص کا جس کو عقل ہو ایسی خلاف فطرت تعلیم پر عمل ہو سکتا ہے پس
یہ تمام باتیں بجا ہیں یہ تعلیم صرف اس شخص کی مصداق ہے کہ جو تحریف شدہ ہے کہ ہندو کہتا ہے کہ انجیل پر عمل سے بت پرستی اور دنیا پرستی میں عیسائی ہو کر
بڑھکر کوئی نہیں۔ قوت مقابلہ عیسائیوں میں اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ذرا بات کا انکو عقل سے جواب نہیں سوجھتا
پر آجاتے ہیں دشمنوں سے پیار کرنا یہ انجیل کی تعلیم ہے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ آپ دشمنوں سے پیار کر سکتے ہو اور نہ ہی تہذیب ہم میں ترقی
سو کوئی عیسائی ہو سکتا ہے۔ جیسا طلاق کی نسبت جسقدر خرابی عیسائی سوسائٹی میں ہے کہ تمام یورپ ہے اور بیشمار ہیں
مذہب شریف سے قوموں میں کیا اصلاح ہوئی تو وہ اصلاح ہم دیکھ رہے ہیں۔ قرآن شریف کی ضرورت اسکی تعلیم و تہذیب تعلیم
کی اثر قرآنی اور انجیلی تعلیم کے مقابلہ کی کیفیت دیکھنی ہو تو مولوی محمد فیروز الدین صاحب مفید انتساب کی کتاب دنیا کو
قرآن شریف کی ضرورت ملاحظہ کریں کہ انجیلی تعلیم کا نقص ہوا اور قرآنی تعلیم کی کاملیت کا حال بخوبی معلوم ہو جائیگا اور آپکو
یقین ہو جائیگا کہ آپکے قول کی سچائی یہ ہے کہ عیسائی قوم اپنی اصلاح انجیل کی موافقت سے کر سکتی ہے مسلمان اگر اپنی اصلاح تو قرآن کی تعمیل کریں

حضرت رسول کریمؐ اور مسیحؑ کے اخلاق کا مختصر مقابلہ

اس مضمون کی تفصیل تو الحق المبین جواب امہات المومنین کے دوسرے حصے میں لکھی جائیگی یہاں مختصر طور پر اسقدر لکھا جاتا ہے
کہ حضرت مسیح کے اخلاق کو حضرت رسول اللہ کے اخلاق سے کچھ مناسبت نہیں حضرت مسیح کی اخلاقی تعلیم صرف باتیں ہی باتیں ہیں کبھی آپنے عمل کر کے
نہیں دکھایا مگر حضرت رسول کریمؐ نے اخلاق کا عملی نمونہ ایسا دکھایا کہ دنیا میں کوئی انسان آپکی برابری ہرگز نہیں کر سکتا چنانچہ
آنحضرتؐ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ جب جنگ حنین میں مسلمان ہزیمت کھا چکے تو آپ تنہا مخالفین و معاندین دین کے مقابلہ پر
کھڑے رہے اپنی نسبت پیشگوئی کی تھی کہ خدا آپکو ہر ایک سے بچائیگا واللہ یعصمک من الناس مگر حضرت مسیح نے دنیا میں
کوئی شجاعت نہیں دکھائی نہ کوئی شجاعت کا کام کیا بلکہ آپکے بعض نہایت قریبی ساتھی مطلب بیچکر اعدا کے ہو گئے۔
آنحضرتؐ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ باوجود بادشاہ عرب ہونے کے آپکے گھر میں کچھ نقدی نہ رہتی تھی جو کچھ آتا فوراً خدا کی راہ
یا اعلاء کلمۃ الحق میں صرف کر دیتے جب تک سب حاجتمندوں کو نہ دیدیتے گھر نہ جاتے تھے دوسروں کو اپنے اوپر مقدم سمجھا۔ مگر حضرت
مسیح کی نسبت بخیل ہونا ہرگز ثابت نہیں کہ آپنے کبھی کسی کو کچھ عطا کیا ہو باوجودیکہ آپکے پاس روپیہ کی تھیلی بھی موجود تھا
نبی حضرت رسول اللہ نے فقر کو پسند کیا کبھی پیٹ بھر نہ کھایا مہینوں گھر میں آگ نہ جلتی تھی نہایت ہی سخت تنگی کی حالت
مسیح کبھی روزہ بھی نہیں رکھتے تھے اور کھانے پینے میں ایسے تھے کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ کھاؤ پیو ہے انجیل بھی اسکی شاہد ہے

آنحضرت صلعم کی تو یہ شہرت ہی اور تدبیر منزل کا یہ حال تھا کہ نو بیویوں سے بہتر نباہ کیا اور سب کو خوش رکھا۔ مگر حضرت مسیح نے ایک بیوی سے بھی نباہ کر کے نہ دکھایا کہ شادی ہی نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم کی حلم تحمل اور اخلاق کا یہ حال تھا کہ کبھی آپ نے کسی شخص کو گالی نہیں نکالی نہ بد زبانی کی مگر حضرت مسیح اپنی قوم کے لوگوں کو گالیاں نکالتے تھے۔ ہر مسئلہ کہنے کا حرامکار سانپ کے بچو وغیرہ خطاب دیا اور کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آنحضرت صلعم کی تواضع و انکسار یہاں تک تھا کہ آپنے فرمایا کہ لا تفضلونی علی یونس بن متی یعنی حضرت یونس پر فضیلت نہ دو۔ مگر حضرت مسیح نے اپنی تئیں سب انبیا سے بہتر سمجھا کہ کل انبیا کو چور اور بٹمار بتایا (یوحنا ۱۰ باب)۔ آنحضرت صلعم کی عصمت اور تقوی یہاں تک تھی کہ آپنے کبھی اجنبی عورت کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں لگایا نہ خلوت میں کسی عورت کے ساتھ کبھی بات چیت کی مگر حضرت مسیح کا بیگانہ عورتوں سے ملنا اور اختلاط وغیرہ انجیل سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلعم کی وفات اور ہجرت کے بعد انکو انجیلی مسیح کی طرح عزت نہیں ملی بلکہ وہ لعنتی ہوئے اور ملعون ہو گیا۔ عبادت کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم ساری ساری رات خدا کی عبادت اور تہجد میں گذار دیا کرتے تھے تہجد میں آپکے پاؤں مبارک ورم کر جاتے مگر حضرت مسیح کی عبادت و شب بیداری کے متعلق کچھ ثبوت نہیں۔ آپ صلعم کی عفو کا یہ حال تھا کہ باوجود قدرت اور طاقت کے اپنے اپنے دشمنوں کو معاف کیا یہاں تک کہ جنہوں نے آپکو طرح طرح کے دکھ دیئے تھے جب آپنے ان پر فتح پائی تو لا تثریب علیکم الیوم کہکر ان کو تمام قصور معاف کر دیئے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت ہرگز ثابت نہیں کہ کبھی انہوں نے قدرت پاکر کسی دشمن کو معاف کیا ہو۔ آنحضرت صلعم کی استقلال و استقامت کے پاؤں کبھی ذرہ جنبش نہیں کھائی مگر حضرت مسیح ہمیشہ بیقرار رہے اور صلیب کے وقت بھی گھبرا گئے۔ حضرت رسول کریم کی تعلیم کا اثر ایسا تھا کہ ہزاروں لوگ وحشی جو انسان کہلانے کے لائق نہ تھے با اخلاق انسان اور با خدا انسان بن گئے اور سارا عرب آپکے جیتے جی مسلمان ہو گیا اور سب بکریاں چرانے والے دنیا کے بادشاہ ہو گئے مگر حضرت مسیح کی تعلیم کا اثر یہاں تک بھی نہ ہوا بارہ حواری تیار کئے جو ضعیف الاعتقاد اور بے ایمان بھی تھے انہی میں سے ایک نے تو ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مسیح کو پکڑوا دیا اور باقی صلیب کے وقت فرار ہو گئے۔ آپ کی تدبیر اور رائے ایسی صائب کہ تمام دشمنوں اور مخالفین کی تدبیریں انکے سامنے کچھ ہیچ ہو گئیں آپکی دیانت امانت صداقت۔ عصمت و عفت اور اعلی اخلاق کے دشمن بھی قائل ہیں۔ آنحضرت صلعم کا توکل ایسا تھا کہ سارا عرب آپ کا دشمن اور جمیع اہل مذاہب آپکے مخالف تھے مگر کبھی آپنے پروا نہیں کی۔ غار میں جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ حضرت وہ دشمن آ پہنچے تو آپنے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آپکو اپنی صداقت پر ایسا یقین تھا کہ کبھی جنبش ظہور میں نہ آئی۔ اسی طرح آپکے تمام اخلاق اعلے سے اعلے تھے جنکی نظیر کسی بشر میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

تمت

٨٦٦٢

کاتب سراج الدین عفی عنہ ساہیوالیہ

اطلاع

عرصہ قریباً پانچ چھ سال سے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں انجمن حمایت اسلام قایم ہے۔ جہاں دینی و دنیاوی تعلیم بوجہ احسن ہوتی ہے اور کسی قدر یتیم بچے بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ سب صاحبوں کی خدمت میں عرض گذارش کیجاتی ہے کہ چندہ ماہوار سے انجمن مذکورہ کو مدد دیکر ثواب دارین کے مستحق بنیں۔ والسلام علی من اتبع الہدے

خاکسار

غلام قادر ساکن پنڈوریاں نوڑیاں چک نمبر ۱۳۳ ملک بار

انوار الاسلام

ماہواری رسالہ

[illegible] الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت والا میں نہایت ادب سے گذارش کیجاتی ہے کہ آریہ عیسائی برہمو وغیرہ اقوام کے حملے اسلام پر دیکھکر یہ رسالہ شایع کیا گیا ہے اور غنیمت ہیں اہل اسلام کے لئے بڑی شرم وندامت اور ڈوب مرنے کی جگہ تھی کہ آریہ اور عیسائیوں کے تو کئی درجن رسالے [illegible] حمایت باطل میں شایع ہوتے اور مذہب حق یعنی اسلام کی طرف سے انکا مستقل جواب دینے والا ایک رسالہ بھی نہ ہو بنا بریں ہم نے یہ خدمت اسلام پر اٹھائی ہے امید ہے کہ سب صاحب جنکو اپنے خدا اور پیارے رسول مقبول سے ذرا بھی محبت ہے وہ اس رسالہ کی ترقی کو اپنا ایمان سمجھینگے آجکل بڑا جہاد یہی ہے کہ اسلام پر جو حملے ہیں دفع کئے جائیں اور قلمی جنگ کیا جائے سو مبارک ہیں وہ لوگ جو اس مقدس جہاد میں شریک ہوں۔ قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ نمونہ کا پرچہ مفت

الملتمس منیجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ